دیوانِ باقرؔ

شاگرد حضرت غالبؔ

مرتبہ

مولوی سیّد عطا حسین صاحب

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً

دیوان باقر

از

افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہ مملکت فصاحت و بلاغت و معانی
سر آمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت
زین المعرفت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف اسرار خفی و جلی
ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی المخاطب بہ شاہ شہید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی
المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ
شاگرد حضرت نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ
المتخلص بہ غالب طاب اللہ تعالیٰ ثراہ
وجعل الجنۃ مثواہٗ

مرتب و مدوّن کردہٗ

مولوی حافظ سیّد عطا حسین صاحب ام، اے ۔ سی، ای
ام، آر، اے، اس، بی۔
ناظم تعمیرات وظیفہ یاب سرکار ابد قرار سلطنت آصفیہ

قیمت کتاب دو روپیہ آٹھ آنہ سکہ انگریزی علاوہ محصول ڈاک۔
کتاب کے ملنے کا پتہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب محلہ رمنہ۔ ڈاکخانہ بانکی پور۔ پٹنہ۔
(۲) مولوی سید عطا حسین صاحب۔ محلہ لنگم پلّی۔ حیدر آباد دکن

مطبوعہ

شمس الاسلام پریس۔ سالار جنگ بلڈنگ

حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الرب الاکرم اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ والصلوٰۃ والسلام علی من انزل علیہ نون والقلم شفیع الامم ترجمان لسان القدم منبع العلم والحکم افصح العرب والعجم الذی اوتی جوامع الکلم سیّدنا ومولانا وھادینا وشفیعنا محمدؐ النبی المحترم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین ھم سفن النجات ونجوم الاہتدا فی الظلم۔

المنت للہ کہ وقت مساعد ہوا اور توفیق آلہی رفیق حال ہوی کہ حضرت افصح الفصحا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدی مولانا سید باقر علی پریگہوی حنفی چشتی قادری فخری الاصدقی المتخلص بہ باقر رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کرسکا۔ یہ مقالہ چونکہ دیوان باقر کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کردی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لاکر اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کردئے جائیں تاکہ نہ صرف حضرت باقر قدس سرہٗ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہوجائے بلکہ بمقتضائے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

اون کی اولاد و احفاد کے لیئے ذریعۂ انتفاع و اعتبار اور اون کے مراحل زندگی میں
مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جا چکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز
معشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر
مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معشرت
اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الٰہی اور اتباع سنّت نبوئی میں اون کے اہتمام
کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جوہر قابل رکھتے ہوں عکس پذیر
ہو کر منتفع ہوں اور فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ۔

موضع پیر بگہہ کا جغرافیہ اور حضرت باقر کا نسب پدری و مادری

صوبہ بہار میں گیا پٹنہ ریلوے لائین پر گیا سے چھ میل پٹنہ کی جانب چاکند
نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیرہ میل جانب مغرب و شمال مشایخین کی ایک
چھوٹی سی بستی ہے جو پیر بگہہ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی اجداد
میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پدری
حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی سے اور نسب
مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین
سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نسب پدری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ
بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ بن مخدوم شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو (جنھوں نے
پیر بگہہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور

بن مخدوم برہان[9] الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انھوں نے قصبہ بہار سے منتقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار[10] بن مخدوم شاہ اسحٰق[11] بن مخدوم شاہ سلیمان[12] بن مخدوم شاہ داؤد[13] (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوئے). بن مخدوم شاہ عبدالقدوس[14] بن مخدوم شبلی[15] بن حضرت مخدوم العارفین جلال[16] الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

نسب مادری

والدہ[1] حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبد[2] القادر بن میر سید عباد[3] اللہ بن میر سید نعمت[4] اللہ بن میر سید محمد[5] باقر بن میر سید محمود[6] عرف مودن بن میر سید[7] علی بن میر سید جلال[8] بن میر سید فیروز[9] بن میر سید[10] عثمان بن میر سید شمس[11] الدین عرف سید جیتن جو تقی بن میر سید نور الدین[12] بن میر سید ضیاء[13] الدین بن میر سید[14] ذکی الدین بن میر سید احمد[15] بن میر سید صوفی[16] بن حضرت سید عبدالوہاب[17] بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ رکن الدین عبد الرحمٰن الکبیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبد اللہ المنصور عباسی کے ظلم وستم کے بدولت مدینۂ منورہ میں نہ رہ سکے اور گازرون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبد اللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفا میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملکہ، وھو الذی ضرب ابا حنیفہ رح علی القضاء ثم سجنه فمات بعد ایام وقیل انه قتله بالسم.... فقتلهما (یعنی محمد وابراهیم ابنی عبد الله بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب

وجماعة كثيرة من آل البيت فانّا لله وانّا اليه راجعون ..... واذى المنصور خلقاً من العلما ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغير ذلك منهم ابو حنيفه وعبد الحميد بن جعفر وابن عجلان ...
.... وفي سنة (مائة و) ثمان وخمسين امر المنصور نائب مكة بحبس سفيان الثوری وعباد بن كثير فحبسا وتخوف الناس ان يقتلهما المنصور اذا ورد الحج فلم يوصله الله مكة سالما بل قدم مريضا ومات وكفاهم الله شره -

ترجمہ (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اُس کے ملک کو استقامت ہوئی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا ..... حضرت محمدؒ و حضرت ابراہیمؒ کو (جو حضرت عبد اللہ بن حسن بن الحسن المجتبی بن علیؑ بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی قتل کیا پس انّا للہ وانّا الیہ راجعون ...... اور ان علماء میں سے جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچائی جنھوں نے ان دونوں (محمدؒ اور ابراہیمؒ) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتوی دیا تھا ان میں حضرت ابو حنیفہؒ اور عبد الحمید بن جعفر اور ابن عجلان تھے ...... اور ۱۵۸ سنہ ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیگا تو ان بزرگوں کو قتل کر دیگا پس اللہ تعالی نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صحیح

چو بحر ظهور اندر آمد بموج — بموج آشنا با شنا سطح و اوج

ازل تا ابد یکسره محو و مات — براه شناسائی وصف ذات

براهی که مات انبیا یکسره — چرا پوئی ای نیک مرد سره

درین پهنهٔ دور و راه دراز — کجا لاشهٔ لنگ را ترکتاز

زبان لال و پا لنگ و که خنز — بدین پایه رهرو کجا پی برد

زبان آوران از زبان آوری — بزنجیر گنگی و بند کری

زبان ای سخندان فرو کش بکام — بکش پای و اپس منه پیش گام

همان به که پوئی بعجز و نیاز — ره معرفت سازی از عجز باز

بخلق دو کیهان زبان لا و پست — ره معرفت برگشود و ببست

خدائی سزاوارش الحق و بس — تعالیت عمّا یقول القس

بیکره دوره صد هزار آفرین — بذاتی که آمد خدا آفرین

خدا آفرین قدرت واجبست — که واجب نما ممکنی طالبست

که ممکن نما واجبی بی بدیل — بممکن شود سوی واجب دلیل

محمّد مهین جوهر اوّلا — اولوالعزم و پیغمبر مرسلا

وبفضائل صوری ومعنوی در سرزمین فارس کہ عبارت از گازرون است
مشہور ومعروف بود وبسیارے از مشایخ آں دیار تولا بوے داشتند
وخاک آستانہ اورا سرمۂ دیدۂ خود ہا میساختند سلطان محمود بغایت اعزاز
اکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ بحکومت وریاست پرگنات نواحی قنوج
مامور ساختہ والآن بر ہماں ریاست اولاد کثیر او قیام دارند واکثرے ازاں
خاندان بموجب دعائے خواجہ عبد اللہ خفیفؒ کہ شیخ الاسلام بود بجاہ وحشمت
دینی ودنیوی وبفضائل علوم صوری ومعنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند
بشجاعت وسخاوت وعلوم ظاہری وباطنی۔ واز بزرگان شیخ جلال قاضی
شہاب الدین (عبد الرحمٰن) نام در وقت سلطنت غوریان از گازرون آمدہ
در قصبہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ وقاضی محمد یوسف بالگرامی دوصد سال
پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہمراہی سلطان محمود بقنوج آمدہ بحکومت
قصبۂ بالگرام مامور شدہ کافران را علف تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام
روشن ساختہ بود ......"

حضرت عبد الرحمٰن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبد الرحمٰن قاضی محمد یوسف سے دوسو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں پرتھوی راج پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قایم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت ۶۹۵ھ سے دو چار سال قبل واقع ہوی اور حضرت شہاب الدین عبد الرحمٰن اون سے دسویں پشت اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس پشتوں کا گزرنا محال ہے اس کے

علاوہ اون قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبد الرحمن کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں اباً عن جدٍ چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں یعنی مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیسر کے فتح (سنہ ۴۰۲ھ) کے بعد حضرت عبد الرحمن کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی گئی اور قنوج کی فتح (سنہ ۴۰۹ھ) کے بعد قاضی محمد یوسف کو بگرمی (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاءت وحکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبد الرحمن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا

حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمن کے بعد اون کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ چشتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دیہ[۲] سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم "صاحب کشف و کرامات عالیہ وصاحب مقامات جلیلہ و رفیع الشان بود و در علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت عدیم العدیل بود" انکی ولادت پانی پت میں ہوی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت سنہ ۵۸۰ھ سے دو چار سال قبل ہوی والد ماجد خواجہ محمود نے محمد نام رکھا۔ پانچ سال کی

---

[۲] حضرت اللہ دیہ حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں سنہ ۱۰۳۶ھ میں اسکی تالیف شروع کی اور اوسی بادشاہ کے عہد میں سنہ ۱۰۵۶ھ میں ختم کی۔

کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اون کے عم بزرگوار نے انہیں آغوش تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الٰہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا۔ بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے حضرت مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پیر یہاں پانی پت میں تشریف لائینگے اور تم کو مرید کرینگے اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الٰہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بیتاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انھوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس ۳۰ سال تک سفر میں رہے۔ اوس زمانہ کے بہت سے اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کر کے مدینۂ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمہ یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہ بزرگ سیّد تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تلاش پیر پر وطن سے نکلے اور جابجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جابجا

سخن سنج سنجیده سنجید و گفت | بگوش هش آکند و در دل نهفت

سخن سنج سنجیده گفتار نغز | بدانش دهد جای در سر چو مغز

وصیّ نبی حجت کردگار | بفرمان ایزد فری کردگار

ابا فر و فرمان یکتا خدای | فرود آمد اندر سپنجی سرای

بسائید در سجده روی و جبین | بر پاک یزدان بخاک زمین

بسجده همه کرده بر خاک ارض | زید منّ علی الأرض عرض

فزاوان بسجده کتاب مبین | فرو خواند فر فرزبا ببین

سخنهای بی شک و ریب و ریا | بسی گفت در سجده با کبریا

بعجز و نیاز آنچه در سجده گفت | بفرخ رخی نغز پاسخ شنفت

که داند چه بود آن زبان و بیان | بجز قائل و سامع غیب دان

نیارد کند فهم این نکته کس | بجز قائل و سامع از پیش و پس

رساند از آن بازبانی سروش | مبارک خطابی زیزدان بگوش

که بی پرده در پرده چندی ز چهر | نهان شو چه در پرده از مهر

به پرده نهان باش و پیدا بسی | که بی پرده ات تا نه بیند کسی

عیان باش چون روح در تن نهان — نبیند کس و ناگشت تا عیان

چو رخشنده خورشید اندر سحاب — ابر بوم و بر بر فروزد بتاب

بپیچ رگی در دل پرده باش — زمین پرده دار و اسمان خیل باش

بپرده بمان تات فرمان کنم — زعدل تو بیخ ستم برکنم

چو فرمان فرستم ز پرده درا — که فرمان پذیری و فرمان برا

بدران ز هم پرده را سر بسر — که هم پرده داری و هم پرده در

بدران ز هم پرده را پود و تار — که چون روز روشن شود شام تار

بدری چه آن پرده گردد دو لخت — پی نادرستان شکسته درست

ابا فره و فر فرمان بفور — بنای ستم برکن و بیخ جور

بکش تیغ هندی ز غرب قراب — بکشتی بکش مشرکان بیحساب

پی شرک از ملک هستی ببر — تهی ساز از ظلم و از عدل پر

گران جوهر تیغ بیکم و کیف — رود در نیام ابد سیف حیف

پذیرفت فرمان و در پرده شد — زمین بنده اش و آسمان برده شد

خنک آنکه خرگاه بیرون زند — بنای بد از بیخ و بن برکند

کہ ان کا سن شریف ایکسو تیس سال[۱۳] سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمریں بہت ہوی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری[۳۳] کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے ہمعصر تھے) سن شریف ایکسو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۶۶۱ھ وفات ۷۸۲ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کسیقدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں چونکہ ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھکر دیا تھا اس کو نقل کردینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو اس سے ایسی باتیں معلوم ہوسکینگی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس سے علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھی اون خلافت مطلقہ اور اجازت نامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہوسکیگا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ الرسول اعطی لاسد اللہ تعالیٰ وھو علی ؓ وھو اعطی لخواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقوں کیلئے اور درود وسلام ہو اوس کے رسول سیدنا محمد پر اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شیر کو اور وہ علی ہیں ان سے اللہ راضی ہو اور انھوں نے عطا کیا خواجہ حسن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

---

[۳۳] منیر (بفتح میم وکسر نون بایائے مجہول) پٹنہ سے سترہ میل مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ قدس سرہ کا یہاں مسکن تھا اور یہیں اون کا مزار ہے یہ حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس اللہ سرہ ان کے فرزند تھے انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔

وهو اعطی لخواجه عبد الواحد زید نور الله تعالی روضته
اور انھوں نے دیا خواجہ عبد الواحد زید کو اللہ تعالی ان کے روضہ کو روشن کرے

وهو اعطی لخواجه فضیل بن عیاض رحمة الله تعالی علیه
اور انھوں نے دیا خواجہ فضیل بن عیاض کو اللہ تعالی کی رحمت ان پر ہو

وهو اعطی لخواجه ابراهیم ادهم نور الله تعالی مرقده
اور انھوں نے دیا خواجہ ابراہیم ادہم کو اللہ تعالی ان کے قبر کو روشن کرے

وهو اعطی لخواجه حذیفة المرعشی طاب الله تعالی ثراه
اور انھوں نے دیا خواجہ حذیفہ مرعشی کو اللہ تعالی انکی مٹی کو خوشبو کرے

وهو اعطی لخواجه هبیرة البصری رحمة الله تعالی علیه
اور انھوں نے دیا خواجہ ہبیرۃ البصری کو اللہ تعالی کی رحمت ان پر ہو

وهو اعطی لخواجه علو ممشاد دینوری مع ولایت
دینور قدس الله تعالی سره العزیز۔
اور انھوں نے دیا خواجہ علو ممشاد دینوری کو مع ولایت
دینور کے قدس اللہ تعالی سرہ العزیز۔

وهو اعطی لخواجه قطب الدین ابو اسحق مع
ولایت شام نور الله تعالی روضته۔
اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابو اسحق کو مع
ولایت شام کے اللہ تعالی ان کے روضہ کو روشن کرے۔

وهو اعطی لخواجه قدوة الدین ابو احمد مع
ولایت چشت طاب الله تعالی ثراه۔
اور انھوں نے دیا خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد کو مع
ولایت چشت کے اللہ تعالی اونکی مٹی کو خوشبو کرے۔

وهو اعطی لخواجه ابو محمد معها نور الله
تعالی مرقده۔
اور انھوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت چشت کے)
اللہ تعالی اون کے قبر کو روشن کرے۔

وهو اعطی لخواجه ناصر الدین ابی یوسف
معها قدس الله تعالی سره۔
اور انھوں نے دیا ناصر الدین ابو یوسف کو مع اس کے
قدس اللہ تعالی سرہ۔

وهو اعطی لخواجه مودود معها نور الله
تعالی قبره۔
اور انھوں نے دیا خواجہ مودود کو مع اس کے اللہ تعالی
انکی قبر کو روشن کرے۔

وهو اعطی لخواجه حاجی شریف زندنی
رحمة الله تعالی علیه۔
اور انھوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زندنی کو اللہ تعالی
کی رحمت ان پر ہو۔

وهواعطی لخواجه عثمان هارونی طاب الله تعالیٰ ثراه
وهواعطی لخواجه معین الدین حسن السجزی مع
ولایت اجمیر رحمة الله تعالیٰ علیه
وهواعطی لخواجه قطب الدین بختیار اوشی
مع ولایت دهلی نور الله تعالیٰ روضته
وهواعطی لخواجه فرید الدین مسعود گنج شکر
مع ولایت اجودهن قدس الله تعالیٰ سره
وهواعطی لخواجه علاء الدین علی احمد الصابر
مع ولایت کلیر
وهواعطی للفقیر مع ولایت پانی پت وانا
فی الخطة المذکورة واقیمها وانا اعطیت
خرقةً وعصاً ومقراضاً وکاساً وسلّمت
ما فی قلبی وروحی وجسمی وعینی وبدنی
ورحلی ومکانی واسراری واعلانی ظاهراً
وباطناً لابنی القلبی وخلیفة اسراری محمد ابن محمود
ابن یعقوب وخطبته خطاباً باسم من اسماء
الحسنی وهو جلال الدین وانا اقیمه فی مقامی
بهذه الخطة مع سوادها وانا لا آخذ بید
رجل من الرجال من بعد هذا التاریخ لاجل

اورانھوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی کو اللہ تعالےٰ اونکی مٹی کو خوشبو کرے
اورانھوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجزی کو مع
ولایت اجمیر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔
اورانھوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو
مع ولایت دہلی کے اللہ تعالیٰ اونکے روضہ کو روشن کرے
اورانھوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو
مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔
اورانھوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر کو
مع ولایت کلیر کے
اورانھوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے
اور میں اس خطہ مذکورہ میں ہوں اور اسکو قایم رکھتا ہوں اور میں نے عطا کیا ہے
خرقہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا
جو کچھ کہ ہے میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں ہے
اور میری آنکھ میں اور میرے بدن میں اور میرے حل میں اور میرے مکان میں اور میرے اسرار میں
اور میرے اعلان میں ظاہر اور باطن میرے قلبی فرزند اور میرے خلیفہ اسرار محمد بن محمود
ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے انکو اسماء حسنے کے ایک اسم
کے خطاب سے اور وہ (خطاب) جلال الدین ہے اور میں
اونکو اس خطہ میں اپنے مقام پر قایم کرتا ہوں مع اس کے سواد کے
اور میں آج کی تاریخ سے کلاہ اور ارادت کے لئے

الْقَلَنسُوَۃَ وَالْاِرَادَۃَ وَلِکُلٍّ مِنْ ھٰؤُلَاءِ اَوَا | مردوں میں سے کسی مرد کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور ان سب کو جو مجھ سے ارادت اور خرقہ اور کلاہ کی خواہش رکھتے ہیں

وَخِرْقَۃً وَقَلَنسُوَۃً عَلَیَّ وَلٰکِنْ سَلَّمْتُہٗ صَحِیْحًا | میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور از روئے اجازت کے

وَاَجَزْتُ اِجَازَۃً اِلٰی شَیْخِ الْمَشَایِخِ قُطْبِ الْاَقْطَابِ | اجازت دی (کہ رجوع ہوں) بجانب شیخ المشایخ قطب الاقطاب بدر الزہاد

بَدْرِ الزُّھَّادِ شَیْخِ جَلَالِ الْمَذْکُوْرِ وَھُوَ | شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے خوب واقف

اَعْلَمُ بِطَرِیْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَنَا اُعَلِّمُہٗ فِیْ | ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دونگا اور وہ درجہ

مَا بَقِیَ وَھُوَ اَسْبَقُ مِنْ ھٰؤُلَاءِ الدَّرَجَۃِ فَسَلَّمْتُ | میں ان سے اسبق ہیں پس میں نے تم لوگوں کو اون کے تفویض کیا اور

بِہٖ وَاَجَزْتُہٗ۔ | اون کو اجازت دی۔

خلافت سے مشرف کرنے کے بعد باصرار تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کرنال کے ایک بزرگ خاندان میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاجزادیاں اور پانچ صاجزادے (حضرت عبد القادر، حضرت ابراہیم حضرت مخدوم شبلی۔ حضرت کریم الدین اور حضرت عبد الاحد) پیدا ہوے۔ حضرت عبد القادر کا والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد اون کے دوسرے فرزند سجادہ نشین ہوے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہوگئے اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار" از اعظم خلفائے والد بزرگوار خود است" سجادہ نشین ہوے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مخدوم عبد القدوس سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبد الکبیر الاولیائ تھے جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت باقر کے جد اعلیٰ) جن کا اوس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اوس وقت سلوک باطنی کے ساتھ علوم ظاہر کی تحصیل میں بھی مشغول تھے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے فرزندان

سنہ۸۰۱ھ میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر پاکر بہت سے شرفا علما سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور حملہ کے بعد قتل اور اسیری سے جو بچ گئے انھوں نے بھی دہلی کو خیر باد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلا میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودی نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ نہ ہو سکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جونپور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرقیہ قایم ہو چکی تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں اس کو بہت فروغ دیا۔ علماء و فضلاء کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جونپور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔ لیکن اون کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جونپور بھی علما و فضلا سے خالی ہو گیا۔ اوس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا جہاں علم کا فیضان جاری تھا اور جا بجا اچھے اچھے علما موجود تھے۔ زمانہ قدیم سے خطہ بہار علم کا مرکز رہا ہے۔ بودھ اور ہندوؤں کے زمانہ میں قصبۂ بہار کے قریب جو اداین بڑی بڑی درسگاہیں زمانہ دراز تک قایم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلا سادات و مشایخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جا بجا سکونت پذیر ہوے چنانچہ اس وقت سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطۂ بہار بہت ممتاز رہا اور اس کے قریہ قریہ سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دار و مدار سنت نبویؐ کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ عالم ہوے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اندریں راہ علم درجۂ

اویس دارد"۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز سترہ سال کی عمر میں حضرت ختم المشائخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبۂ حال سے مجبور ہو کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہو کر مشاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیا کرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوی۔ دہلی اور جونپور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لامحالہ بہار کی جانب انکی توجہ منعطف ہوی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ ہو گئے باوجودیکہ خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دار الاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً لوجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم و فضل کی شہرت سنکر بے سرو سامانی کے ساتھ آتے اور اوس قریہ کے اہل مقدرت و اہل خیر حضرات حسب موقع و حسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خور و نوش اور جملہ مایحتاج کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجائش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجدوں میں ان کے قیام کا انتظام کر دیتے۔ مایحتاج سے بے فکر ہو کر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کفو کے نہ ملنے کے باعث اُن کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے اُن کو اور اُن کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو ڈیڑھ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی نہ صرف خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُنکی بزرگی اور تقدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ اونہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منسوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سنکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب گو بہار میں سید مشہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو اون کے حسب و نسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اُس کے جانب سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے اون کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور ہر طرح اون کے خبر گیراں رہے تھے انکار کرنا سراسر احسان مندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غریب الوطنی اور طالب علمی کا عذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے ان عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت اباً عن جدٍ مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ سبق پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مشرف کیا اور فرمایا "فرزند تم فکر مند اور پریشان نہ ہو۔ سید صاحب واقعی سید

رہ سکیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور اون کے قیام کے باعث اِس بستی کا نام پیر نگرہ مشہور ہوا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ (ابن شاہ محب اللہ بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو) نے ابتدائی تعلیم پیر نگرہ میں حاصل کی اوس کے بعد طلب علم کی غرض سے لکھنؤ چلے گئے۔ اودھ میں نواب سعادت علی خاں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲ ربیع الثانی سنہ ١٣٢٥ھ) کے درس کا دریائے فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ وارث علی رح اون کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوق تحصیل علم اور ان کی صفات برگزیدہ کو دیکھکر استاد اُن پر بہت مہربان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سند فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ اون کے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادۂ ارشاد پر تھے اور اون کا فیض ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریر مرقومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمہ نے سلسلۂ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور اون سے یہ سلسلہ اون کے خاندان میں جاری ہوا۔ حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اِس سلسلہ میں خلافت اون کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن اُن کی طلب باقی رہی اور پٹنہ جا کر حضرت مولانا محمد منعم پاک اُبو العلائی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۱۳ رجب سنہ ١١٨٥ھ بعمر ۱۰۳ سال) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہکر سلسلہ ابو العلائیہ

حضرت شاہ اہل اللہ رح کا حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت حاصل کرنا

نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں اون سے خلافت حاصل کی اور اون کی رحلت کے بعد پیر بگہ واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ لکھنؤ سے پیر بگہ واپس آکر عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا۔ تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے اون کو سلسلۂ فردوسیہ اور سلاسل ابو العلائیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کو بعمر چھہتر سال متوجہ مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ محب اللہ کی رحلت

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ سرہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے ممتاز رہے اِن بزرگوں کے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف ہوا اوس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبا اور مریدین کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کر دی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ اون کا ذریعۂ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ وارث علی رح کا ملازمت قبول کرنا

حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمہ کی ولادت کے پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہو چکا تھا اور منظم انگریزی حکومت قایم ہو چکی تھی۔ اوس زمانہ میں اور اوس کے بہت برسوں بعد تک اضلاع کی اعلیٰ خدمتوں پر تو صرف انگریز ہی مامور ہوا کرتے تھے لیکن اون کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے (جیسے سب ججی اور ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) اعلیٰ اور ذی اثر خاندان کے ذی علم اور ذی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

ہوسکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو راضی کرکے ان خدمتوں پر مامور کرتی تھی۔ حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اون کے علم وفضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اون کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اونہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اون پر اس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اونہیں ملازمت قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سررشتۂ عدالت میں خدمت دے کر اون کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آرہ پر کیا۔ ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار بابو کنور سنگھ* کے والد تھے۔ وہ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ سے ملکر اون کی بزرگی و برگزیدگی اور اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آرہ کے باہر شرقی جانب بطور نذر کے عقیدتاً پیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے۔ اونہوں نے قبول کیا اور اوس کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کرکے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آرہ ہی میں رہے۔ اکیاون یا باون سال کی عمر تھی

---

* کنور سنگھ اور اُن کے آباء اجداد ضلع شاہ آباد آرہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزی دیسی فوج باغی ہوکر آرہ آئی اور ان فوجیوں نے بابو کنور سنگھ کو زبردستی اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ باغی فوج خود بھی برباد ہوئی اور کنور سنگھ نے بھی زخمی ہوکر دنیا کو خیرباد کہا۔

کہ اسہال کبدی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوئی تو پیر نگہ تشریف لے گئے اور وہاں ۹ ماہ رجب المرجب ۱۲۴۹ھ کو جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت رہگرائے عالم جاودانی ہوئے نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑہی گئی اور پیر نگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہما کے جوار میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ وارث علی رح کی رحلت

حضرت شاہ وارث علی رح کے اخلاق اور ان کا طرز معشرت

حضرت شاہ وارث علی نے گو سرکاری ملازمت قبول کرلی تھی لیکن تمام عمر اونہوں نے اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قایم رکہا۔ آرہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا۔ اوسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کا کبھی خیال نہیں کیا۔ پیر نگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد ہوی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اوس قدیم مکان پر مٹی کی دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کرلیں تاکہ تنگی رفع ہوجائے۔ اون کے بڑے بھائی حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہٗ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالاخانہ تعمیر کروگے تو نفس اور شیطاں چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے دہوکا کھاؤ اور تمہارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی اونہوں نے اوس مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خرید لئے تھے مگر جب تک زندہ رہے اون کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف

کر دیتے اون کا دسترخان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا اگر
کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پہننے کا کپڑا سایل کو دیدیتے اور خود تکلیف اوٹھاتے
طلبہ اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ اونھوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ اون سے
پڑہتے اُن کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے
بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی
یاد الٰہی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی اخلاق
اور خلوص کے ساتھ ملتے۔ وہ نہایت بامذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اون کی
حاضر جوابی کی نہایت لطیف لطیف باتیں میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن اُن کو یہاں
قلمبند کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اُن کی تھوڑی صحبت بھی اوٹھائی تھی وہ
اس قدر متاثر ہوئے کہ اون کے اخلاق و خلوص و محبت اور برگزیدگی کو تمام عمر نہیں بھولے
راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو اُن کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے
ان کے سامنے جب کبھی اون کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہوجاتے اور دیر تک نہایت
محبت اور عقیدت کے ساتھ اون کے اخلاق اور اون کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے۔
اِن میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے اون کی خدمت گاری کی تھی اون کا ذکر جب اُن کے
سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہوجاتا۔ اللہ اللہ
وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر اُون کے ملنے والوں کے قلوب میں دایماً
قایم رہا اِس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ کے مظہر تھے بلازمت قبول
کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر بزرگوں میں حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ دنیا دار خیال
کئے جاتے تھے مگر اون دنیا دار جیسے اِس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر نہیں آتے۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی اولاد -

حضرت شاہ وارث علیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولانا محمد اعظمؒ بن مولانا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں اور اون کی ہم جد تھیں - حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی - یہ بزرگ موضع میران بیگہ لکھاور[1] کے رہنے والے اور حضرت سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمدؐ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے - تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ اون کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز یہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے اون کی اولاد اِس موضع میں آباد ہے - حضرت شاہ وارث علی کے انتقال کے بعد اون کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور ۱۲۸۹ھ میں پیر بگہ میں انتقال کیا اور اُن کے قبر کے متصل دفن ہوئیں - حضرت شاہ وارث علی نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے - بڑی صاحبزادی کی شادی پیر بگہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت شاہ منور علی سے ہوی اون کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ رہے انہوں نے پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کر کے سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۳۱۶ھ میں اکہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اون کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم اُن کا جنازہ پیر بگہ لائے اور آبائی قبرستان میں دفن کیا - دوسرے فرزند حضرت سید شاہ حسین علی خاں بہادر تھے - اون کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع مکارم چک میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوی اونکی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

---

[1] موضع میران بیگہ لکھاور سادات کی بستی ہے - پیر بیگہ سے بیس میل جانب شمال بمائل بمشرق اور گیا پٹنہ ریلوے لائن کے اسٹیشن جہان آباد سے چار میل پر واقع ہے -

چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقرؔ تھے۔

سید شاہ حسین علی رح کی ولادت اور تعلیم اور قبول ملازمت

حضرت شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خان بہادر ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۰ ماہ نومبر ۱۸۱۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ پیشتر موضع کہرہ[ف] میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد سے مرید ہوئے اور سلاسل فردوسیہ اور ابو العلائیہ نقشبندیہ او چشتیہ اور قادریہ میں خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر بگہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں ملازم ہو گئے ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) میں جب غدر ہوا وہ ضلع سارن چھپرہ کے سب ڈویزن سیوان پر متعین تھے اون کے حسن انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچہری بلکہ سارا سب ڈویزن غدر کے آفات سے محفوظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری اون کو آرہ کے صدر سب ڈویزن پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرایض کو نہایت احتیاط سے انجام دیتے رہے لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۵۸ء (۱۲۷۵ھ) میں اوہنوں نے استعفاء دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا عذر پیش کر کے ۱۸۶۴ء (۱۲۸۰ھ) میں جب وہ بھاگلپور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفا دیا لیکن اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی۔ آخر کار ۳۵ پینتیس سال کی ملازمت کے بعد ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) میں پنشن لے کر خدمت سے سبکدوش ہوئے پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

ف موضع کہرہ گیا پٹنہ ریلوے لاین کے اسٹیشن بیلا کے قریب سادات کی بستی ہے۔

حضرت شاہ حسین علی کا حلیہ

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کشیدہ قامت متناسب الاعضا اور صبیح اللون تھے اُن کا سینہ چوڑا چہرہ کتابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور داڑھی گھنی اور لمبی تھی چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور برگزیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ اوس زمانہ کے تمام اقسام کے فنون سپہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم (جن کا حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے چند سال پہلے اون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس سے وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن دماغ کی قوت اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قایم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔

حضرت شاہ حسین علی کے اخلاق و عادات

وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور اُن کی صحبتوں میں بہت زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خبر لیتے رہتے اور اُن کی ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد کر کے اون کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور نہیں ہوئے اُون کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک پیالی چاء پی کر ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلتے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جاتے اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے گھروں پر جا کر اون کی خیریت دریافت کرتے نو بجے تک گھر واپس آتے اور چاشت کی نماز کے بعد پھر چاء پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آ کر بیٹھ جاتے اس وقت جو لوگ آتے اون سے ملتے چونکہ طبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

علاج بھی کر دیتے تھے اور اُن کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اون کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اوس کے گھر جاکر اوس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صائب الرائے تھے اس لیئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اون کو نہایت صایب رائے ملا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلبا کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ پیر بگہ اور اطراف کے بستیوں کے بہت لوگ اون سے مرید تھے اون کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے پنشن کے بعد اُن کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر ساڑھے نو بجے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظایف اور اشغال و اذکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آکر چاشت کی نماز پڑھتے اور چاء پی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلولہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شاہ حسین علیؒ کی اولاد اور اولاد کے فوت ہونے پر اُن کا صبر و تحمل۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو اللہ تعالی نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے بیٹی سب اولاد میں بڑی تھیں اون کی شادی قصبۂ اروؔل میں شاہ شجاعت حسین صاحب مرحوم سے ہوی اون کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ اروؔل میں سجادہ نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب میں بڑے شاہ عبد الغنی صاحب تھے اون کے بعد ہوی

ھ گیا سے آرہ کے راستہ میں اور گیا سے ۴۴ میل پر قصبہ سون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور مشایخین کی بستی ہے

محمد رشید پھر مولوی محمد نقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوی تھی۔ پنشن لینے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہوگئے اور اس کی وجہ سے آخر عمر تک سخت تکلیف اوٹھاتے رہے باوجود اس کے اون کے معمولات نماز روزہ ورد و وظایف اور اشغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت تک اِس حالت پر استقامت کے ساتھ قایم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن مصایب میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے ۱۲۹۸ھ میں اون کے چھوٹے فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اون کے بعد ان کے بڑے فرزند مولوی عبد الغنی (جو سررشتہ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے) انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اون کے نہایت محبوب فرزند مولوی محمد نقی (جو سررشتۂ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈیویزن اورنگ آباد پر متعین ہوئے تھے) ایک روز کچہری سے آ کر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اِس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پے در پے انتقال ہوا مگر اون کو ذرا لغزش نہیں ہوی اور صبر و استقامت رضا اور تسلیم کا دامن اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد نقی کا جس وقت انتقال ہوا اون کے چچا حضرت باقر قدس سرہ پٹنہ میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع اُن کو تار دے کر کی۔ اِن بھتیجے کو وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خبر کے سُنتے ہی بیتاب ہو کر بہر بگہر روانہ ہوگئے۔ عصر کے

وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمول برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور اُن کی بوڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جس وقت قدمبوسی کو جھکے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ نے فرمایا "ہاں ہاں باقر صبر صبر۔ جناب باری کا ارشاد یاد کرو فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی التجا کرو اور ثابت قدم رہو"۔ اللہ اللہ۔ پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے!۔ رضا اور تسلیم صبر و استقامت کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جا سکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت کے مصداق ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

حضرت شاہ حسین علیؒ کی رحلت

حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کی رحلت پیر نگہ میں ۱۳؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۱؍ اگست سنہ ۱۸۸۹ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے واقع ہوئی

نماز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اُس کے بعد پیر بگہ کی مسجد کے متصل دفن کیۓ گئے۔

اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اون کی عادت تھی کہ عشا کی نماز کے بعد وہ کھانا کھاکر سو جاتے تھے۔ جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اوس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز عشا کے بعد خدمتگاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جاۓ نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدھی رات کے کچھ بعد خدمتگار کو بلایا اور استنجا کرکے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو خدمتگار کو کہا کہ "تقی کو بلا لاؤ"۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور فوراً حاضر ہوۓ۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے اب میرا بھی وقت آچکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اوس کے بعد چند منٹ تک اون سے گفتگو کرکے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "تقی کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا" اونھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اس کے بعد آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا شاہ محمد تقی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونہوں نے حکم دیا کہ جاؤ باہر آسمان کو دیکھو وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سنکر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمام عمر نماز وقت پر پڑھی ہے آج جب مہلت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی یہ کہکر اونہوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھ گئے اور رنگرہاۓ عالم جاودانی ہوۓ۔

فرزندان حضرت شاہ حسین علیؒ

حضرت شاہ حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولوی

محمد رشید صاحب جو سررشتۂ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے زمانہ میں ۹ر شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۹ء کو دوشنبہ کے روز پیرنگہ میں انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمد تقی صاحب تھے اونھوں نے تکمیل علوم اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد پیرنگہ میں قیام رکھا اور کسی ملازمت کی جانب توجہ نہیں کی۔ اُن کی رحلت ۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۰ر فروری ۱۹۰۰ء چہارشنبہ کے روز پیرنگہ میں واقع ہوی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ مولوی محمد رشید صاحب لاولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب کے فرزندان پیرنگہ میں ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمد رضی مرحوم شب ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۹۴ھ مطابق یکم جون ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی غرض سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ میچگین کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۸ر سپٹمبر ۱۹۲۸ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا اُن کے سب میں چھوٹے بھائی مولوی سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں اُن کے پاس موجود تھے اونھوں نے تجہیز و تکفین کی اور جنازہ میں اوس شہر اور قرب وجوار کے شہروں کے رہنے والے ممالک غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی اور ہیں جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطلب کرتے ہیں اور دوسرے ملازم ہیں۔ مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ اون میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا جس کا نام محمود بختیار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار ہوا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا ہے

کہ دوا میں کسی طرح زہر مل گیا جس کے پینے سے اوس کی ہلاکت واقع ہوی۔ یہ بچہ حضرت باقرؔ کا نواسہ تھا اُس کے انتقال سے اون کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعات میں قطعہ (۲۷) اِسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلۂ قادریہ میں مرید کر کے قادریہ و چشتیہ و فردوسیہ طریقوں میں خلافت دی۔ اُون کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر اوہنوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلۂ فردوسیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسۂ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اور سندیں حاصل کی ہیں۔ طول اللہ عمرہ

حضرت باقر کی ولادت اور ابتدائی تعلیم

ملک الشعراء شہید محبت آلہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقرؔ علیہ الرحمۃ ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۹ ماہ جون ۱۸۳۱ء کو یکشنبہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت پیر بگہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ اُون کے سر سے اُٹھ گیا۔ والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اِس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اِس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقت مادری کے ساتھ اُون کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں اُون کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک اُون کو والدہ ماجدہ نے خود پڑھایا اُوس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنھوں نے گلستان تک فارسی پڑھائی

اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اونھوں نے صرف و نحو میں شرح جامی اور منطق میں شرح تہذیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔

اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری رجحان اور مناسبت کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اس زبان کی متداول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغات اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہوگئے اور شعر بھی کہنے لگے۔

فنون سپہ گری کی تعلیم

اُس زمانہ میں شرفا کی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اوسی طرح فنون سپہ گری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں لکڑی اور گتکہ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شریفوں کی ہر بستی میں اس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو ان فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ پیر بگہہ میں بھی اوس وقت اس فن کے ایک اُستاد مداری خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر گتکہ وغیرہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میر یار محمد صاحب پیر بگھوی نے جو اس فن میں نہایت کامل تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کامل کر دیا۔

میر کریم اللہ صاحب سے حضرت باقر کا فنون سپہ گری حاصل کرنا

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اُون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیر بگہہ کے قریب ایک موضع ڈیہی بیگہ میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کوڑا مارنے کے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پاسنگ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو افیون کھانے کا شوق تھا اور

افیونیوں کا اُن کے گھر پر مجمع رہا کرتا تھا لیکن افیونی ہونے کے باوجود اُون کی تہجد اور صبح
کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دُبلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسّی سال
کی عمر میں ۱۲۹۱ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ اس عمر میں بھی اون کے قوی ایسے تھے کہ انتقال
سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کراکر تھکا دیتے تھے
اُون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اون کے کمال کے عجیب عجیب قصّے میں نے
والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اُون کو قلمبند کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے
لکڑی اور گتکہ وغیرہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم اللہ صاحب
مرحوم مغفور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کر کے تیر اندازی شمشیر زنی
پھیک بانک بنوٹ، گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اس قدر
کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جو کچھ آتا تھا میں نے باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور
وہ میرے برابر ہو گئے"۔ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کُشتی کا فن بھی سیکھا تھا لیکن
اِس فن میں اُن کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے
اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں اِن دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی
باقی رہا ہو۔ حیدر آباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اون کے جاننے والے متعدد آدمی موجود
تھے اب یہاں بھی شاذ و نادر باقی رہ گئے ہیں۔ یہہ دو فن تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد
کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اون لوگوں کو جن کے حلم اور ضبط نفس کی توت
کی جانب سے استاد کو اطمینان ہو لیتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا
مہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم اللہ صاحب
مرحوم کے زمانہ میں اِس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اُون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور

اونھوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہوگیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک باریک ڈوریاں بٹ لی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاؤدم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نر انگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اِس چابک کو موٹی بیت کے دو فیٹ کے ٹکڑے میں اس مضبوطی سے باندھ دیتے تھے کہ کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

کوڑے سے مارنے کا ایک ناگوار واقعہ

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہوگئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اوس سے تھوڑے فاصلہ پر لب سڑک ضلع کا محبس واقع تھا اِسی لئے اِس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پرانا جیل خانہ ہے۔ دسمبر ۱۸۵۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر محبس کے سامنے سڑک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ انکو گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت تحکمانہ لہجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونھوں نے کہا کہ ہم تو سڑک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اوس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہوسکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سنتے ہی بے اختیار ہوگئے اور ایک کوڑا اوس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مار ڈالا اِس لڑکے نے گھوڑے کو" اور آواز کی جانب دوڑے

راستہ میں حضرت باقر ملے اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا "تم نے غضب کر دیا
اسی وقت اِسی حالت میں آرہ روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ" حضرت
باقر نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اسی گھوڑے پر اوسی وقت آرہ روانہ ہو گئے۔
اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیا سے آرہ تک کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام راستے سے
براہِ ٹکاری اَرول اور سہار بہتر ۷۲ میل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اَرول اور سہار کے
درمیان سون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے
اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقر شبا شب
چلے گئے گھوڑا قیمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آرہ پہنچا دیا۔ وہاں پہنچکر
بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر (جو آرہ کے صدر ڈیویژن پر ڈپٹی کلکٹر تھے)
کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس
ٹھہرالیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفام پر موٹی بانات کا اُوور کوٹ پہن کر
پہرہ دے رہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اِس قدر شدید تھا کہ اوس نے اُوور کوٹ اور گرم بانات
کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گہرا زخم ڈالدیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی
اوس کو اٹھائے گئے اور جیلر نے دواخانہ بھیجدیا۔ ڈاکٹر نے تلوار کے زخم کا صداقتنامہ دیا
اور حضرت باقر پر مقدمہ قایم ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقر
کی براءت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہوا کرتے
تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو
نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی
اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد اونھوں نے ایک مہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے

آرہ آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اُون کا ہاتھ چومتے رہے اور اونکے
کمال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اون کو اپنے پاس ٹھہرایا اور بہت خاطر و
مدارات کی وہ سپاہی جب تک زندہ رہے سال میں ایک دوبار آکر اوُن سے مل لیتے تھے
اور حضرت باقر اوُن کی انتقال کے بعد اوُن کی اولاد کے برسوں خبر گیراں رہے۔ اس واقعہ
کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں پھیل گئی اور "مولوی باقر صاحب کا کوڑا" جابجا
ضرب المثل ہو گیا اوس واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر کا فن پنجہ کشی حاصل کرنا اور اون کے استاد کا حال

حضرت باقر نے پنجہ کشی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔
اون کے استاد (راقم کو اُن کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے
آدمی درحقیقت نہایت عابد و زاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب رکھی
تھی۔ نہایت حسین اور خوش رو جوان تھے ہاتھوں میں مہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں
مسی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رکھتے تھے اور اسمیں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے
تھے زر کے کام کی ٹوپی گلبدن اور کامدانی کا کرتہ اور انگرکھا شروع کا پائجامہ اور زریں جوتا
پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اونہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگ اون کی جانب اچھا خیال نہیں رکھتے
تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر راقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے
لئے مقاما اسٹیشن پر کلکتہ سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اسُ
میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور و ناتواں دیکھکر
مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک
بنگالی عورت مبتلا ہوئی اور اوس نے ناجائز خواہش کا اظہار کیا قطعی انکار کی وجہ سے وہ بیحد ناراض
ہوئی اور اس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہو گیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

حالت خراب ہوی تو بارگاہ الٰہی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آچکی ہے تو اس قدر قوت مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں پہنچکر دو چار روز میں رخصت ہو جاؤں گا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اونہوں نے فرمایا کہ میری موت آچکی ہے اور چند روز میں تم سن لوگے'۔ بختیار پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اون کی موت اوس طرح ہوی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے"۔

حضرت باقر استاد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے تو اون کی والدہ سے اون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اون کی والدہ نے فرمایا کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں اون کو شب بیداری کی عادت ہو گئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہو جاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو سجدہ میں جاتے اور صبح تک اس قدر روتے کہ جانماز بھیگ جاتی تھی۔ چھت سے ایک رسّی لٹکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رسّی سے باندھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند نہ آئے۔ والدہ سے اونہوں نے اقرار لیا تھا کہ اون کا راز کسی پر افشا نہ کریں اور وہ متاہل بھی نہیں ہوئے اسلئے کہ اوس سے انکا راز قایم رہے گا اور نہ یکسوئی باقی رہے گی۔ اون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اون کے فرزند کی قبر پختہ کر دی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دیکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوی سب نے آکر دیکھا آخر اون کی والدہ کی اجازت سے

قبر بند کردی گئی اور پختہ نہ بن سکی

امراؤ خاں صاحب اور حضرت باقر کا ان سے بندوق بازی کا فن حاصل کرنا۔

سنہ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں حضرت باقر ضلع موتیہاری میں متعین تھے اور قصبہ ڈھاڑوا[1] اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بتیا گئے وہاں امراؤ خاں صاحب بھوپالی سے ملاقات ہوی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت باکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی جانب پیٹھ کر کے اور گولی بھری ہوی بندوق کندھے پر رکھکر کھڑے ہوجاتے درخت پر کوئی چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھرتے پھراتے وہ مہاراجہ بتیا کے پاس اِس امید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھکر وہ ملازم رکھ لیں گے۔ یہ مہاراجہ بہت معمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل کمال کے قدر داں تھے اور پرانے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خاں صاحب کے کمالات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے ملازم نہیں رکھ سکے اور معقول انعام واکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بتیا میں ملے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور اون کو اور اون کے بیات آٹھ ہمراہیوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر ڈھاڑوا آئے اور چار پانچ ماہ تک اون کو اور اون کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹھہرا کر اون سے بندوق کا فن سیکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہوکر امراؤ خاں صاحب آرہ آئے اور آرہ سے ڈمراؤں گئے۔ مہاراجہ ڈمراؤں نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر عمر تک رہے اور سنہ ۱۳۰۹ھ یا سنہ ۱۸۹۱ء میں وہاں انتقال کیا۔

بندوق بازی اور دوسرے فنون سپہ گری کے حاصل کرنے سے حضرت باقر کا منشا

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خاں صاحب سے بندوق کا فن سیکھا

---

[1] یہہ قصبہ بتیا سے چودہ میل جانب جنوب واقع ہے

تھا اور اُن کی اور اُن کے ہمراہیوں کی مہمانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف
کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس عمر میں اور اس قدر روپیہ صرف کر کے اس فن کو سیکھنے
کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اس لئے لوگ اور بھی زیادہ
متعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو اُن سے پوچھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے
بعد ایک روز اُن کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں
فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک
ہو سکے فنونِ سپہ گری کو سیکھے اور اون میں مشق کو قایم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد کے
شرف سے ہم بالکل محروم ہو چکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے
کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت
کام آئیں گے ورنہ جو شخص اون سے ناواقف ہے وہ یا تو پست ہمت ہو کر پیچھے رہ جائیگا
یا مفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم
ہوا کہ ان فنوں کو اس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں ان کی نیت کیا تھی سچ ہے
نیت المومن خیر من عملہٖ اور انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی

حضرت باقر کے استاد مولانا مہدی حسن رح اور استاد الاستاد قاضی القضات مولانا فضل الرحمٰن

حضرت باقر قدس سرہٗ کی عربی تعلیم ملتوی ہو گئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ منطق
اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد اون کو پیرگہ میں اون کی مرضی کے مطابق استاد
نہیں مل سکے مزید براں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو انہماک ہو
گیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اونھوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر
توجہ کی اور اون کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہ بزرگ موضع بیتھو
کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمۃ تھے اونھوں نے ابتدا کی درسی

کتابیں صوبہ بہار کے علما سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علما وفضلا موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علما میں سب سے زیادہ فاضل متبحر قاضی القضات مولٰنا فضل الرحمٰن بن مولانا محمد واجد بردوانی تھے۔ یہ بزرگ علم وفضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبدالرحمٰن چشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالتشئید فی مبانی کلمۃ التوحید ۱۲۶۹ھ میں لکھی اور ۱۲۷۰ھ میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا مہدی حسن علیہ الرحمہ کلکتہ پہنچکر اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتابیں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضات صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کرلی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولٰنا مہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھکر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہوگئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سب متداول کتابیں اون سے پڑھکر سند فضیلت حاصل کی۔ حضرت قاضی القضات صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کرلی تھی لیکن مہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑدی۔

حضرت باقر کا علوم عربیہ کی تکمیل کرنا

۱۲۷۲ھ میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے مولانا مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیرپگہ میں پڑھنا شروع کیا لیکن ۱۲۷۳ھ میں آرہ چلے آئے اور درس ملتوی ہوگیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آرہ سے پیرپگہ چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ سیوان سے

متبدل ہو کر آرہ آئے اور حضرت باقر بھی مولانا مہدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آرہ آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اون سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں۔ مولانا مہدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلوادی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آرہ میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کر کے بیتھو چلے گئے اور وہاں ۱۲۹۳ھ میں راہی ملک بقا ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً استاد اور شاگرد میں بے حد محبت ہو گئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اوسی قدر محبت اور توجہ سے مولنا اونھیں پڑھاتے تھے۔ حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم و فضل اور اُن کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاوں دبا کر اون کو بیدار کرتا وہ فوراً اوٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہو کر مطلب بیان فرما دیتے۔ حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اون کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اِس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا۔

حضرت مولنا مہدی حسن علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند مولنا عبد العلیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیتھو میں قیام فرما ہیں اور اون کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں۔

جمیع اقسام علوم پر حضرت باقر کی وسعت نظر

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب تحقیق عالم ہوئے۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور معقولات کی سب درسی کتابیں

اونھوں نے بالاستیعاب پڑھی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتادے عالمگیری اور فتادے قاضی خاں اور رد المختار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولنا عبد العلی بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے۔ تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا اونھیں موقع نہیں ملا۔ عقاید میں شرح مقاصد اور شرح مواقف مولنا مہدی حسن صاحب سے پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (قوشجی اور لاہیجی) کا مطالعہ کیا تھا اور جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں درسیات کے علاوہ شیخ بوعلی سینا کی شفا، اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراق استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میر باقر داماد کی اکثر تصانیف پر اون کو عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا مہدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری اور قاموس کا از اول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصۃ الحساب اور تحریر اقلیدس اور تشریح الافلاک اور شرح چغمنی اور محقق طوسی کی شرح مجسطی مولنا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب درسی کتابیں بھی قانونچہ سے قانون شیخ تک اونھوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں ان کے اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔ تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔ قوت القلوب۔ تعرف۔ رسالہ قشیریہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا جو تصوف اور سلوک اور حقایق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صدہا کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اِس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسایل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسری مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی مزاولت بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف خطۂ بہار میں بلکہ صوبہ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونھوں نے کبھی ضایع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی کتابوں کی اشاعت کا اونکیں بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علما نے ایک مجلس موسوم بہ "جماعت اشاعت علوم" قایم کی تھی جس کے صدر مولانا محمد وجیہ اور نائب الصدر مولوی سید کرامت علی الحسینی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہادر اور مولوی سید اعظم الدین حسین خاں بہادر (نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اِس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرایں جن میں امام جلال الدین سیوطی رح کی اتمام الدرایہ لقراء النقایہ اور ابن یمین کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت مسلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی

جس مسئلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون وچرا کی گنجایش نہیں ملتی ۔ میری عمر جب کم تھی راتوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے مسایل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا ۔ اوسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور اُن کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کرا دیا تھا "ایک بادشاہ تھا اوس کا نام تھا علم اوس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور تصدیق الخ"

منشی واصل حسین صاحب خوشنویس سے حضرت باقر کا فن خطاطی سیکھنا

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے ۔ اس فن کو اونھوں نے منشی واصل حسین صاحب سے سیکھا تھا ۔ یہ بزرگ آگرہ کے قریب کے رہنے والے تھے کسی وجہ سے وطن سے آرہ آئے اور یہاں متاہل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے ۔ آخر عمر تک وہ اسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۶ھ ہجری (۱۸۷۹ء) میں موضع دولت پور[1] میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ۔ اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں اون جیسا خوشنویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے ۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام الصدیق قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے ۔ اس حیثیت سے حضرت باقر سے اون کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق اون کو کمال توجہ سے کرائی تھی ۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ پنجہ کش خوشنویس نہیں ہو سکتا ۔ لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے ۔

حضرت باقر کا ملازمت قبول کرنا

غدر ۱۸۵۷ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر علیہ الرحمہ آرہ

---

[1] یہ موضع آرہ سے تین میل شمال کی جانب واقع ہے ۔

متبدل ہو گئے تھے اون کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا مہدی حسن
کو ہمراہ لے کر آرہ آ گئے۔ اس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب
کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ
لفٹیننٹ گورنر دورہ پر آئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو اون سے ملایا
اون کی وجاہت دیکھکر اور مقامی افسروں سے اون کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے
ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر اون کا کہنا ٹال نہیں سکے اور سنہ ۱۲۷۵ھ (سنہ ۱۸۵۹ع)
میں سررشتہ افیون میں اون کو گماشتہ کی خدمت دی گئی اور آرہ ہی میں متعین ہوئے
سنہ ۱۸۷۸ع میں اون کا تبادلہ ضلع موتیہاری میں بڑہروا کے مقام پر ہوا وہاں سے سنہ ۱۸۸۲ع
میں متبدل ہو کر پٹنہ آئے چار سال کے بعد اون کا تبادلہ گیا ہوا وہاں سنہ ۱۸۸۹ع (سنہ ۱۳۰۶ھ)
تک مامور بکار رہکر پنشن پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ اون کے اہل وعیال کی مستقل سکونت
آرہ میں تھی اس لئے پنشن لے کر آرہ چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کا حلیہ

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت متناسب
تھے۔ پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت
اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گھنے اور ملے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ
باریکی مائل تھے۔ دانت مسلسل اور ملے ہوئے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور
کتابی تھا داڑھی گھنی تھی جس کو وہ ترشوا کر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ
رکھتے تھے، سر کے بال بطریق مسنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر
اور داڑھی مونچھ کے بال سفید ہو گئے تھے اس لئے اوس وقت سے اونھوں نے خضاب
لگانا شروع کیا تھا اور سنہ ۱۳۱۱ھ (سنہ ۱۸۹۳ع) تک لگاتے رہے اون کے چہرہ سے حلم و وقار

رعب و شجاعت تقوی و برگزیدگی اور سرور و اطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتیلیاں پر گوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور باوجود پنجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سینہ بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اِس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آگیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دبلے ہوگئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہڑوا میں ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک تھیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونھوں نے اوس کو نہایت آسانی سے اوٹھا کر گاڑی پر رکھدیا۔ سنہ ۱۳۰۹ھ (سنہ ۱۸۹۲ع) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۳۱۳ھ (سنہ ۱۸۹۵ع) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہوگئی اوس سال پٹنہ میں ایک کحال سے ایک آنکھ قدح کرائی مگر قدح اچھا نہیں ہوا اور وہ آنکھ خراب ہوگئی اور پانچ سال تک اوس آنکھ میں درد رہا اور اونھوں نے بے حد تکلیف اوٹھائی۔ آخر کار شعبان ۱۳۱۵ھ (جنوری سنہ ۱۸۹۹ع) میں لکھنؤ جاکر ڈاکٹر عبد الرحیم سے جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونھیں نجات ہوئی۔ اِس آنکھ کی مشارکت سے دوسری بھی خراب ہوگئی اور قدح کے قابل نہیں رہی اِس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

حضرت باقر کا لباس

حضرت باقر قدس سرہٗ کا لباس تمام عمر ایک ہی وضع کا رہا سر پر سبز مخمل کی ٹوپی اور

و فرو عبا و کان فصیحا بلیغ الکلام الفاضل العلیم الحاج میرزا [illegible] علی
المکنی بابی المکارم و المتخلص مشرق ابن المرحوم میرزا بزرگ النوری
مازندرانی در اواسط عمر خود از گردش دوران چشمانش از حلیه نور
عاری گردید و در آن اوان از شدت ناچاری عازم و جازم بسفر
فرنگستان از برای مداوا شده در اواخر سنه یکهزار سیصد و چهار
از دار الخلافه باهره بعون خداوندیگانه حرکت نموده و در بین راه دست
توسل دامن خمسه طیبه صلوات الله علیهم زده که بعد از روشنائی چشم حدیث مبارک
کسا را انجلیه بنظم بحر متقارب درآورد و از برکت خمسه طیبه و بواسطه
معالجه یکی از حکمای حاذق فرنگ نور رفته بچشم باز آمد و در اواسط سنه
یکهزار و سیصد و پنج مراجعت نموده و از راه عشق آباد عازم باستان ملایک
پاسبان رضوی علیه الاف التحیه شد بعد از چندی مراجعت بمحل و مقر خود
نموده بر حسب نذر شروع بنظم حدیث مبارک نمود و این حدیث مبارک
بطریق نظم انشا و انشاد نمود و علاوه بر این قریب پنجاه هزار بیت در مدح
ائمه طیبه و مراثی انشاد نمود و خیال خود را عزم و جزم نمود که کلا را

[illegible] کا عمامہ جسم پر ململ کا کرتا اور اُس وقت کے وضع کا بند دار انگرکہ اوس پر عبا کبھی کبھی عبا کے نیچے عنبری [illegible] تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پائجامہ اور دہلی کا سادہ جوتا پہنتے تھے لباس اکثر بہت [illegible] چونکہ نہایت متناسب الاعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی [illegible] رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ بود و باش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن مکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذراسی کثافت بھی اونھیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونھیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھانا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکانے اور اچار اور مربے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاء پینے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چاء مل سکتی تھی منگائی جاتی تھی اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاء پیتے اور پلاتے۔ ناشتہ میں بسکٹ میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور اچھے فرش فروش کا شوق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اوس کے بعد محبت اور یاد الٰہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا ان چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ہٹتی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہوگئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر بستر کے خالی تخت پر سو جاتے۔ پان کھاتے تھے

لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد۔ حقہ تمباکو اور زردہ وغیرہ کا اونھیں کبھی شوق نہیں ہوا لیکن مہمانوں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تمباکو مہیا رکھتے تھے۔

حضرت باقر کا مذہب و مشرب۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی مشرب حنفی المذہب سنی تھے اور اہل سنت کے عقاید میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجماع امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) انی تارك فیکم الثقلین (خلیفتین) کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض وعترتی اہل بیتی وانہما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض

(۲) مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف عنہا غرق۔

(۳) اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم (۴) اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوہم غرضا من بعدی فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلافت اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے خلفائے راشدین اور اصحاب رسول کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے یہ رباعی گزری:۔

شرطست کہ بہر ضبط آداب و رسوم
زاجماع چگوی بعلی باز گرائے

خیز د بعد از نبی امام معصوم
مہ جائے نشین مہر باشد نہ نجوم

اس کو پڑھکر وہ بہت آزردہ ہوئے اور مکدر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آگیا مجھے بلایا اور بٹھا کر دیوان میرے جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھدیا کیا یہ صریح تبرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اونھیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور اُن کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعر ان کے دیوان میں نظر آئیں گے تاہم اون سے ضبط نہ ہوسکا اور اُسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جو اس دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

حضرت باقر علیہ الرحمہ صوفی تھے چشتیہ طریقہ میں اون کو بیعت تھی اور چشتیہ وقادریہ میں اون کو خلافت تھی۔ صوفیوں کے تمام سلاسل حضرت سیدنا امیر المومنین امام المسلمین علیؑ ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ اونہیں کی ذات پاک ہے اس لئے بمقتضائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اوس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریف قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کو یاد دلا دیتے ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:۔

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت سے حضرت باقر کی عقیدت و محبت۔

باعترت و اصحاب بود روئے نیازم	دربارگہ آل نبی بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محصول	دانم کہ سگ درگہ صدیق رض و امیرم رض
از دست برد دل خبر ما طلع الشمس[1]	ہم مست کند زمزمۂ خم غدیرم[2]

---

[1] اشارہ ہے اس حدیث شریف کی جانب:۔ ماطلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵۲)

تنگ آمدم زشورش روباہ سیرتاں
فریاد من بحضرت شیر خدا اگر شنفت

بر سرم مشکلشا دوشینہ آمد از کرم
مشکل ما راز لطف خویش آساں کرد و رفت

ہیبت شان رخت لشکر قیصر شکند
زور بازوئے تو شاہا در خیبر شکند

فیّاں زلطف بہ نظارۂ رخت آیے
دلم بہجر تو یا بو تراب می سوزد

نصیب اوست فردا جام کوثر
کسے شد مست عشق حیدر امروز

گذشت عمر و نہ شد سرمہ قسمت چشمم
نہ گرد راہ شہنشاہ بو تراب دریغ

مرید حضرت عشقم بخود ہمی نازم
کہ حب آل عبا ہست دین و ایمانم

بندۂ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ
سجدہ گاہ ما بود محراب ابروئے علیؑ

میکشی ما را سوئے جنت نمیدانی مگر
ما ہمہ ہستیم رضواں ساکن کوئے علی

آتش دوزخ چہ سوزد یک سر موئے مرا
رشتۂ جانم بود از تار گیسوئے علی

فرض شد بعد از نبی بر وے درود و ہم سلام
فرض شد ہم بر مسلمان عشق بارو‌ئے علی

کشف شد سر خفی بد بسم اللہ تمام
نقش شد تا در دل من بیت ابروئے علی

(و فی روایت خیر من عمر) (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ فردوسی نے شاہنامہ کے دیباچہ میں جہاں خلفاے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کر کے کہا ہے ؎

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی
خداوند امر و خداوند نہی

کہ خورشید بعد از رسولاں مہ
نتابید بر کس ز بوبکر بہ

۱۱ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر مقام ہوا وہاں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کے شان میں ارشاد ہوا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

پایگاہِ عشق را در غایت قصوی رساند عاشق روئے نبی شد عاشق روئے علی

باقر از سیر جہان فرسودہ شد پایم عبث بعد ازیں دست من است و دامن کوئے علی

حضرت باقر کا تعصب سے نفور رہنا۔

حضرت باقر قدس سرہ سنیت اور حنفیت میں نہایت پختہ تھے لیکن تعصب سے نہایت نفور رہتے تھے۔ کتب بینی کا اونھیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے معذور نہیں ہوئے تھے اور انجذاب باطنی نے اون کو کلیتہً محو فی الذات نہیں کر دیا تھا فرصت کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت اُن کی نظر سے گزری تھیں لیکن ایسی کتابوں کا مطالعہ صرف تفنن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات و عقائد و دلایل کے معلوم کرنے کے لیے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے اون کو ہمیشہ نہایت نفرت رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر اون کے سامنے گفتگو شروع کرتا اوس کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقد علیہم بزرگوں کے خلاف شان کسی بات کے سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے اوسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالنی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہ آیت تلاوت فرماتے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۂ انعام)۔ اون کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے تھی نہایت مخلصانہ تھی۔ اون کے دوستوں میں ہندو انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آرہ میں سادات بلگرام کا ایک خاندان آباد ہے ان لوگوں سے اون کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ اُن میں سے ایک بزرگ سید حسن عسکری صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صفیر صاحب اون کے

عمر میں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نورالحسن صاحب عرف نواب میاں بلگرامی اور اُن کے بھائی سے اونھیں اس قدر محبت تھی جیسے اوس زمانہ میں سگے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر کا اپنے بڑوں چھوٹوں اور دوستوں کے ساتھ طرز معشرت

حضرت باقر اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے خدمت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجالاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے تو بہت مودب ہو کر دو زانو بیٹھتے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدمتگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحب اون کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے رُوبرو مودب بیٹھتے اور ناشتہ اور چاء سے اون کی تواضع کر کے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اوس کا عشر عشیر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی بزرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کہلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قایم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت با ادب اور چھوٹوں کے سامنے باوقار رہتے تھے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور اخلاص سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محظوظ کیا کرتے۔ آرہ میں سالہا سال تک یہ معمولی رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس بارہ دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں پناہ علی[۱۳] مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھتے دوزانو یا چار زانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھتے۔ اون کی مجلیس ہر قسم کی غیبت اور لغو اور فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی آلودہ نہیں ہوی۔ اجلاف اور اراذل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اوس کی باتیں سنکر اوس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر کی سخاوت

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتامی، مساکین اور

۱۳؎ میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہسرام کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آرہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار نوازی اور گانے میں نہ صرف صوبہ بہار میں بلکہ دور دور اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سایل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی مہمان آتا تو بہت خوش ہوتے اور اُس کو احترام اور آرام کے ساتھ ٹھہراتے اور بہت خاطر و مدارات کرتے۔ حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فرید شاہ وارثی صاحب سلمہ آبگلہ[1] کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ ۱۲۹۸ہجری (۱۸۸۱ء) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹری کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ (۱۸۸۲ء) میں جب حضرت باقر کا بڑھرواسے پٹنہ تبادلہ ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں اونھوں نے حضرت باقر کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو اونھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں:۔ "...۱۸۸۲ء میں داداصاحب رح (یعنی حضرت باقر) پٹنہ آگئے.... اوس وقت مجھ سے ایک نہایت خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب داداصاحب کی ملاقات کو آئے سوء اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی شال کا ایک چغہ دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لئے میں واپس لایا خفگی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا 'میں نے تو کہدیا تھا جو کچھ بھی دام ملیں بیچ لاؤ'۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں خرچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے...." حضرت باقر کو تین گاؤں بلاشرکت غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ اونہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے نتیجہ کارگزاری پر سالانہ کمیشن بھی وافر مقدار میں ملا کرتا تھا لیکن انھوں نے اون اور

---

[1] گیا کا شہر پھلگو ندی کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ اس ندی کے شرقی کنارہ پر موضع آبگلہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کی قرابت داری ہے۔ شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہیں سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پر ایوں یتیموں اور بیواؤں فقرا اور مساکین پر سب کچھ صرف کردیا یہاں تک کہ پیر گھر گیا اور آرہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکانوں میں کاٹا۔

حضرت باقر کی شجاعت

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور اُن سے بیباکانہ ملا کرتے تھے اس لئے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی دیسی فوج باغی ہو کر آرہ آئی اور آرہ میں غدر ہو گیا انگریز حکام ایک[15] مکان میں متحصن ہو گئے۔ مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آرہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اُون کے ساتھ اُس مکان میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت باقر اوس وقت آرہ میں تھے اور گو اون کی عمر اوس وقت صرف چھبیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے بریں ہم آرہ کے مُسلمان عہدہ داراون کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آرہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہو سکے اِس ضلع کی حد کو عبور کر کے اَردل پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اُسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آرہ سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جا رہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنور سنگھ کے علاقہ کے ساٹھ ستر راجپوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکالکر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمایش کی۔ لیکن جب اون لوگوں نے حملہ ہی کرنے

---

[15] یہ مکان اب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آرہ ہوس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تختی پر اون تمام انگریز اور دیسی آدمیوں کے (جو اس میں متحصن ہوئے تھے) نام کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔

کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی
سب بھاگ گئے۔ اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونھوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا
اون کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک
وقت حضرت باقر گیا سے آرہ تنہا یکہ پر آرہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکایک گھیر لیا
وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں
جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر کا زہد اور اعراض عن الدنیا

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز دنیا طلبی سے بالطبع نفور تھے۔ جب بہت مجبور کئے
گئے تو نوکری قبول کر لی تھی لیکن مدارج اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اوس
جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے۔ جس زمانے
میں بڑہروا میں تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونھوں نے شکریہ ادا کیا اور قبول
کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت
اوسی پر رہے۔ ۱۸۸۹ء میں جس وقت اونھوں نے پنشن لی اوس وقت تک اون کی موروثی
جائداد بالکل جا چکی تھی اوس کے باوجود اونہوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور
گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونہوں نے معذرت
کیا اور انکار کر دیا۔ دنیا داری کی صورت میں رہکر زہد و اعراض عن الدنیا کی ایسی مکمل شخصیت
دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونھوں نے دنیا کی جانب سے کنارہ کشی کا اشارہ کیا ہے یہاں دو شعر
نقل کئے جاتے ہیں ؎

قانع بماندہ است بنانِ جوین خشک — باقر برائے جیفہ دنیا ز جا نرفت
باقرا رحمت حق باد بر آنکس کہ چو من — طالبِ جیفہ دنیا و زر و مال نشد

مظفرالدین شاه قاجار

بحلیهٔ طبع درآورد و این عزم را در اواخر سنهٔ یکهزار و سیصد و ده بموقع

ولی بمفاد هر آن نقش بر آرد زمانه و نبود یکی چنانچه در آیینه تصور ماست

در اواخر شهر صفر یکهزار و سیصد و یازده داعی حق را لبیک اجابت گفته

و این خیال و آرزو را بدل خاک برده و در آستان مبارکه علوی بناهیده

مدفون گردید و این بنده را چون ترتبی و تبحری نبود لازم افتاد که حتی

المقدور در انجام مرام آن حکیم فاضل کوشیده نامی از آن نحریر عالم

بر صفحهٔ روزگار بگذارم علیهذا در زمان سلطنت خسروی که خاتم خلافت بنگین

وجود عالم آرایش زینت یافته و تاج سلطنت از فرق فرقد سایش سرا شرف

جسته پادشاهی که انگشتر سلیمانش در انگشت و بساط جمشیدش در پشت هو السلطان

الاعظم و الخاقان الاکرم شهریار زمان و خدیو دوران جمشید مهر جام

و خورشید انجم احتشام شهنشاه ثریا تاج کشورگشای توران باج سلطان

عدل گستر جهاندار رعیت پرور السلطان بن السلطان بن السلطان بن السلطان

الخاقان بن الخاقان بن الخاقان السلطان خلد الله ملکه و سلطانه

واطاعه الافلاک و الادوار		ملک تواضعت الملوک لعزه

حضرت باقر کا حلم اور عفو

حلم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مذہبی معاملات میں بالکل بے تعصب ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اور جس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اُس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہوسکتی ہے نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہوسکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن بمقتضائے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کبھی کبھی اون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جنہیں اون کے بعض عزیز بھی تھے اونھیں مسلسل سالہا سال تک بے حد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر اونھوں نے اِن لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اور ان کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو اِن معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو ؎

از خدا دان خلاف دشمن و دوست کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیر نگہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابوالحسن[1] صاحب مرحوم و مغفور اوس وقت اتفاقاً پیر نگہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچی۔ صحت کے بعد ہر چند

---

[1] یہ بزرگ قدیم زمانہ کے کلکتہ کے پاس کئے ہوئے ڈاکٹر تھے اور گیا میں مطب کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ منور علی صاحب کے (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہمشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔

لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنۃ لخت جگر سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اوس وقت بقید حیات تھیں استفسار فرمایا لیکن اونھوں نے ماں کے قدموں پر سر رکھدیا اور بہت عجز سے آبدیدہ ہو کر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قراین سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اوس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے لاپروائی کا اظہار اونھوں نے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

زبس گردید صلح کل سرشت طبع بے کینم | نہ دارم فرقے اندر دوستان و دشمنان خود
بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست | کسیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانۂ روزگار تھے سخت سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے اور اوس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پرسی کرتا تو الحمد للہ ایسے صمیم دل سے کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر بشاشت دوڑ جاتی تھی۔ سنہ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پسینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اوس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۴ھ

(۱۸۸۷ء) میں اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی سنہ ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اوس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے رہے۔ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوئی تھیں لیکن باوجود اس قدر تکلیف کے جو اونھوں نے اوٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی ذات میں جس قدر فنائیت تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوی اون کی قلب پر کیا گزری اوس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کہا سکے اور نہ پی سکے اور نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر کو پیر کی تلاش

حضر باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتداے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشو و نما ہوئی۔ اون کا فطری رجحان بھی اوسی جانب تھا۔ اُون کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں اچھے

اچھے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اون سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی ہے پیر و رہبر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے۔

مرد کامل کی شناخت مبتدی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اِس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر لحظہ و ہر آن بارگاہ الٰہی جل شانہٗ میں شیخ کامل کے ملنے کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پر اگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہبر لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہو تاکہ وہ مرید کی تربیت کما حقہ کرسکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے۔

(۱) قرآن وحدیث وفقہ وعقاید کا عالم ہو

(۲) اہلِ سنت وجماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط وتفریط و بلا تعصب پورا پابند ہو۔ اوس کے اوقات معمور ہوں اور فرایض و واجبات وسنن ونوافل ومستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور مکروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو۔

(۳) اوس کا مسلک اور سلسلہ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی صحیح الاجازت ہو۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب و سنت سے واقفیت نہ ہوگی تو احکام الہی اور سنت نبوی کی اتباع کیونکر ہو سکے گی اسی لئے بزرگان سلف مرید کو باصرار تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے بریں ہم عرفان الہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے اُن لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور اُن کی مثال حجت نہیں ہو سکتی"۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جایں تو اون کے ہاتھ پر بیعت تو یہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیر طریقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تا کہ مرید کو سلوک باطن میں سیدہے راستہ پر لیجا کر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن اِن کمالات باطنی کا پہچاننا مبتدی کے لئے محال ہے اور صرف فضل آلہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کامل کو پا سکے وہ یہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہیئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) اون کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہیبت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اللہ جل شانہٗ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحبتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہیئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصّہ ہے اور اوس کی باطنی تکمیل

اون سے ہوسکیگی اور اگر یہہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اوس کو بدعقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہہ سمجھنا چاہئے کہ اون کے یہاں اوس کا حصہ نہیں ہے۔

کمال باطنی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت آلہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الرسول۔ محبت آلہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اُسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ آلہی کے ساتھ ہوتا جائیگا۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اوس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ سرہ العزیز کی شہرت صوبۂ بہار میں بہت ہو رہی تھی۔ وہ حضرت سیّد ابوالعباس سعید الدین قمیصی القادری الملقب بہ سیّد صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سید صاحب قدس سرہ قصبۂ ساڈھورا کے رہنے والے اور حضرت قادر قمیص علیہ الرحمہ کے سلسلہ سے حضرت سیدنا سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے ساڈھورا سے دہلی تشریف لائے۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل سنہ ۱۱۶۰ھ میں حضرت مولٰنا فخرالدین محبُ النبی چراغ چشت قدس اللہ تعالی سرہ العزیز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لا چکے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ اُن کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

مدرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہو گئے، اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولٰنا علیہ الرحمہ نے سید صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبرویہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ محب اللہ بخاری سے ملتے آنا۔

حضرت غواص بحر ولی مع اللہ سید شاہ محب اللہ بخاری علیہ الرحمۃ کا مولد اور مسکن بخارا تھا۔ تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور جا بجا سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آکر اونھوں نے حضرت مولٰنا فخر الدین محب النبی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دہلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ محب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہو گیا تھا۔ جب حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ پیر سے رخصت ہو کر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولٰنا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے نام کا خلافت نامہ لکھکر انھیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیجیو۔

پیر سے رخصت ہو کر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹھہرے تھے کہ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہو گئی اور اُن سے حضرت مولٰنا فخر الدین محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اوسی وقت اونھوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہو گئے۔ پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے

بخارا پہنچے اور حضرت سید محب اللہ بخاری سے ملے اونھوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ اونھیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے پورب کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھوٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع بردوان کے قصبہ میاپور تشریف لائے اور وہاں کے ایک ذی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمد صادق صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور اون کے ہمراہ اون کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ اون کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی۔ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اُن کے متعلق اون کے والد کو بہت بشارتیں دیں۔ چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ میاپور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام اصدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہوگئے اور اون کے ساتھ اون کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت اون سے حاصل کرکے درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی اونھوں نے تمامتر پیر ہی سے حاصل کیا۔

اثنائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چاٹگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر پیناگ پر پہنچکر جہاز ایک مہینے تک ٹہرنے والا تھا اِس لئے حضرت جہاز سے اتر پڑے اور وہاں بیمار ہوگئے اور ۲۷ صفر ۱۲۴۸ھ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت نامہ

لکھدیا تھا اوس میں اونھوں نے تحریر فرمایا تھا "فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتیم و قایم مقام خود کردیم وہمہ اشیائے مملوکہ خود را باو دادیم و عطا کردیم ہر کہ از مریدان و مسترشدان و خلفایان من ہمچو من بداند او از من مرتد است"۔

پیر کے رحلت کے بعد اون کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریاپور میں مقیم ہوئے اون کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواوان کے زمیندار میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم پٹنہ آکر اُن سے مرید ہوئے اور باصرار تمام حضرت کو جمواوان لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع اَمارت جا کر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد صادق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواوان باصرار تمام اونھیں واپس لائے۔ اِس قریہ کے متصل میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم نے چند بیگہ زمین حضرت کو نذر دی اونھوں نے اِس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی چمن بیر بگہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی بردوان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں اون کی رحلت ہوی۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ تعالی سرہ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گر بزرگ تھے۔ مجمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف تھے فن قراءت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایمہ متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

---

[1] یہ قریہ قصبۂ بہار شریف سے ١٦ اسولہ میل مغرب کے جانب ہے۔

علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقایق و دقایق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اونہیں دیا تھا۔ اوُن کے ایک مرید مولوی شبیر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے اون کی خدمت میں ایک عریضہ "متضمن استفسار حقایق آیت نور" بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اِس آیت شریف کی نہایت عارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک "نور" کے معانی کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا:۔

"وایں چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر 'نور' از نور دل است و اگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و متکلم کردہ میشد ہمانا دفترے می ارزید و ازین است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا لطوالت نکشد و آں خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ والحمد للہ علیٰ ذالک کہ سالے چند برآمد کہ جمال معانی قرآں را نمودہ بودند و پیالۂ دل را از بادۂ اسرار قرآن لبالب کردہ بودند......"

ماسوئ اللہ سے انقطاع تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے حال میں اونھوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے اوس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن میں نے متعدد ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے بستر پر بیٹھے ہی ہوے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اِس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اون کے کمالات کا اندازہ کون کر سکتا ہے اون کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر طریقت اون کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ اون کے یہاں سماع کی مجلسیں اونھیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

در سنه یکهزار و پانزده هجری در شهر شعبان المعظم این حقیر فقیر اقدام بطبع و نشر این حدیث مبارک نمود امید است در نظار مطبوع افتد

من الله التوفیق و علیه التکلان



کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر صوفیہ کا عمل تھا۔ اون کی سماع کی مجلسوں میں مزامیر کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ قوالوں کو باوضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اونھیں بھی باوضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی القلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کرسکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمایش کرسکتا تھا۔ اون کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور مستفید ہو کر اوٹھتے تھے۔ اون کے مرید باہم دیگر اس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اوس زمانہ میں سگے بھائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اون کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اون کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اُون کے خلفا کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صدہا شعراء کے دواوین اون کی نظر سے بالاستیعاب گزرے تھے۔ شعرفہمی میں کم کوئی اون کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف تحریر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی اونھوں نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ کو بروز چہار شنبہ عصر کے وقت ہوی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کیے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوی اوس روز حالت میں کسی قسم کا

تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اونکی خدمت میں اون کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہد حسین صاحب اور حضرت کے بھائی مولٰنا شاہ بشیر الدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب بہ ملا سرمست علیہ الرحمہ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور نماز کے تہیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ اُن کے حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہٗ نے مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی علیہ الرحمہ[۸] کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے حالات کو بالتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جستہ جستہ مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خط میں یہ لکھکر کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ شاہد حسین صاحب و شاہ بشیر الدین صاحب و ملا سرمست صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ یکایک" پرسیدند کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے، حضرت عمی (یعنی مولوی بشیر الدین صاحب) عرض کردند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا سرمست) عرض کردند کہ 'اکیسویں'، بمجرد شنیدن فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف مایل بطور مراقبہ بالمعنی العام المطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ٹلنا نہیں چاہئے'۔ ... من بعد سر مبارک بل خد شریف خود بہ تبادر تمام و ناز تام بر کف دست راست نہادہ بہ راحت تمام آرام فرمودند" اس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

---

[۸] یہ بزرگ، پٹنہ کے محلہ منگلپورہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت متبحر عالم تھے۔ مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے شاگرد رشید تھے۔

"یکایک خبر از حویلی مرۃً بعد اُخری در رسید کہ حالت حضرت سرکار دگرگون است ما یان از خود رفتہ بے سروپا دویدیم و بچشم سر معاینہ کردیم و بشہادت قلب خود موسن شدیم کہ بندگی حضرت ایشاں بطبیب قلب بعیں راحت کلمہ شریفہ اللھم الرفیق الاعلیٰ متوجہ الی الملاء الاعلیٰ میسرانید ...... بالجملہ بعد وصال حضرت ایشاں چادرے ہم اگرچہ پارینہ بودہ باشد در بقچہ جناب ایشاں بہم نرسید کہ آں جسم نازنیں را یک شب بپوشانیم جز چادرے کہ در مرض شریف در خدمت بود ...." دوسرے دن بست دوم رمضان کو بوقت ظہر" در غسل شریف خیار ناس مثل جناب مولوی نور محمد صاحب و جناب مولوی شہود الحق صاحب ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و امثال ایشاں کہ بسط آں خیلے بسیط است والوقت لا یسعہ حاضر بودیم و از شرف ایں سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب آنچہ در آں روز رونمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد والامر قد وقع مراراً کثیرۃً بشہادت من الاثبات والاثقات و ہمہ اعضائے مبارک مشابہ کودک دو سہ ماہہ زندہ ملایم بودہ است ..... و از اعاظم خرق عادات حضرت قدس سرہٗ ..... ایں بود کہ از روز اول تا روز ثانی وقت غسل در رگہائے گردن شریف و در قلب شریف و ہم در محاسن شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضرب محسوس میشد ......

(و از اجتماع مردم) معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و باوجود منع بسیار ہنود ہم برائے تبرک باز نماندند از انداختن گل چنانکہ رسم ایں دیار است۔ چنانچہ ما یان مستقبل قبلہ نماز میخواندیم ایشاں جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند..."

اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبوی کی

اتباع کو اس درجہ کمال تک پہنچا یا تھا جس سے بالاتر اس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پر ڈالی جا سکے اوس کے فقر کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف اخص الخواص اولیاء اللہ ہی میں پائی جا سکتی ہیں۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت کے وصال کا مادۂ تاریخ بھی خوب ہی ملا الفقر فخری (سنہ ۱۳۰۱ھ)۔

حضرت شاہ قیام اصدق علیہ الرحمۃ نے اولاد ذکور میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولانا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرات میں بے مثل تھے زہد و تقوی فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونہ تھے تمام عمر مجرد اور عما سوی اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سے مرید ہوئے تھے اور شب سہ شنبہ ۲۷ صفر سنہ ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطائے خرقہ سے مشرف ہوے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادۂ ارشاد پر متمکن رہکر ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ کو رہگرائے عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقوی میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے بیعت اور خلافت اون کو والد بزرگوار سے تھی لیکن تمام عمر کسیکو مرید نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب یکشنبہ ۱۱ ماہ صفر سنہ ۱۳۵۵ھ کو جمواوان پرگنہ میں اون کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جنود الحق صاحب تھے جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے۔ حضرت شاہ شہود الحق صاحب نے حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب طول اللہ عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادۂ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیر و رہبر کامل کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء) میں غدر کے فرو ہونے کے بعد اونھوں نے آرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آرہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوئے تھے حضرت باقر اونکی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے اور گرویدہ ہو گئے۔ گرویدگی جلد جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب ۱۲۸۵ھ میں پھر آرہ تشریف لائے حضرت باقر اون سے سلسلہ علیہ چشتیہ فخریہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آرہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ میں (جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا۔ کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آرہ کے عمائد کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سر برآوردہ حضرات شریک ہوئے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب۔ منشی اقبال حسین صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب خوشنویس۔ خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص۔ چودھری غلام قادر صاحب۔ چودھری عبد الرحمٰن صاحب چودھری صفدر حسین صاحب

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت سے حضرات حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی جسقدر جوشش عقیدت سے اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اوسی قدر پیر کی شفقت محبت اور عنایات اون پر مبذول ہوی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہٗ بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ "جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہ نے بھائی صاحب (یعنی حضرت باقرؒ) کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوی۔ اپنے روبرو بٹھا کر اون سے اذکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے"۔ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:۔

"حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ ایک بار آرہ تشریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ ہم روزانہ عصر کے بعد حاضر ہوا کرتے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہٗ کے پاس دیر ہوگئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا "بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو"۔ سائباں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اندر دالان میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہونگے کہ میرے کانوں میں ایک بھیانک آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوی۔ ہم اوٹھ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر پلٹے اور مجھ بیٹھا دیکھ کر

فرمایا "کون ہے۔ بھائی باقر" ہم نے مودبانہ عرض کیا "غلام ہی ہے"۔ فرمایا "تم نے دیکھا ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب تم بھی اسی طرح کیا کرو"۔ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو بہ تفصیل ارشاد فرمایا"۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے کی اور اونھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور کمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ پیر کی تعلیم سے فائدہ اوٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجائش ہے۔ آرہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو شہیدوں کے مزارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان مزارات سے دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سُن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں تنہا چلے جاتے اور اون مزارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے یہ معمول سالہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد کبھی سوتے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر ہی بیٹھے ہوئے صبح کر دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی

ستمبر ۱۸۹۵ء میں روڑکی سے جہاں میں انجینیرنگ کی تعلیم پا رہا تھا تعطیل میں آرہ آیا تھا۔ ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے سفال پوش چھپر کا ایک حصہ یکایک گر پڑا۔ میں دوسرے سائبان میں کچھ فاصلہ پر سو رہا تھا

آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے نماز پر بیٹھے ہیں چونکہ بقیہ حصّہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے اون کو اوٹھا لیا او باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی ستائیسویں تاریخ کو اپنے پیر و مرشد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۴ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد یکشنبہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اون کو سلسلہ علیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبرویہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اوس کے ساتھ "شاہ شہید المحبت چشتی" کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس ۱۹ سال تک مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرنے کے بعد اوس روز اونھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو اونھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لیے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام و کمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں سلسلہ چشتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سر صفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھدی جاتی ہیں۔ وَھُوَ ھٰذا :۔

(نقل خلافت نامہ صفحہ (۷۷) پر درج ہے)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصۡلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُھَا فِی السَّمَآءِ

ھٰذہ الخلافت فی الطریقۃ العالیۃ الچشتیۃ من مشایخنا رضوان اللہ علیھم اجمعین ۃ

۱۲۸۰
نبی
غلام خواجہ ہند الولی عطائے
نبی
قیام صدق چشتی صادقی فخر

زقول کلمہ طیب بصدق تمام
کنی
نبی
زخویش بصادق قیام دوام

۱۲۹۲
مہر چشتیہ فخریہ صادقیہ
مریداں را بود حامی و پشتی
حبیب اللہ معین الدین چشتی

الحمد للہ الذی اصطفٰی اٰدم بالخلافۃ فجعلہ خلیفۃً فی الارض جمیعا ثم تم الخلافۃ باشرف اولادہ محمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تسلیما۔ ثم جعل فی امتہٖ خلافۃً فی الظاہر وخلافۃً فی الباطن وخص بعضھم بخلافت الظاھر وخص بعضھم بخلافت الباطن وخص بعضھم ظاھرًا و باطنًا جمیعا کخلفاء الراشدین ھادیا و مھدیا۔ فجل من منّ علی الخلق بخلق وجود من لولاہ لم یخلق الخلق

سب تعریف ہے اللہ کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ برگزیدہ کیا پس اونکو تمام زمین پر خلیفہ کیا پھر اوس نے تمام کیا خلافت کو اون کے بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفٰی سے جن پر اللہ نے درود بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجنے کے پھر معین کیا اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن میں اور اون میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہری سے اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور خصوصیت دی اون میں سے بعض کو ظاہر اور باطن سے ایک ساتھ جیسے خلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس بزرگ ہے وہ جسنے مخلوق پر احسان کیا اوس وجود کو پیدا کرکے جو اگر نہ ہوتے

من العدم وخلق من نوره نوره وخلق
الخلق من نوره فهو صلی الله علیه وآله
وسلم مظهره الاتم۔ فصلوته وسلامه
علیه وعلی آله واصحابه تشریفاً وتعظیماً
اما بعد فهذه الخلافت فی الطریقت
العالیة الچشتیه من مشایخنا رضوان
الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔ فیقول العبد
الراجی بمغفرت ربه القوی العلی العاصی
قیام اصدق الصادقی الچشتی
عفاء الله عنه وعن اسلافه قد جاء
الینا اخونا ومحبنا وخلیفتنا سید شاه
محمد باقر علی وطلب منی الاجازت
الطریقة العالیة الچشتیة من مشایخنا
رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔ وانا
اخاطبه بشاه شهید المحبت چشتی
فاجزته ورخصته لسائر الخلفاء و
المریدین والبسته من لباس مشایخنا۔
نرجو من الله تعالیٰ ان یلبسه لباس
التقوی والورع۔ کما اجازنی ورخصنی

تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اوس نے اپنے
نور سے اون کا نور پیدا کیا اور مخلوق کو اون کے نور سے پیدا کیا پس وہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس کے مظہر اتم ہیں۔ پس درود ہو اور سلام ہو
اوس کا اون پر اور اون کے آل واصحاب پر از روئے تشریف وتعظیم کے ہمیشہ
اما بعد پس یہ خلافت ہے طریقہ عالیہ چشتیہ میں ہمارے
مشایخین سے خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر پس
کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب قوی برتر کی مغفرت کا گنہگار
قیام اصدق الصادقی الچشتی اللہ
اوس سے اور اوس کے اسلاف سے درگزر فرمائے
کہ آئے ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے
محب اور ہمارے خلیفہ سید شاہ محمد
باقر علی اور طلب کی مجھ سے اجازت طریقہ عالیہ
چشتیہ میں (جو) ہمارے مشایخین سے (آرہی ہے)
خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر۔ اور میں خطاب
دیتا ہوں اون کو شاہ شہید المحبت چشتی کا
پس میں نے اجازت دی اون کو اور اذن دیا اون کو
واسطے جمیع خلفا اور مریدین کے اور ہمارے مشایخین کے
لباس میں سے اون کو میں نے لباس پہنایا۔ میں امید رکھتا ہوں
اللہ تعالیٰ سے کہ اون کو تقوی اور ورع کا لباس پہنائے

بسم الله الرحمن الرحیم

سخن سخته از نام ایزد نخست — کز او چاره بیچاره را چاره جست

نخستین پی افکن بنای سخن — بنام خداوند بیخ و بن

ز نامش پی این همایون بنا — بکشتی بود تا قیامت بپا

نخواند چو خواننده نامش کتاب — بسوزد باتش بشوید بآب

بشوینده آتش بشوید نخست — بسوزنده آتش بسوزد درست

چو آغاز و انجام ایام اوست — باغاز و انجام نامش نکوست

بنام خدا نامه آغاز کن — دَرِ دُرج دُرّ دری باز کن

بنامش همه نامه آکنده کن — دل مردگان سخن زنده کن

نیاید بگفتار گوییم که کیست — نگارش بکردار گوییم که چیست

نه شبه و شبیهش نه انباز و ضد — نه کفو و نظیرش نه همتا و ند

والبسنی سیدی ومولائی وشیخی و
مرشدی ومسلکی وھادئ سید الموحدین
سلطان العارفین قدوة المحبین زبدة
الواصلین حضرت خواجہ سید
سعید الدین الملقب والمشتھر
بخواجہ سید صادق علی شاہ
مونس اللہ الجشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وارضاہ عنا وافاض علینا فیضانہ
وبرکاتہ الشریف۔

جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اذن دیا مجھ کو اور لباس پہنایا
مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسلک
اور میرے ہادی سید الموحدی سلطان العارفین قدوة المحبین
زبدة الواصلین حضرت خواجہ سید
سعید الدین جو ملقب اور مشہور ہیں خواجہ سید
صادق علیشاہ مونس اللہ الجشتی
کے (نام) سے اللہ تعالیٰ راضی ہواون سے اور
راضی کرے اون کو ہم سے اور اون کے فیضان اور
برکات شریفہ کو ہم پر جاری رکھے۔

۲ وھو عن شیخہ الخلافت والاجازت شیخ المشایخ غواص بحر لی مع اللہ
حضرت خواجہ سید شاہ محب اللہ البخاری الجشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳ وھما عن شیخھما بیعةً وصحبةً وتربیةً لشیخنا ولشیخ شیخنا الاجازت
بیعةً وصحبةً وتربیةً وخلافةً واجازةً شیخ المشایخ حضرت خواجہ
قدوة العاشقین وتاج المعشوقین فخر الملت والدین قطب المشایخ
حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین الملقب بمحب النبی شاہ فخر چراغ چشت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ ۴ وھو عن ابیہ وشیخہ شیخ المشایخ سلطان العارفین
مرشد ربانی حضرت خواجہ نظام الدین ثانی النکراوین ثم اورنگ آبادی
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ ۵ وھو عن شیخہ شیخ المشایخ المتخلق باخلاق اللہ
والمتصف باوصاف اللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جھان آبادی چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخ المشایخ معشوق الٰہی قطب المدینۃ
الشریفۃ شیخ رضی الدین یحیی المدنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو
عن شیخہٖ شیخ المشایخ مظہر اللہ الصمد محو العشق فی الذات حضرت خواجہ
شیخ محمد چشتی قطب گجرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ شیخ
المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیا حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ جمال الحق والدین حضرت خواجہ
جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ
شیخ المشایخ الوسیلۃ الی المقصود حضرت خواجہ محمود چشتی عرف شیخ
راجھن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ علم الحق والدین
حضرت خواجہ علیم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ شیخ
المشایخ سراج الحق والدین حضرت خواجہ سراج الدین چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والدین
حضرت خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بعلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔
وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ مستغرق بحر شہود شمس العارفین حضرت خواجہ
مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وھو عن شیخہٖ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائحۃ فی الآفاق لوامع رحمتہٖ
سلطان المشایخ والعاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی سلطان المشایخ
حضرت خواجہ نظام الدین محمد ابن احمد بداونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وھو عن شیخہٖ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائح فی الآفاق لوامع کراماتہ

السابح فی العالم القدس افکارہ البایح بمحبت الرحمن انارہ قطب الوری علامۃ
الدنیا والدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی شکر بار
شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۱۷] ملک المشایخ سلطان الطریقت
قتیل محبت الجبار حضرت خواجہ قطب الملت والدین بختیار اوشی چشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۱۸] بدر العارفین غیاث الدارین نائب
رسول اللہ حبیب اللہ حضرت خواجہ معین الحق والملت والدین الحسن السجزی
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۱۹] حجت الحق علی الحق حضرت خواجہ
مقتداء اھل عرفان عثمان الھارونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عن[۲۰] شیخہ
شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجہ حاجی شریف الزندنی الچشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۱] شیخ المشایخ ظل اللہ فی الخلق حضرت
خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۲] شیخ المشایخ
ملک العارفین اھل التمکین ناصر الملت والدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۳] شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجہ
محمد الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۴] شیخ المشایخ عمدۃ الابرار
وقدوۃ الاخیار حضرت خواجہ ابی احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو[۲۵]
عن شیخہ شیخ المشایخ سراج الاتقیا حضرت خواجہ ابی اسحٰق الچشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۶] شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجہ علو
دینوری - وھو عن شیخہ[۲۷] شیخ المشایخ اکرم اھل الایمان حضرت خواجہ
ھبیرۃ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وھو عن شیخہ[۲۸] شیخ المشایخ سلطان

الصالحین برہان العاشقین حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رضی اللہ تعالی عنہ۔ وھو[29] عن شیخہ شیخ المشایخ سلطان السالکین برہان الواصلین تارک المملکت والسلطنت حضرت خواجہ ابراھیم بن ادھم البلخی رضی اللہ تعالی عنہ وھو[30] عن شیخہ شیخ المشایخ قطب الولایت وغوث الدرایت مکین المکۃ ابی الفضل والفضائل حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ وھو[31] عن شیخہ شیخ المشایخ قطب العالم والشیخ المعظم حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالی عنہ۔ وھو[32] عن شیخہ رئیس التابعین امام العالمین حضرت خواجہ حسن البصری رضی اللہ تعالی عنہ۔ وھو[33] عن شیخہ امیر المومنین فی اعالی المقامات المنتھی الیہ خرقۃ کل طالب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وقدس اللہ اسرارھم وابقی الی یوم القیامۃ انوارھم۔ وھو[34] عن سید الکونین رسول الثقلین سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعہ محبت رب العالمین محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی کل من بہ انتمی واقتدی الی یوم الدین۔ وھو[35] عن جبرئیل علیہ السلام۔ وھو عن تخت رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ۔

وکذالک وصیتہ لدوام التقوی والورع	اور اسی طرح وصیت کی میں نے اون کو دوام تقوی اور پرہیزگاری کے لئے
واجزتہ فی السماع والتواجد والوجد	اور میں نے اون کو اجازت دی سماع کی اور تواجد اور وجد کی
فی العشق ھو اللہ من اللہ مع اللہ واعطیتہ	عشق میں اللہ کے اللہ ہی کی جانب سے اللہ ہی کے ساتھ اور
عمامتی وجبتی ولقنتہ ذکر الوتخ	میں نے اون کو عطا کیا میرا عمامہ اور میرا جبہ اور اون کو تلقین
وحفظ الانفاس ومشی الاقدام	کیا میں نے ذکر تخ اور حفظ انفاس اور مشی الاقدام

والمراقبة والمشاهدة والذكر الجلي
والخفي ورخصته لسائر اوراد
مشايخنا في هذه الطريقة الشريفة
فعليه ان يحفظ الشريعة بالجوارح
الاعمال والاقوال وبدوام الطريقة
والمعرفة بالافعال والاحوال باجتناب
من محبت الدنيا ويجعل مقصوده حب الله
وعشقه ومعرفته في كل الحال ونساء
الله تعالى ان يجعله هاديا ومهديا ومتقيا
ويبعثه في الآخرة مع مشايخنا نجيا - و
وقع هذا الامر بحضور المشايخ في مقام چشتي
چمن من هجرة النبويه في شهر ربيع الاول
وفي التاريخ الثاني وفي اليوم الاحد الرابع ۱۲۹۴
والتسعين بعد الف ومائتين وصلى الله
عليه وآله وبارك وسلم فنحمد الله تعالى
ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من
شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا
ونتوكل عليه وبه الخير وبه نستعين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله واصحابه
وامته اجمعين -

اور مراقبہ اور مشاہدہ اور ذکر جلی
وخفی اور دینے اونکو اجازت دی ہمارے مشایخ کے تمام اوراد کی
اس طریقہ شریفہ میں -
پس اون پر لازم ہے کہ جوارح اور اعمال اور اقوال سے
شریعت کی حفاظت کریں اور افعال اور
احوال سے طریقت اور معرفت پر مداومت رکھیں
اور دنیا کی محبت سے کنارہ کش رہیں اور اللہ کی
محبت اور عشق اور معرفت کو ہر حال میں اپنا مقصود معین کرلیں اور طلب
کرتا ہوں میں اللہ تعالی سے یہہ کہ اون کو کرے ہادی اور مہدی
اور متقی اور اون کو اٹھائے آخرت میں ہمارے مشایخ کے ساتھ نجات یافتہ
اور یہہ امر (یعنی خلافت کا عطا ہونا) واقع ہوا مشایخین
کے روبرو مقام چشتی چمن میں ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ
یکشنبہ کے روز سنہ ایک ہزار اور دو سو چورانوے ۱۲۹۴
ہجری نبوی میں - اور درود بھیجے اللہ اون پر
اور اونکی آل پر اور برکت نازل کرے اور سلام بھیجے -
پس ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالی کی اور اوس سے مدد مانگتے ہیں
اور اوس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اوس پر توکل کرتے ہیں
اور اوسی کے ساتھ خیر ہے اور درود بھیجا اللہ نے اوپر ہمارے
سردار محمد کے اور اوپر اون کے آل و اصحاب کے سب پر -

بسم الله الرحمن الرحيم۔ وصلى الله
على النبي الامي الكريم سيدنا محمد وآله اجمعين
امابعد هذه الخلافة بمشاخنا
في الطريقة العالية الچشتيه رضوان
الله تعالى عليهم اجمعين اعطينا الاخي في
الدين مولوي سيد باقر علي انا الخاطبه
بشاه شهيد المحبت الچشتي فعليه
ان يلازم التقوى والورع ويعمل
عمل المحبين من مشايخنا ويسلك
سلوك السالكين العاشقين
من مشايخنا فحبا لله وكل مايعمل
من النوافل والاوراد وغير ذلك
من الحسنات فيحب الله ولوجه الله
ولرضائه بغير ان يخطر بباله لغرض نفسه
والاخلاص بعمله والتوجه الى
المقصود بكل حاله سمعا وبصرا
وقلبا وهما وان يجعل هموم ه
هما واحدا الى الله وبالجملة
يسلك طريق مشايخنا بكل ماهو

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور درود بھیجا اللہ نے
نبی امی کریم سیدنا محمدؐ اور اون کے آل پر سب پر۔
اما بعد ہمارے مشایخ (جن پر اللہ تعالےٰ کی
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں یہہ خلافت
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی
مولوی سید باقر علی کو جن کو میں خطاب دیتا
ہوں **شاہ شہید المحبت چشتی** کا پس اون پر
واجب ہے کہ دوامًا اختیار کرلیں تقوی اور ورع کو اور عمل کریں
وہ عمل جو ہمارے مشایخین محبین کا تھا اور چلیں وہ راہ
جو ہمارے مشایخین عاشقین کی راہ تھی۔
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور
حسنات میں سے نوافل اور اوراد اور اون کے علاوہ
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے
اور اوسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض نفس کا
اون کے دلمیں کچھ بھی دخل نہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعًا و بصرًا
وقلبًا وہمًا قایم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد
کر کے اللہ ہی کی جانب متوجہ کرلیں اور مختصر یہہ کہ
چلیں وہ ہمارے مشایخین کے طریقہ پر اون

المقصود عندھم و عندنا بغیر
افراط و تفریط والتوفیق من اللہ
ھو الموفق والمعین و بہ الخیر و
بہ نستعین ۔ وصلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا محمد و
آلہ واصحابہ اجمعین
وانا العبد الراجی الی رحمت ربہ القوی
العلی المخاطب من حضرت شیخی
شاہ قیام اصدق الصادقی
المحبی الفخری الچشتی عفا اللہ عنہ
وعن والدیہ وعن اخوانہ فی الدنیا
والدین فالحمد للہ رب العالمین
وکان اللہ لنا ولکم ۔

تمام (امور) میں جو اون کے اور ہمارے نزدیک مقصود
تھا بغیر افراط اور تفریط کے اور اللہ ہی سے
توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے
اور اوسی کے (قبضۂ قدرت میں) خیر ہے اور اوسی سے
ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا
محمد اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر سب پر ۔
اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا
امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پیر نے
شاہ قیام اصدق کا جو ہے صادقی
محبی فخری چشتی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو
اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی
بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے
اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا ۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا۔ اس لئے اوس کو اون کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ بشیر الدین عرف شاہ عزیز چشتی علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہریں لگا کر دیا تھا حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر یا کحال جس کے متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن اونہوں نے ہمیشہ انکار کیا ۔ لوگ جب زیادہ اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیگا تو لیں گے ۔ بالآخر ۱۲۹۷ھ میں ایک شب دونوں

آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قایم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے شیخ قدس سرہٗ نے طریقۂ چشتیہ کے ساتھ ساتھ طریقۂ قادریہ کبرویہ میں بھی خلافت دی تھی لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا میں نے ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے اس بارہ میں دریافت کیا اونھوں نے تحریر فرمایا۔ "ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں چشتیہ و ہم قادریہ میں خلافت تھی" حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبرویہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:۔

حضرت سید شاہ باقر علی[1] عن حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق[2] عن سید صادق علیشاہ[3] مونس اللہ عن غواص بحر لی مع اللہ[4] سید محب اللہ بخاری عن سیدنا فخر الدین[5] دہلوی۔ محب النبی عن حضرت نظام الدین[6] اورنگ آبادی عن خواجہ[7] کلیم اللہ جہاں آبادی عن خواجہ یحییٰ[8] مدنی عن خواجہ[9] شیخ محمد گجراتی عن خواجہ[10] حسن محمد عن خواجہ[11] محمد غیاث المشہور بنور بخش عن خواجہ[12] شیخ محمد علی المشہور بنور بخش عن خواجہ[13] سید محمد المشہور بنور بخش عن خواجہ[14] ابو اسحٰق ختلانی الحسنی عن خواجہ[15] علی ہمدانی عن خواجہ[16] سید محمود۔ عن خواجہ[17] علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن خواجہ[18] نور الدین المشہور بالکبیر عن خواجہ[19] احمد جرجانی عن حضرت[20] رضی الدین علی لالا عن خواجہ[21] مجد الدین بغدادی عن حضرت[22] نجم الدین کبری عن خواجہ[23] عمار بن یاسر اللہ لیسی عن خواجہ[24] ضیاء الدین ابی النجیب بن عبد القاہر سہروردی عن قطب الاقطاب[25] سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی۔

زہد و قناعت۔ اعراض عن الدنیا۔ ورع و تقویٰ۔ عبادت ریاضت اور مجاہدہ

صبر و شکر۔ رضا و تسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر استقامت مرحمت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الیمین کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کُلّی اور انقطاع تام عن کُلِّ شَیْءٍ مَاسِوَی اللّٰہ اور اللہ و رسُول کی عشق و محبت میں فناء الفنا بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کرلیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیا، صدیقین، سابقین اور مقربین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

انسان اپنی زندگی میں جس چیز میں کمال حاصل کرتا یا کرسکتا ہے اوس کا مادہ بدو فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبدء فیاض نے حضرت باقر کے دل میں محبت و عشق الٰہی کی آگ بدو فطرت سے مہیا کردی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) نے اون کو رہبر کامل تک پہنچایا پیر کی مردم جنبانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اوس کے اندر اونھوں نے عشق و محبت الٰہی ہی کو دوامًا پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیگر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق و محبت ہی کی بابت تھیں کہ:۔

"ورع اور تقوی پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اوس کے ساتھ افعال و احوال میں دوام سلوک اور معرفت الٰہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللہ اور مع اللہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اوس کا

عشق اور اوس کی معرفت ہو"۔

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکرر یہہ وصیت کی کہ :۔

"تقوی اور ورع پر دائمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشایخین محبین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشایخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل و اوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ و لرضائہ ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض نفسانی میں سے کسی غرض کا گزر تک ہونے پائے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً و بصراً و قلباً و ہمّاً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشایخین کا جو مقصود رہا ہے اوسی مسلک پر اوسی مقصود کی جانب بغیر افراط و تفریط کے بڑھتے رہو"۔

اہل طریقت کے مذہب میں پیر نائب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۂ حشر) کے تبعیت میں پیر کا حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق و محبت کا مادہ بدرجۂ کمال حضرت باقرؒ کے وجود میں بدو فطرت سے مہیّا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق و محبت ہی کے راستہ پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقرؒ جن کے مشرب میں پیر کی وصیّت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کاربند ہوے اور کاربند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہہ

عشق الٰہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل وجاں پر تسلط پا کر ہر قسم کے جذبات و خواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات ما سوی اللہ سے

چو طاقت نداش زبان از جفت — صفاتش نباید بگفتار گفت

ز نطفه کند صورتی خوش سیر — دهد ز استخوان شاخ با بار و بر

برون آورد از دل سخت سنگ — گهرهای رخشندهٔ رنگ رنگ

نهیگاه کوه و دل سخت سنگ — بگوهر کند پاک از عیب زنگ

ز موری کند گرزه ماران هلاک — ز مرغی کند زنده پیلان بخاک

ز حکمت بهم بخیب مؤتلف — کند چار ضد گوهر مختلف

ابی نیل و شنگرف نقش شگرف — کشد بر رخ نیلگون بحر ژرف

بنیلی ورق بی بنان و قلم — زند نقش زرین و سیمین رقم

بنقاشی صنع بیرنگ و بست — به بیرنگ بس نقش پر رنگ بست

به بیرنگ کش نقش پر رنگ زد — که پیرنگ نقشی به بیرنگ زد

بپوشید هستی ببالای نیست — که داند که هستی و نیست کیست

ستاند دهد زیر و بالا و پست — ابر نیست هستی و هستی ز هست

ستاند دهد بند و بشکند — بجباری این کار کردو کند

خداوند لم یولد و لم یلد — نه همتاش نه کفو و نه ند

منقطع اور کونین سے بیخبر کردیا تھا اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (نمل) ؎

دنیا و دین و صبر و ہوش از من برفت اندر غمش
جائیکہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا اور مرنا بہ تبعیت فرمان آلہی قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام) صرف اللہ ہی کے لئے رہ گیا تھا ولعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرید تھے جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ) -

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حضرت امیر خسرو دہلوی قدس اللہ سرہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے "اگرچہ تعلق بہ بادشاہان داشت و با ملوک وامرا بعنوان خوش طبعی و ظرافت مخالط بود اما توجہ دل او نہ بآں جانب بود و ایں معنی را از برکات آثار شش تواں دانست چہ در دلہائے اہل معصیت برکت کمتر تواں یافت و آثار ایشاں را قبول دلہا و جذب خواطر نبود" اس عبارت سے مراد یہہ ہے کہ جو لوگ اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت آلہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں اونہیں کے کلام میں جذب ہوتا ہے اور اونہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کو بہت زیادہ لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے ؎

کہ ہرچہ از جاں فرود آید نشیند لاجرم بر دل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ حسن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ فغانی

کمال خجندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چبھ جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے جو گہرا اثر دل وجان پر پڑتا ہے اوس کا شائبہ بھی کمال اسمٰعیل اصفہانی - سلمان ساوجی - خواجوے کرمانی - عرفی - نظیری - صائب - طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے - اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا - اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجازہی مجاز تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا -

حضرت باقر کی شاعری کی کسیقدر تفصیلی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جائگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعروں کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلہ کبھی اختیار نہیں کیا - اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزل گوئی زیادہ تر اون واردات غیبی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح سے قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیساختہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کر لیتی تھیں - وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلاست لطافت روانی اور پاکیزگی اور اعلیٰ شاعری کے ساتھ ساتھ اون کا کلام اثر سے کس قدر مملو ہے اور یہہ بھی کسیقدر اندازہ ہو سکیگا کہ عشق اور محبت حقیقی میں وہ کس قدر سرشار اور از خود رفتہ تھے اور عرفاں اور تقرب الٰہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اون کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسولؐ اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت ۔ انقطاع ماسوی اللہ، فنا و بقا ۔ عرفان و تقرب اور مشاہدہ کا کچھ اندازہ ہو سکے ۔

(۱) مرید کے لئے پیر ہادی طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اوس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اوس کی ذات میں فنائیت تامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بمقتضائے من احب شیئاً اکثر من ذکرہٖ اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور اوںھیں کے فضائل اور محامد بیان کرتے رہتے تھے ۔ اشعار مرقومۃ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہو سکیگا ۔

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر	اصدق اصدق ہمہ دم وردِ زبان است مرا
فیضِ اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں	آنکہ سنگِ آستانش کعبۂ دیں ساختند
شاہنشہیست اصدق در ظلِ کفش باقر	تاثیر ایں سعادت بالِ ہما ندارد
ایں ہستی موہوم در ذاتِ تو شد پنہاں	من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
بخواجہ اصدق از باقر بگوئید	کہ من چشمِ خود از غیرِ تو بستم
من فدائے نگہِ فیض تو گردم یا شیخ	کہ مسِ خویش زاکسیر تو زر ساختہ ام
در طریقِ عشق باقر چوں نباشم مستقیم	چوں جنابِ پیر اصدق رہبرے میداشتم
از سرِ کونین دست افشاں شدم	پیر اصدق داد دستم بیلّلے

ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمامتر پیر کی مدح اور اون کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اون سے پیر میں حضرت باقر کے فنائیت کا اندازہ ہو سکیگا ۔

(۲) حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے

امام ہیں۔ حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمامتر اون کی منقبت میں ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کردنی ہیں:-

خداوندا! نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ | بکن زیب جبینم سجدۂ آں آستانے را
شاہا چو توئی معیں بکن دور | از بندہ غم گزندۂ را
یا خواجۂ معین گہ درد و مصیبتم | برلب بغیر نام تو نام خدا نرفت
اشک ریز آمدہ ام بر درت اے خواجہ معیں | بادل پر غم و با نالہ و آہے عجبے

(۳) حضرت امیر المومنین امام المسلمین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الٰہی و مدارج ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسولؐ فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے۔ حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہو نہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کرسکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین صوفیوں کے نزدیک یہہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہوسکتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دار و مدار تمامتر اطاعت رسولؐ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت میں جو فنائیت حاصل تھی اوس کا تو اندازہ ہو نہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

توئی نتیجہ ایجاد و ثمرۂ موجود — کہ جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد — در ملک عجم غلغلہ و در عرب افتاد

از داغ غلامیٔ تو شد جبہ نشانمند — عشق تو بدل اے شامی لقب افتاد

قربان جلوۂ تو کہ از پرتو رخت — اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ

پوئیندہ در رکاب تو با بانگ طرقوا — جبریل بر تو مروحہ جنباں برآمدہ

دور از توچہ حال است بہ بیں تاب و تب ما — اے سرور عالی نسب اُمّی لقب ما

دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسویت — پیوستہ بود مشغلۂ روز و شب ما

جا کرد خیال رخت اندر جگر و دل — از عشق تو مملواست ورید و عصب ما

عطا کن اے خدا آں چشم پاکم — کہ باشد محو دیدار محمدؐ

اگر خواہی مراد خویش باقر — بکن ہر لحظہ تکرار محمدؐ

اے خواجۂ ہر دو کون دریاب — برخاک درت طپندہ را

جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو — شرمندہ آب خضر ز خاک حریم تو

تا کے بدوری تو بسوزم بساں شمع — اے من فدائے شہرۂ خلق عظیم تو

یا رسول اللہ چہ دارم تا کنم بر تو نثار — از من مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے

اشتیاق جلوہ ات باد ابجانم سربلند — داغ عشقت در دلم ہر دم فزودے کاشکے

راحت جانی دہم نور نظر چوں مردمک — جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے

کمترین بندگانت ہست باقر یا نبیؐ — بر در تو جبہ را در سجدہ سودے کاشکے

ردیف میم میں دیوان کے صفحہ ۱۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے:-

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم | شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہٗ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقر کی یہ غزل جب شائع ہوی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں اس کی شہرت ہوگئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوتی ہوگی جسمیں قوال نے یہہ غزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن الدنیا۔ قناعت۔ رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

درماندہ دولت دنیا کہ حرام است | ہرگز نہ بیالائے تو دست و دہنے را

دنیا ہمہ پوچ است وغمش پوچ تراز پوچ | بردار ز دل این ہمہ رنج و محنے را

ہر آنچہ خدا داد تواں کرد قناعت | در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را

قناعت شیوہ ام باشد توکل خوئے طبع من | بہ مسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را

ز فکر این و آں بگذر ز حرص و آز شو خالی | ز دستِ خویشتن مگذار دکانِ قناعت را

گوہرِ مقصود می آید بدستش ہر کسے | پا بدامانِ توکل باقر آسا بشکند

ہر کہ شد بادشہِ ملک قناعت باقر | خاطر او طرف ملک سلیماں نزود

دستِ تہی ز زر دل خالی ز مدعا | خوش دولتے ز بخشش مولا بما رسید

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر | دل آگاہ پے ہیچ تمنا نرود

باید بہر کسے کہ بجوید رضائے حق | خود را باو سپارد و محو رضا کند

ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر | ببارگاہ خدا اگر دعا توانی کرد

اے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند | خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند

سیر از سیرِ دو عالم فارغ از کون و مکان | پا بدامان کردہ در کوئے تو ماوا میکند

در بروئے خویشتن بربستہ از ہر دو جہاں / بر مصلّٰی کردہ جا ذکرِ تو شبہا میکنند
در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو / خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکنند
از عبادت نتواں خواست بجز رضائش / خدمتِ حضرت او بر طمع حور مکن

(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ کے محبت کی چاشنی نہو زہد خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لافِ عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا / سوز از آہِ نہانی پردۂ پندار را
ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست / اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست
دردِ دل عشاق و کجا زہد تو زاہد / ویں درد نباشد چو توئے بلہوسے را
مائلِ پاکیِ ظاہر چہ توئی اے زاہد / کار با پاکیِ احوال درون افتادہ است
بتقویٰ سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی / برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
زاہدا از من تو مرنج از نکنم با تو نماز / لائقِ سجدۂ حق نیست وضوئم چکنم

(۷) اللہ کا عشق اور اوس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عما سوی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحانہٗ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادات کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برق خاطف کی رفتار سے بھی سبکتر عاشق کو کھینچتی ہوئی لیجاتی ہے اور درِ رب العزت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو عاشق کو دوام مشاہدہ کے شراب طہور سے ابد الآباد کے لئے مخمور کر دیتی ہے ۵

مست مے ہشیار گردد از زو بود — مست حق ناید بخود از نفخ صور

حق تبارک وتعالیٰ نے حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے عشق کی آگ بھردی تھی پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اوراسی پر چلنے کی وصیت کر گئے۔ مرقومۃ الذیل اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں:۔

چناں از بدو فطرت شد گریباں گیر عشقِ او — کہ در طفلی بخواندم قصۂ فرہاد و مجنوں را

بدرسِ عاشقی باقر بمکتب — عجائب بحث با استاد میکرد

پروردۂ دردیم ندانم اب وعم — ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما

ذرۂ دروے بدل ناصح زصد تقوی بہ است — پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

من از میخانہ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر — افاقت روئے ننماید زبدمستی خرابش را

کسے کو مست افتادہ است و بیخود در سرِ کویت — کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار برخیزد

برداشتن بار عبادت بود آساں — آں کیست چو باقر کہ کشد بار محبت

درد در دل عشق در جاں ریختند — گل بگلشن دُر بعُماں ریختند

حاملِ بارِ محبت کس نبود — ایں بلا برجان انساں ریختند

شہرۂ حسن رخت شد زسمک تا سماک — طنطنۂ عشق من عالم امکاں گرفت

بسیار مشکل است سلوکِ طریق عشق — سالک بہوش رو کہ دریں رہ خطر بس است

در رہِ عشق ندانستہ نہادند قدم — کیست آنکس کہ دریں راہ خبردار آمد

بکوئے عشق باقر ہیچگاہے نے زخود رفتم — برنگِ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ عشقم

گرچہ بے جذبۂ او تا در وصلش نرسی — تو دریغ از طلبش تا حد مقدور مکن

عقل بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز — عشق سفاک بجا نہا علم افراخت دریغ

از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا / مائلِ صورتِ بیچون و چگوں افتادہ است

براہ تو مہ من شد چناں عدم باقر / نماند ہیچ از و جز کفِ غبار از تو

(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب وغریب پیرایہ میں بیان فرماکر ترغیب دیتے ہیں:-

چہ می‌خسپی دلِ شب جلوۂ حق را تماشا کن / بہشیاری سرِ پائے بزن ایں خوابِ غفلت را

کہ شبہا نورِ حق بینی بہ بیداری و ہشیاری / مدہ در چشمِ خود جامستِ غفلت خوابِ غفلت را

ہر سعادتہا کہ خواہی زیر دامانِ وے است / تا توانی کوشش شبہا در پئے تسخیرِ صبح

صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا / از تہِ دل حرمت روئے سپید پیرِ صبح

(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہوجاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے کا حکم محکم ہمکو خود جناب باری عز اسمہ نے دیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیاء کے متبع ہیں اور علیٰ قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواح پاک کے فیضان سے مستفید ہوسکتا ہے۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:-

بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را / نگاہِ گرمِ پاکاں قلب را اکسیر میسازد

از یمنِ ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں / دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد

روشنئ اہلِ دل ہرگز نماند در لباس / شمع نورِ خویش در فانوس چوں پنہاں کند

ببوس تربتِ پاکاں ز صدق و ہمت خواہ / کہ زیر خاک برفتند و فیضہا باقیست

(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں ادا کیا گیا ہے:-

خیال جلوہ روئے تو میبرد از خویشم — سفر ہمیشہ مرا از تو در وطن پیدا است

بے زحمت رفتار کند سیر دو عالم — باقر بوطن ہر کہ سفر داشتہ باشد

چو غیر حق نبود در دلِ شکستہ چہ دور — سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

(۱۱) ظہور ذات مطلق از پردۂ کائنات - لا موجود الا اللہ - فنا و بقا:-

جمالِ آفتابت شد بذراتِ جہاں روشن — بروئے خوبرویاں جلوہ داری خودنمائی را

دیدم نہ عارضِ تو وہستی تو برملا — از غایتِ ظہور بماندی تو در خفا

اے حسن پردہ پوش کنم محو جلوہ ات — فارغ شویم تا ز تماشائے ماسوا

بخواں علمِ وجود او بہر کلی و ہر جزوی — بہ بیں ترکیبِ صنع او بہر تعریف و تنکیرے

در کون و مکان نیست بجز روئے تو دیگر — یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل

در ہمہ کائنات و ہر موجود — جلوہ فرما جمال صورت اوست

اے گنج مخفیم ز ظہورِ تو سوختم — غیبت نشان من ز حضورِ تو سوختم

ہر کہ دانست غیر حق موجود — رحم بر فہم و بر فراست اوست

ندارد وجودے کسے جز وجودت — یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو

جز یکے نبود میانِ وحدت و کثرت وجود — چوں کسے عینیتِ گرداب و دریا کند

نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیر حق باقر — کشا چشمِ حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را

ذات حق چوں بفنا عین وجودت گردد — ہر بنِ موئے تن تو لبِ منصور شود

ز دل نقشِ دوئی شستم دوئی محو یکے دیدم — فنا در ذات او گشتم ز یادِ ما سوا رفتم

فانی شدہ ام بذات پاکش — من یاد ز ما سوا ندارم

(۱۲) معرفت اور تقرب الٰہی اور مشاہدۂ تجلیات صفاتی و ذاتی:-

بگیتی چو مهد زمین گسترد — نبات نبات اندرا و پرورد

کشد از دل خاک آب روان — نهد در نهادش چو گنج روان

بگل گل برآرد بگل نیشش خار — کند مرهم زخم جان هزار

ابر شاخ گلبن بشاخ گلی — پر از نای بلبل کند غلغلی

ز دل بلبل آهنگ سبزه بهار — کشد بر گل سرخ و سبزه بهار

فراز زمین بر فرازد سپهر — فروزد در او مشعل ماه و مهر

فراز زمین بی طناب و ستون — برافراخت این خسرگه نیلگون

چو رخشنده خورشید ازاد ذره — چو جوشنده دریا ازاو دره

برون آرد امرش ابا فروزنده — زخارا و از خاک او رنگ و رنده

ستاند سپارد گران تا گران — به شهار و نهار ز تنها روان

سبد قالب آدم از خاک پاک — دو باره دهد پیکرش را بخاک

بگیرا کشاند بخورشید و ماه — بگیرا نشاند بخاک سیاه

چو واند چو باشد ازل تا ابد — درین نکته غرقند هوش و خرد

نیوشند نیوشنده گوینده گفت — درین راه و شنونده پوینده گفت

شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم — اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم

بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم — مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم

تو بخلوتگہ دلہائے حزیں جلوہ فروش — طالب روئے تو در دیر و حرم میگردد

میانِ ما و او قربے و بعدے بوالعجب باشد — کہ من دورم از و بسیار و او باشد قریب من

بجان یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او — کہ باشد تا از و پرسیم شرحِ این معما را

تمام جلوہ و من محو حیرتم کہ کدام — میانۂ من و دلدار حایل افتادہ است

من با توام قریب تو ہم شو قریب من — از غیب گوش کرد دلم این خطاب را

کدامی کاروان می آید اے دل — بروں شو گوش بر بانگِ جرس کن

از دور نسیمِ تو نشاں میدہد از تو — در قافلات حاجت بانگِ جرسے نیست

در کون و مکاں ہست فروغش کہ ندیدم — بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

ندانم جز بذاتِ تو نہ بینم جز جمالِ تو — بغیر از جلوۂ رویت نہ آید در نظر ما را

در وصل ہم نکرد جدا پردۂ نقاب — در بر کشیدہ خواستم عریاں نشود نشد

ظلمت سرائے من شدہ روشن شبِ وصال — برداشتی چو از رخ روشن نقاب را

باقر نہ حد تست تماشائے او مدام — گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

در شبِ وصل بہ آغوش خود از شدت شوق — تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت

تجلی گاہ ایمن شد ز نورش کلبۂ تارم — بگاہِ وصل در آغوش چوں آں یار عریاں شد

نیاید بچشم بجز جلوۂ تو — بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو

بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم — کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو

چساں بنگرد جز بسوئے تو باقر — بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

ہرسو نگرستیم خدا بود خدا بود ہرگز بدو چشم نکند جلوہ بجز دوست

عربی میں ایک مثل بہت مشہور ہے کل اناءٍ یترشح بما فیہ اور فارسی میں بھی اوس کا ترجمہ زباں زد خاص و عام ہے ؎

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

اون اشعار میں جو نقل کیے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالات اور واردات غیبی کا اضطراری اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری او رنازل ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصاً آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور تقرب الٰہی میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچکر سالکِ واصل کو مشاہدۂ ذات اور دید ہی دید رہ جاتی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؎

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے قسم کی ہوتی ہے ؎

تو توقع زگلِ کوزہ گراں میداری طینت جام جم از جوہر کان دگراست

حضرت باقر غلبۂ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوے اور شطحیات کے قسم میں سے کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی ۔ سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہوا کرتی تھی اور جن کو وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے ۔ اثنائے سماع میں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہو جاتی تھی۔ اوس وقت اون کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی خفیف آواز سنائی دیتی تھی۔ اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ داڑھی بھیگ جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دو زانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　ہر ہوسناکے ندا ند جام و سنداں باختن

حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا۔ پیر کے علاوہ اگر اون کے عرفاں اور تقرب الٰہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہو سکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ اور حضرت ملا محمدؒ عمر سرمست رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اوںھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ کیا تھا کہ بجز معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی۔ تمام عمر اوںھوں نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ اون سے جو احباب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو بہت زیادہ کرتے تھے لیکن فقر و درویشی۔ زہد و قناعت۔ قبض و بسط۔ عشق و محبت فنا و بقا۔ مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان پر نہیں آتا تھا۔ اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ الرحمۃ کا عجیب و غریب مقولہ جو اوںھوں نے نزہتہ الارواح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا ہے

"سخن عشق دیگر است و عشق سخنِ دیگر ہر کہ دانست نگفت و آنکہ ندانست گفت"

کاملین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند　　کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتم وعف فمات فھو شہید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اوس سے مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ شاہ شہید المحبت چشتی کا خطاب جو عطائے خلافت کے وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حسب حال تھا۔

حضرت باقر کی اولاد

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۲۵۴ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع غربتی چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوی۔ وہ بیوی نہایت نیک متقی پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ۱۱ شوال المکرم ۱۲۶۸ھ کو بیر گہہ میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ بیحد عزیز رکھتی تھیں اس لئے اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے قبر کے شرقی جانب اور اوس کے متصل خود اپنی قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی ہمشیر سے عقد کیا ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ رہیں ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تھیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو دس گیارہ سال ہوے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع شہباز پور میں وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوی تھی۔ یہ صاحبزادی بقید حیات ہیں اور اون کے سب فرزند بر سرکار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کی صبیہ سے ہوا۔ یہہ بزرگ بھڑاپچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نانپارہ کے دربار میں ملازم اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے مینیجر تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانہ میں اون کا نانپارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر اہتمام سے کی اور اپنی جائداد میں سے کچھ زمیں اوس مزار کی خدمت کے لئے وقف کردی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے بیسر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعض عزیزوں نے اون کو آغوش پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نانپارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوئے کسی طرح یہہ لوگ آرہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ بقید حیات ہیں اور اب اون کی عمر تریاسی ۸۳ سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دو لڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹۔ صفر ۱۳۰۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا یہہ خاکسار ہے۔ روڑکی کالج سے سول انجینرنگ کی امتحان میں شوال ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں کامیاب ہو کر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سررشتہ ریلوے میں ملازم ہو کر نارتھ ویسٹرن ریلوے میں مامور ہوا اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ء) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس ۳۱ سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور معتمدی نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۴۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں پنشن لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا۔ خاکسار کی اب مستقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند بھی

گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بکار ہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔اے میں کامیاب ہونے کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ ڈھاکہ۔ ہوڑا۔ گیا اور بھاگل پور کے اضلاع میں سب ڈیویژنل افسری کا کام کرنے کے بعد ضلع مظفرپور کے مستقر پر سینیر ڈپٹی کلکٹر مامور ہوئے اور اب پانچ سال کے قریب ہوئے کہ پنشن لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور اون کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم ہیں ان کا تاریخی نام سید آغا حیدر (سنہ ۱۲۹۸ھ) ہے لیکن عبدالکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ اڈنبرا میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے گورنمنٹ مڈیکل ڈپارٹمنٹ میں سنہ ۱۹۰۹ء میں مامور ہوئے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد ڈھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے مڈیکل کالج میں اناٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر مطب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر ۳۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقر کی رحلت

حضرت باقر کے متعلقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے سنہ ۱۸۸۹ء میں پنشن لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوئے اون کے عزیز و اقربا چونکہ پیرنگہ اور گیا میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے اون کی صحت خراب ہونی شروع ہوی۔ کبھی کبھی بخار آجایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہو جایا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا میرا معمول رہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آرہ جاکر اون کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے اون کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب میں اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ "میرا وقت بہت قریب آگیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہوگے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی" اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے"۔ محرم ۱۳۲۶ھ (فروری ۱۹۰۸ء) میں جب میں آرہ گیا اور حضرت والد قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی اون کی رحلت واقع ہوئی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ "سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لینگی"۔

میری اہلخانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ (مئی ۱۹۰۸ء) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آرہ میں گھر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمشیر تھی۔ جمادی الثانی میں اون کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت سے قسم کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ (۲۱۔ جولائی ۱۹۰۸ء) سہ شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کر کے اپنے ملازم مرزا تصور حسین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندھ کر کرایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمشیر کو بلایا اور فرمایا "مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آگئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جارہا ہوں۔ تم

اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہوجیو" یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ مرزا تصور حسین گاڑی لے آئے اور وہ لڑکی کو دعا دیتے ہوے اسٹیشن روانہ ہوگئے۔

اوسی روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوی وہ فوراً حاضر ہوکر قدموس ہوئے اور تمام ضروریات کا انتظام کردیا۔ چہارشنبہ کے روز اون کا مزاج اچھا رہا۔ اعزہ واحباب کو اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے۔ چہارشنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پنجشنبہ کو پچھلی رات کو اونھیں اسہال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہوگئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دوسروں نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوے اور علاج سے قطعی انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا۔ "دیکھو محمد شاہ میرا جنازہ ضرور پیر بگہہ بھیجد یجیو اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن کیجیو" ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ "حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے" اسپر برہم ہوکر فرمایا "جا کر دیکھو تو سہی خواہ مخواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے"۔ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کو نہایت تاکید سے فرمایا "خبردار ہرگز دوسری جگہ مجھے دفن ہونے دیجیو" اونھوں نے کہا "بسروچشم" اور سب لوگ خاموش ہوگئے۔

حضرت باقر نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہوگئی عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ تینوں نمازیں اونھوں نے لیٹے لیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہوگئی اور ہاتھ پاؤں میں جنبش کی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا "فرزند تم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنو۔ مجھے اس بستر سے اوٹھا کر تخت پر لٹا دو اور مسنون طریقہ پر اچھی طرح غسل وید و تاکہ میں اپنے رب کے سامنے ہر طرح طاہر ہو کر جاؤں" لوگ نہایت حیران ہوے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور دھویا ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آرہ سے گیا تھا اونھیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبلہ رو لٹادئے گئے اور اب اسہال بالکل بند ہو گیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اعزہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے رخصت کر دیا اور فرمادیا کہ "اب آدھی رات ہو چکی آپ لوگ کل آئیگا" نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہو کر ساکت ہو گئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر خاموش ہو گئے۔ اسی حالت میں دو اور تین بجنے کے درمیان یکایک وہ متبسم ہوے اور جان بحق تسلیم ہوے وکان ذلك فی لیلة الجمعة اربع وعشرین من شهر جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۲۶ھ (۲۴ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؎

اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم	شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العیں
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی	بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے

مولوی محمد شاہ مرحوم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا جمعہ کا دن تھا۔ جنازہ گیا کی جامع مسجد پہنچایا گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ ابھی تک شہر میں اور اطراف کے مواضعات میں اون کی رحلت کی خبر پوری طرح شائع نہیں ہوی تھی۔ جمعہ کی نماز

کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اوراطراف کے مواضعات (مثلاً آبگلہ وغیرہ) کے لوگوں کا اژدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیر بگہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو رُوکنا پڑا۔ ساڑھے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیر بگہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیر بگہ کے قرب وجوار کے مواضعات میں اطلاع ہو چکی تھی اور دو ڈھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیر بگہ کے اعزہ کے پاس بھیجدیا تھا پہلے تو سب کو حیرت ہوی آخر جب جاکر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور بیوی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اقلیم سخنوری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت آلٰہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُف تک نہیں کیا سپرد خاک کردیا۔ باطن میں کشتۂ محبت الٰہی تھے اور ظاہر میں مبطون ہو کر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجہ عظمیٰ سے فائز ہوے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ــــ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ــ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اون کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک ہوتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہیگا ؎

برسر تربتِ ما چوں گزری ہمت خواہ ‏ ‏ ‏ کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مرگیا اور اللہ تعالی نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔

اون کی اولاد میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز گازرون میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے خاندان میں ابا عن جد یہہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبدالعزیز سرخسی کی اولاد میں کوئی شخص :۔

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نکرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز سرخسی کے فرزند حضرت خواجہ شہاب الدین عبدالرحمن ثانی کو سلطان محمود غزنوی نور اللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور ۳۰۴ھ میں تھانیسر کو فتح کرکے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی۔ اُنھوں نے پانی پت میں سکونت اختیار کی اور نواح کے ممالک کو فتح کرکے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبدالرحمن[۱] چشتی مرات الاسرار میں لکھتے ہیں :۔

"در ملفوظات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم بولایت ہندوستان یکے از اسلاف او کہ قاضی محمد یوسف نام داشت

---

[۱] حضرت عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ۱۰۴۵ھ میں اُنھوں نے اولیاء کے حالات میں ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرات الاسرار تصنیف کی۔

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہہ گئے ہیں ؎

ببوس تربت پاکاں زصدق وہمت خواہ کہ زیر خاک برفتند وفیضہا باقیست

حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبد الصمد ہوڑا میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز پیشتر گورنمنٹ بنگال نے گیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کر دیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوے اور عبد الصمد کو دعائیں دیں لیکن وہ رحلت سے آٹھ دس روز کے بعد متبدل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع گلبرگہ شریف میں دورہ پر تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدر آباد میں تشریف رکھتی تھیں۔ حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ "میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہوگا" وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی سید محمد شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد عیسیٰ[1] صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوسرے ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جنازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے باہر نکالا گیا یکایک نہایت لحیم شحیم قد آور تنومند اور نہایت صبیح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل وشمائل کے اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جنازہ کو اوٹھا لیا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہی چار شخص لے گئے اور کسی کو اوٹھانے نہیں دیا۔ جنازہ کی مشایعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

---

[1] مولوی سید محمد عیسیٰ صاحب موضع شاہو بگہ ضلع گیا کے رہنے والے ہیں راقم سے اون کی عزیز داری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ آرہ میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر اب تقریباً نوے سال کی ہے اور قویٰ کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔

اونھیں اطراف سے صرف پلنگ کی پٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پہنچکر جنازہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کر کے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھا کر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہو جاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور دونوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیر بگہہ روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل نہ کسی نے ان لوگوں کو کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ اون کی ہیبت اس قدر تھی کہ اون سے کوئی شخص کچھ دریافت نہ کر سکا۔

شاہ عبد العزیز صاحب آزاد

حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب اون کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک نہایت محترم عزیز کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور اون کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جا بجا آئیگا۔ اون سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے اون سے مدد ملی ہے۔ یہ صاحب **مولوی سیّد شاہ عبد العزیز المتخلص بہ آزاد** (ابن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ اسرارہم) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس سرہٗ حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبد العزیز صاحب آزاد حضرت باقر کے پر پوتے ہیں۔ ان کی ولادت پیر بگہہ میں سہ شنبہ کے روز ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ (۱۸ فروری ۱۸۷۳ء) کو ہوئی

فارسی کی تعلیم اونہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد اونہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے پھوپی زاد بھائی مولوی حکیم سید عبدالرزاق پیرپیگھوی مرحوم سے اور شرح جامی اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچیرے ماموں مولانا سید محمد اسحق ٹہڈوری مرحوم سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں اونہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سال تک اوس کو جاری رکھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں خانگی دشواریوں اور جھگڑوں کے باعث اون کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ ۱۸۹۳ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک اونہوں نے مختلف سررشتوں میں نوکریاں کیں اور سنہ ۱۸۹۹ء میں گیا کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوے۔ ترقی کرکے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پر پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچکر ۱۹۳۳ء میں خدمت سے سبکدوش ہوے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعراء کے دواوین پر اون کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعرگوئی سے اون کو فطری لگاؤ ہے سنہ ۱۸۹۰ء میں اونہوں نے ابتداءً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے سنہ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب حشر بیتھوی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں اون کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر ریختی گو دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غالب کے شاگردوں میں تھے سنہ ۱۸۹۵ء میں گیا میں ایک مشاعرہ میں شمس العلما نواب سید امداد امام خان بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم و مغفور شریک ہوے اور شاہ آزاد کی غزل سنکر بہت خوش ہوے اور فارسی کے ساتھ اون کی فطری مناسبت کا احساس کرکے اونہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا۔ اوس وقت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہ جب تک بقید حیات رہے اپنا کلام اصلاح کے لئے اون کی خدمت میں آرہ بھیجتے رہے۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور پختہ مغز

شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے ۔ حضرت مولانا سید فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خاندانی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں معلوم ہوئیں ۔ چند سال ہوے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب سے ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرۂ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوی کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلی حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمٰن ثانی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے ۔

حضرت باقر کی شاعری

حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور اون کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد اونہیں کلام اللہ شریف شروع
کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کر چکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کیے گئے
اوس وقت کے رواج کے مطابق اونہیں کریما۔ مامقیماں۔ آمد نامہ۔ خالق باری پڑھا کر
گلستاں کا آٹھواں باب پڑھایا گیا۔ خلاق عالم جلّت قدرتہ نے بدو فطرت سے ان کو نہایت
ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تامہ مرحمت فرمادی تھی
اس لئے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ اونہیں
فارسی میں اس قدر مہارت ہو چکی ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میزان،
منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔
چونکہ خطہ بہار کے شرفا کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی
تھی اور فارسی ایک محض ضمنی چیز خیال کیجاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملتوی کرادیا
گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے
رہے اور فنون سپہ گری سیکھتے رہے۔ لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر اون کی
خمیر میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود
صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے اونہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستان
یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ۔ قصاید عرفی۔ اخلاق محسنی۔ انوار سہیلی۔ مینا بازار۔ سہ نثر ظہوری وغیرہ)

اور انث کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ کر لیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق جب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ یہی فرمایا "ہم نے استاد سے صرف گلستان کا آٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصل کیا اور کسی استاد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی" تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھ لی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کر لی تھی۔ بعض وجوہ سے اوس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہوگئی اور اونہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اوس زمانہ میں فارسی کا عام رواج تھا۔ یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطۂ بہار میں جس طرح علم کی جانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زباندانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہوئی تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی قلمی کتابوں کے ذخائر بھی جابجا موجود تھے۔ حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آرہا تھا جسمیں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اون کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے پیر بگہہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے۔ چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونھوں نے پہلے فارسی لغت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور مستحضر کیا۔ اوس کے ساتھ فارسی کی صرف و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدائع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوئے۔ اس کے بعد اونھوں نے شعرا کی مثنویات قصاید اور دواوین کی جانب توجہ کی اور صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں جسمیں میں موجود تھا اثنائے گفتگو میں

اونھوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ "ایرانی نژاد شعرا میں جن کا کلام ہندوستان آچکا ہے اور ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری نظر سے نہ گزرا ہو" ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور اون کے طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعرا کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و خوض سے دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے اوسمیں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے کہ اوس کی زبان۔ اوس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اوس شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی شاعری کے ساتھ نہایت قوی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظہ شخص نے جب اس قدر غور اور خوض کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین متوسطین اور متاخرین شعرا کے مثنویات قصاید اور دواوین کا مطالعہ کیا ہو تو اوس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت معلومات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہزارہا اشعار اون کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا بلا خوض و تامل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے

اون کا خاندانی کتابخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ پیر بگہ کے مکان میں ایک بار آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتابخانہ جلکر خاکستر ہو گیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو ایک کتابخانہ جمع کر لیا تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی شہرت۔ اون کا دیوان اور اون کو ملک الشعرا کا خطاب

فطری رجحان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمری ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ اس کا ملکہ جلد جلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعرا کے دواوین کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکے تھے۔ صنایع و بدایع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حیثیت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت بہت جلد اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منظوم رقعوں کی اون کے پاس فرمایشیں آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد جلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھبیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبہ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ سنہ ۱۲۷۵ھ میں مرید ہو کر اونھوں نے اپنے پیر کی منقبت میں اکیسو چھ شعروں کا قصیدہ کہا (دیوان باقر صفحہ ۲-۸) جسکو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سید محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخن دہلوی مرحوم حضرت غالب کے رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے غدر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آرہ آکر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور وکالت شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام اصدق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ رفسانۂ عجائب کے طرز پر اونھوں نے ایک کتاب موسوم بہ سروش سخن لکھی اور

سنہ ۱۲۷۶ھ میں مطبع نولکشور میں طبع کرائی ۔ حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھکر دیا جو اوس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)۔ اس کتاب کے "خاتمہ" میں حضرت سخن نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق اونہوں نے لکھا :-

"جناب مستغنی الالقاب مخدومی سید باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت ہادی پیرو مرشد مدظلال جلالہ کے حضور سے ملک الشعرا کا خطاب ہے واقعی ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت برادرانہ رکھتے ہیں کمال عنایت فرماتے ہیں ...."

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ سنہ ۱۲۷۶ھ سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کر کے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور سخن شناس بزرگ نے جن کا شعر فہمی میں اوس وقت دور دور تک کوئی شخص مثل نہیں تھا اونہیں ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اوسی دیوان کو ملاحظہ فرما کر اونھوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطرح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اوسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی اونھوں نے کسی سے

تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے استاذہ سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب۔ مولانا مہدی حسن صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہمعمر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطۂ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنہ مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی دانی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلمذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرتاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لیئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جویا رہے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے تامل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امراو خانصاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوی اور اون سے بندوق بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرتاً ضرور ہوتا ہو گا اور اوسی فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا متمنی رہتا ہو گا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلمذ اختیار کرنے کے اسباب کیا ہوے اور تلمذ کی ابتدا کب ہوی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دیرہا تھا دو تین صاحبوں سے جنسے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ) دریافت کیا لیکن کسی سے

رسول کریم بشیر و نذیر — نه همتا و تایش نه شبه و نظیر

پس از ذات ایزد و از نیک بد — خداوندی الحق با حمد سزد

که در وصف ذات خدا و رسول — بود غرقهٔ بحر حیرت عقول

خدا از خلقت نخستین غرض — مر او جوهر هر دو کیهان عرض

بجوهر عرض قائم و استوار — کم و کیف او نوضع استوار دار

چو حق الیقین در دل انباشته — ز عین الیقین رایت افراشته

عیان داشت مهر نبوت بپشت — نهان خاتم خاتمیت بمشت

پس از آدم و پیش از آدم ز جود — با آدم بپوشید رخت وجود

سر صف خاتم انبیا — که سر تا بپایش پاپش بپا

پس از انبیا بود و پیش از همه — بوضع و کم و کیف پیش از همه

فراز زمین از زمان و قدم — که در پردهٔ نقش حدوث و قدم

چو جوز اقمر گشته ز انگشت او — دو کیهان چو یک مشته در مشت او

بملک شهود و در اقلیم غیب — چو ذات مقدس منزه ز عیب

خداوند خلق و رسول خدا — خدا از خداوند بود جدا

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہوسکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۷۵ھ تک اونھوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخرالدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم سروش سخن کے "خاتمہ" میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں شروع ہوی اوس وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوی تھیں۔ لیکن خواجہ صاحب اون کے عزیز اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں اون کے پاس تھیں اور جب آرہ آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۷۴ھ یا ۱۲۷۵ھ میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب سے حضرت غالب کی مہر نیمروز اور دستنبو ملی اور نظر سے گزری۔ اوسی زمانہ میں اونھوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی ابھی شائع نہیں ہوی تھی) اور ۱۲۷۶ھ میں قاطع برہان شائع ہوی اور اون کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلند پایہ شاعر تھے ان کتابوں اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت اون کے دل میں پیدا ہوگئی اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ اون کی استادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب ہی ہیں۔ اون سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں اون کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجنی شروع کیں۔ یہ واقعہ بظن غالب ۱۲۷۶ھ کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اوس کے اول صفحہ پر اونھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور نحمدہ و نصلی لکھ کر پنج آہنگ کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے۔ اوس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:۔

"در بلدہ دہلی بمحلہ بلی ماران قریب چاندنی چوک رسیدہ بحضرت نجم الدولہ دبیر الملک

نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا نوشہ ڈاک
روانہ نمودہ شد"

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے
یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اونہوں
نے ۱۲۶۷ھ میں مجلد کرائی تھی اور یہ عبارت اوس کے اول ہی صفحہ پر ہے اس لئے حضرت غالب
سے اون کی مراسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوسی سال میں ہوی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ
شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانی اور شاعری اور فارسی زبان کی جزئیات پر
اون کی وسعت نظر کو دیکھکر بہت ہی خوش ہوے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباہات کا اظہار کیا
حضرت باقر کے کلام میں ردّ و بدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت ہوتی
تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے
بر سبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیرہ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک
غزل کہی اور اوستاد کے خدمت میں بھیجی اونہوں نے اس غزل کو بغیر کسی صلاح کے واپس
فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد
خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ مبدء فیاض نے تم کو شاعری
کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ
اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے
کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے تلمذ تھا اور اون کے

ہمراہ آرہ میں رہتے تھے۔ مجھ سے اونھوں نے حضرت باقر اور حضرت غالب کے باہم مراسلت کا
متعدد بار تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تقریباً ہر خط میں حضرت غالب اون کی فارسی دانی اور شاعری کی
تعریف ہی لکھا کرتے تھے۔ شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم نے ایک
مرتبہ اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا۔ "ہم نے آرہ میں حضرت (باقر) کی سات سال صحبت اوٹھائی
اور اون سے تلمذ رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مرزا غالب سے اون کی خط و کتابت جاری تھی۔
اون کے جو خطوط حضرت (باقر) کے پاس آتے تھے میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا حضرت (باقر) نے
ایک مرتبہ ایک غزل کہی جس کا ردیف و قافیہ "اثرے نیست کہ نیست" "خبرے نیست کہ
نیست" تھا اور مرزا غالب کے پاس بھیجی۔ جواب میں مرزا نے وہ غزل بجنسہٖ بغیر کسی اصلاح کے
واپس کی اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ اب تم کو مجھ
سے اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمہاری شاگردی پر مجھے فخر ہے" (یہ وہی غزل ہے جس کا ذکر
حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا اور جس کی کیفیت اس سے اوپر کے فقرہ میں لکھی گئی ہے) اوس وقت
کی گفتگو میں شمس العلما مرحوم نے اپنی ایک رائے کا بھی اس طرح اظہار کیا۔ "حضرت (باقر) کا
اپنی غزلوں کو اصلاح کے لئے مرزا غالب کے پاس بھیجنا مجھے بے سود معلوم ہوتا تھا اور پسند نہیں
آتا تھا اس لئے کہ فارسی گوئی اور شاعری دونوں اعتبار سے میں اونھیں مرزا غالب سے
کم نہیں پاتا تھا اور اون کے کلام میں جو درد اور اثر ہوتا تھا وہ مرزا کے کلام میں نہیں پایا جاتا
تھا لیکن چونکہ ادب مانع تھا اس لئے حضرت سے میں کچھ عرض نہیں کرسکتا تھا"۔ مجھے بھی ادب
مانع ہوا اس لئے حضرت شمس العلما مرحوم سے میں اونکے اس خیال کی توضیح نہیں کراسکا۔ اس کے
کچھ دنوں بعد میں ایک وقت یادگار غالب دیکھ رہا تھا اوس میں مولانا حالی مرحوم و مغفور کی یہ تحریر
نظر آئی:۔ .... اون کے (حضرت غالب کے) عاشقانہ اشعار میں باوجود

کمال جزالت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر
نہیں پائی جاتی۔"

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۷۶ھ میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے
ذریعہ تلمذ کا آغاز کیا اور استاد کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت مرزا
بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک اون کے خطوط کا جواب دیتے رہے
ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوی۔ حضرت باقر نے اون سے جو کچھ استفادہ کیا
وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء)
اونھیں بیحد رنج ہوا۔ استاد کی محبت اون کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور اون سے اپنے تلمذ پر
تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثنا بیان کرتے ہی رہے اور اپنی
شاعری کے کمال کو اونھیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار
یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

ہمچو غالب در جہان تنگ نکتہ سنجے بر نخاست — من فدائے لطف او باقر کہ استادِ من است

ہست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر — شورِ نظمِ تو کہ در ملکِ جہان افتادہ است

باقر از شکرانۂ این کے تواں آمد برون — کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

باقرا برخیز و برخوان پیش او از گفتہ ات — از پئے اصلاح روحِ غالب استاد آمدہ

کجا شد غالبِ شیرین نوا باقر کہ آہ اکنون — صدا زان طوطیِ ہندِ خوش الحانم نمی آید

آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) میں لکھی گئی جب حضرت غالب کو رحلت کئے ہوئے
چوبیس پچیس سال گزر چکے تھے۔ اس امتداد زمانہ پر بھی شاگرد کے دل میں مرحوم استاد کی کسقدر
محبت باقی تھی جس نے اون کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔

حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعرا گزرے ہیں اون کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرا کوئی مشغلہ نہیں رہا۔ شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوق سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب کی صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اوس کے کلام کے نقائص سے بھی لطیف پیرایہ میں اوس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو ستائیس سال کی عمر تک علوم وفنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اوس وقت تک فارسی گو شعرا اور خوش فہم بزرگوں کی کمی نہیں تھی اس لئے اونھیں ان ارباب فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور اونکی صحبتوں میں اون کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) تک قایم رہی۔ اس کے بعد اون کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیر بگہہ اور گیا سے آرہ چلے آئے۔ ۱۲۷۵ھ میں اونھیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اوسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہوگئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوے۔ اون کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا۔ جو کچھ وقت ملتا اوس کو اون کے دوست واحباب لے لیتے۔ آرہ میں فارسی شاعری کا چرچا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے اون کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضائے فطرت کو

کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہو چکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوچ سوچ کر شعر کہنے کا اونہیں موقع نہیں رہا تھا لیکن تقاضائے فطرت سے معانی اور مضامین کی اون کے قلب پر یورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاس ہوتی اوس میں لکھ لیتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھ دیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونہیں اوس وقت مل جاتا اوسپر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی حضرت باقر نے اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اوھوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروش سخن کے "خاتمہ" میں اون کے حسن دیوان کا ذکر کیا ہے کہ "ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے......" اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود اُنہوں نے اس کا کوئی ذکر کبھی کسی کے سامنے نہیں کیا اون کے زمانۂ حیات میں مجھے سروش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اوھوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرتا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بیرنگھ کے مکان میں جب آتش زدگی ہوئی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

۱۲۷۶ھ میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بنائی اور بطور کشکول کے
کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں اون سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتوں میں سے چند
ان میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اوس میں کوئی
مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اوس وقت یہ بیاض پاس ہوتی اوسمیں نقل کرلیا کرتے تھے۔
ان مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہوگیا ہے۔ ان سب کے علاوہ اوس
بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اواخر ۱۲۹۸ھ میں یہ بیاض بالکل بھر گئی
اور اوس میں زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا اون کا جو کچھ کلام
مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔
ترانوے [۹۳] غزلیں۔ چودہ [۱۴] قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونھوں نے
بہت کچھ کہا ہوگا لیکن اس بیاض میں اوسی قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا بقیہ سب جو کاغذ کے
پرچوں پر لکھا گیا تلف ہوگیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور
اون کی اصلاح کردہ غزلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و
کتابت ہوی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ اون غزلوں میں سے کوئی
غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکۃ الآرا غزل بھی
جس کا ذکر شمس العلما نواب سید امداد امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا
ضائع ہوگئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس سوال پر
وہ متاسف اور افسردہ ہوگئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھ سے
مانگ کر لے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیر بگہ کے مکان میں صندوق کے

اندر تھا جب چوری ہوی وہ صندوق اور اوس کے اندر جو کچھ تھا سب ضایع ہوگیا۔ واقعہ یہ ہوا
کہ آرہ میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جسمیں وہ اپنے کاغذات
رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اوس میں رکھ دیا کرتے تھے
جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس
گیا میں رہا۔ جب ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں اون کو پنشن ہوی وہ آرہ چلے آئے اور پیریگہ کے مکان میں
کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے۔ بعض دنی الطبع شریر النفس لوگ اون کو
تکلیف پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ اونہیں آرہ آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگون نے اوس
مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذات
کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہوگیا۔ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے
کہ ایک بنئے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت ردی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا
ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوی۔ تلاش کے بعد اون ردی کاغذوں
میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اونھوں نے فرمایا
کہ ایک وقت میں نے پے درپے چالیس غزلیں کہی تھیں اور اوس صندوق میں جو تلف ہوا
رکھدی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ ظہور الحق صاحب
قدس سرہ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انھیں بھی لکھا اونھوں نے جواب دیا "ہمارے
پاس سب کچھ تیار تھا مرور زمانہ ضایع ہوگیا ورنہ جناب حضرت اخی رحمۃ اللہ علیہ احضرت باقر
کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا"۔

۱۳۰۶ھ میں حضرت باقر پنشن لیکر آرہ تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر
ہوے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اوس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنا پر اونھوں نے بڑی تقطیع کی دس جزو کی ایک بیاض منگوائی اور اپنا کلام اوسمیں قلمبند کراتے رہے اوس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم ہوگئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

سنہ ۱۳۱۲ھ سے حضرت باقر کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ نوشت و خواند سے بالکل معذور ہو گئے۔ اون کے دو خدمتگاروں کے دو بچے اون کے زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اوس وقت ان کی عمریں دس گیارہ سال کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوالیا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی انداز سے لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ:۔

(۱) ابتدائے شباب سے سنہ ۱۲۷۴ھ تک کا حضرت باقر کا سارا کلام ضایع ہو گیا۔

(۲) سنہ ۱۲۷۵ھ سے سنہ ۱۲۹۸ھ تک اونھوں نے جو کچھ کہا اوسمیں مجھے صرف اوسیقدر ملا جو اونہوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کر لیا تھا۔

(۳) سنہ ۱۲۹۹ھ سے سنہ ۱۳۰۵ھ کے اواخر تک اونھوں نے جو کچھ کہا وہ سب کل تلف ہو گیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے ملیں جو اونہیں بنئے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔

(۴) سنہ ۱۳۰۶ھ کے بعد سے آخر عمر تک اونھوں نے آرہ کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیر بگہہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں اونھوں نے

جو کچھ کہا ہوگا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک غزل حضرت شاہ ظہور الحق صاحب سے اور ایک غزل انکے بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور اون میں شریک شدہ قصائد و غزلیات و دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی رحلت کے بعد مولوی شاہ عبد العزیز صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیکر دیوان مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاض میں جسقدر غزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اونہیں ترتیب دیا لیکن بعض موانعات پیش آئے اور یہ کام تکمیل نہیں پاسکا۔ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آرہ میں مل سکے حیدرآباد لے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ پنشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن بیحد دقتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اوس کا تقریباً تین حصہ اون کے آنکھوں سے معذور ہو جانے کے بعد کا تھا۔ اوسمیں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابو الحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بر وقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خود اپنے دست مبارک سے لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہوگا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

بفرمان فرتش ز فرمان حق ‏ ‏ ‏ همه خلق ما استقبل و ما سبق

کند قصه کوته زبان دراز ‏ ‏ ‏ کشد پرده بی پرده از چهر راز

ز صبح ازل تا بشام ابد ‏ ‏ ‏ احد احمد و احمد آمد احد

سر این بیان و معانی بهل ‏ ‏ ‏ میانجی میانه چهار و چهل

ندانم که فی تا نیایش کنم ‏ ‏ ‏ چه دانم چه فی تا ستایش کنم

ز نامت گهر خیز شد نامه ام ‏ ‏ ‏ ز شکرت شکر ریز شد خامه ام

بدشت ختن مشک اذفر فشاند ‏ ‏ ‏ بکافور تاتار و تبت نشاند

بکافور هندی ز مشک تتار ‏ ‏ ‏ دهد زینت و زیب از هر کنار

که آرد ثنای تو و اهل بیت ‏ ‏ ‏ که رانند در ملک و حد کمیت

دو و شش تن که هر یک درین چار حد ‏ ‏ ‏ زده پنج نوبت بر از حد و عد

نخستین وصی پیمبر علی ‏ ‏ ‏ نبی را وصی و خدا را ولی

بذاته نبی و صفات خدا ‏ ‏ ‏ صفت کی ز موصوف گردد جدا

بمعنی علی و محمد یکیست ‏ ‏ ‏ بگفتیم بسیار گر اندکیست

سخنهای نغزم خفی و جلیست ‏ ‏ ‏ علی خود محمد محمد علیست

تقریباً محال ہوگیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ بار بار ہمت قاصر ہوگئی لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کر لیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی مدون کر لیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہٗ کا کلام جس قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہو چکا تھا۔ بریں ہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہوگیا۔ اسمیں تین قصیدے۔ چارسو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں پینتیس ۳۵ قطعات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طا۔ عین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف ثا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کاف کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو اونھوں نے خود مسترد کر دیا تھا اور جن کی تعداد تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بیاضوں میں قلمبند پائی گئیں۔

اضافِ کلام

مثنوی ۔ حضرت باقر کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی ۱۲۷۴ھ سے پہلے شاید اونھوں نے کوئی مثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونھوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جا چکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ اونھوں نے مثنوی لکھنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔

قصاید ۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو نا تمام۔ مکمل قصیدوں میں

ایک قصیدہ ایک سو چھ شعروں کا ہے جسے انہوں نے پیرومرشد حضرت شاہ قیام اصدق
رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے۔
دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا
جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس شعروں
کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھدیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں
ہوے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم — کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم

اسی وزن اور اسی ردیف وقافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عرفی کا بھی ہے جس کا مطلع
یہ ہے ؎

من کیستم آں سالک کونین میسرم — کز بختۂ جوہر قدس است خمیرم

اور شیخ علی حزیں نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

آں طایر قدسم کہ چکد خون ز صفیرم — با درد و غم عشق سرشتند خمیرم

معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی انکی
قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا۔ پینتیس ۳۵ اشعار لکھ کر اوس وقت موقوف
کیا اور بعد میں (جیسی کہ ان کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوے۔
تیسرا قصیدہ اعلیٰ حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان
رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء (سنہ ۱۳۱۷ھ و سنہ ۱۳۱۸ھ) میں
ممالک آصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید قحط میں مبتلا ہوئے۔ کارہائے قحط کے
انتظام کے لیئے میں بیدر بھیجا گیا۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں کارہائے

قحط موقوف کر دئے گئے۔ مسٹر ڈنلاپ کمشنر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کر کے بھی شایع کرایا۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

نقل کر کے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمر ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا اون کو اون کے کیمپوں سے گھروں تک جانے کا خرچ دیا گیا اور کثیر اور وافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر اون کی امداد کی گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ئہ میں چند روز کی رخصت پر میں آرہ گیا۔ مسٹر ڈنلاپ کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شایع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا اوس کو میں ہمراہ لیتا گیا۔ آرہ پہنچکر جب حضرت علیہ الرحمہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا اونہوں نے قحط کی کیفیت استفسار فرمائی۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جابجا سے اوس کے دوسرے مضامین اونہیں پڑھ کر سنائے۔ جب اونہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچائی گئیں اور اون کی پرورش پر دو کرور سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کر دیا گیا اون کے دل پر بیحد اثر ہوا۔ بہت دیر تک حیدر آباد کی سلطنت اور بادشاہ اور اون کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اوسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اوس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا اون کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا اونہیں موقع نہیں ملا۔ اوس وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعرا کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گریز کو بالکل نظر انداز کر کے قصیدہ کو ممدوح کی

مدح سے شروع کر دیا۔

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں ستر شعر ہیں انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مولوی سید اقبال علی المتخلص بہ بجر کو اون کی فرمایش پر مہاراجہ بتیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سید اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور مہاراجہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور اون کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ مہاراجہ کی عمر اوس وقت ستر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بجر مرحوم کے لیے لکھ کر انہیں کو دیدیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عرفی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بشمع شعور — شنیدم آیت استفتحوا ز عالم نور

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں:—

سحر بدامن فکرت زدم چو دست شعور — خرابۂ دل پر خون ز درد و غم معمور
کشیدہ سر بگریبان گونہ گونہ خیال — تصورِ الم روزگار کردہ خطور
نہ طاقت و نہ توان و نہ تاب ضبط نفس — نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بہ غصہ صبور
نہ میل غنچہ و گل و نے دماغ سیر چمن — دلِ حزین نکشد گر بود کرشمۂ حور
بہ کام جان مزۂ عیش زندگانی تلخ — ز انبساط جہان خاطرِ حزین بس دور
سروش غیب بگوشِ دلم چنان آمد — کہ اے حریم دلت پر ز نور رب غفور
حریم عزت و اسرار غیب را محرم — جلیس مجلس انس و مقیم بزم حضور
چہ شد کہ ہست سرت وقف زانوے فکر — چہ داد رو کہ بہ بستر فتادہ رنجور

غزلیات و دیگر اصناف کلام:۔ حضرت باقر کا رجحان اون کی طبیعت کے افتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا ۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب اُنہوں نے بہت کم توجہ کی اور ترجیعات وغیرہ کے قسم میں سے اون کا کوئی کلام نہیں ملا ۔

قطعات:۔ جتنے قطعات مجھے مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں ۔ دیوان کے آخر کے تین قطعات (نمبر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا نثر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں

غدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات اون کے لیے محال ہو گئی ۔ اوس زمانہ میں اون کے پاس دو کتابیں دستنبو اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے ۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں اونہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں اون کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر او قاطع برہان نام رکھ کر ۱۲۷۶ھ میں شایع کیا ۔ ہر چند کہ اوس کتاب کے دیباچہ میں اوس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا ۔ "چون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتارہائے نادرست داشت و مردم را از راہ میبرد و من آئین آموزگاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت جادہ نمایان ساختم تا بیراہہ نروند" اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چہار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں یہہ ہنگامہ جاری رہا ۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں ۔ قاطع قاطع ۔ محرق قاطع ۔ ساطع قاطع وغیرہ ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی ۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ موید البرہان شایع کی ۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم

اصفہانی الاصل تھے اون کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں برہان قاطع اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار عجم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے۔ موید البران کو لکھ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خوان دوستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائیں اور اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شایع کیا۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گذری انہوں نے جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں:۔

مولوی احمد علی۔ احمد تخلص۔ نسخہ | درخصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

ہیچ مکراں را کہ در سند است وازایران جدا | شامل اقلیم ایران بے محابا کردہ است

قوم بسر ہیچ را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط | ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است

ہندیاں را در زبان دانی مسلم داشتہ | تاچہ اندر خاطر والاے اوجا کردہ است

ہر کہ بینی با زبان مولد خود آشنا است | ساز نطق مولد اجداد بیجا کردہ است

خواجہ را از اصفہانی بودن آبا چہ سود | خالفش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است

باقتیل و جامع برہان و لالہ ٹیک چند | لابہ و سوگیری و لطف و مدارا کردہ است

تیغ تیز کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ ان کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے اون کے ایک شاگرد مولوی عبد الصمد متخلص بہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شایع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں:۔

فرقِ حق و باطل اے صاحب نظر بشنو زمن گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است

دید چون غالب مویدِ آن کتابِ لاجواب کش بصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است

قطعۂ در پوزشش کردار خود ترتیب داد گاہ در روئے فخر و گہ لطف و مدارا کردہ است

مولوی عبد الصمد فدا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور مولوی عبد الصمد فدا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں ہنگامہ دل آشوب کے نام کے ساتھ آرہ میں منشی سنت پرشاد کے مطبع میں ذالحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں طبع کرایا اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبد الصمد فدا نے حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودھ اخبار میں شایع کیا۔ ان سب کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر میر آغا علی متخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہا در اختر ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو نثر میں ایک مضمون لکھ کر اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۷ئہ میں شایع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت غالب اور اُن کی اُردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ یہ مضمون چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر میں لکھا اور ان جملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے

خواجہ سید فخر الدین حسین سخن نے آرہ کے اسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں شایع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہوگیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک عزیز کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کر لیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں نے آرہ۔ پٹنہ۔ گیا اور لکھنؤ میں دوستوں کو لکھا لیکن اس کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہوچکا تھا کہ ہنگامۂ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبد العزیز صاحب آزاد کو مولوی سید وصی احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر (نبیرۂ حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بلگرامی آروی اعلی اللہ مقامہ) سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا نثر مضمون دیوان میں شریک کردیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۳) عبد الصمد فدا کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگھ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبد الصمد فدا کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے

نثر:۔ نثر کا مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک گیا ہے قطعہ نمبر (۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مظفر قدس سرہ کے دعوت کے رقعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے اُن کی اِنشا نگاری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کیجائینگی۔

کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاوی کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے اون کی عربی تحریر کی قوّت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں کہے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب اون کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی اونہوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا:۔ "چھوٹے سرکار[1] (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اُردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اُردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان بیٹھو سے نوک جھوک میں کچھ ہجو لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضایع کر دیا۔ اگر فارسی کہو تو اصلاح کے لیے بھیجو۔"

مشاعروں میں شرکت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی

---

[1] پیر بیگہ اور اطراف کے مواضعات میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی اُنہیں حضور چھوٹے سرکار کہتے تھے اور اُن کے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہٗ کو بڑے سرکار۔

مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے ۔بعض وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہہ یا کرتے تھے ۔دیوان کے ردیف میم کی غزل نمبر ۴۶ جس کا مطلع ہے ؎

رواج راحت و رنج از جہاں بگردانیم ۔ برآن سرم کہ شعارِ جہاں بگردانیم

مجھے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے ملی جس خط کے ہمراہ اونہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا ہ۔ "...... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثات زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں ۔جناب بھائی صاحب (حضرت باقر) پیر بیگہ (یعنی چھوا والی پیر بیگہ) تشریف لائے ناچیز اون کی ملازمت سے خوشوقت و مسرور ہوا...... اکثر اور بیشتر ہم اون کی خدمت میں جایا کرتے تھے اِدہر اُدہر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غالب مرحوم کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے ؎

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم ۔ قضا بگردشِ رطلِ گراں بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو اونہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بینائی تو تھی نہیں مگر بینائی باطن سے کام لیا ۔صبح کو تفضل (مرزا تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آئے اور کہا کہ بلاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بابو رات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اوس کا ذرا ذرا اشارہ کیجئے تو ہم بتلاتے جائیں چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھ لی ۔یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً پھر کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آرہ تشریف لیگئے وہاں سے...... صاحب گنج (گیا) تشریف لیگئے چند دنوں کے بعد واصل بحق ہوئے۔"

وصی همه پیمبر آغاز بود — که در پرده بی پرده همراز بود

بفرمان یزدان و نص نبی — ید الله ایده بنفس النبی

چو شد دست ایزد برون از آستین — بیک چشم زد شد دو کون آفرین

چه شد معترف بر ولایش مگس — شود شاهد صادقش شهد و بس

فرو بنده اش امکان و محل — فرودین مقامی فراز زحل

پی یکدیگر یازده نور او — همه فره ایزد و نور او

یکی دانم این چارده را بذات — دو گویان نگویند جز ترهات

فروغیست از نورشان نور طور — که بخشند بر ماه و خورشید نور

بتابد چه شب تاب کرم از سپهر — بر تاب رخسارشان ماه و مهر

نیارد مه و مهر از آن نور تاو — ونسند بخاک درش باج و ساو

با آخر حجج حجة بن الحسن (ع) — صبابت بو ختم و ختم این سخن

نیو شد نیوشند شیوا سخن — چه فهم سخن آرد از بیخ و بن

اگر بهره بهرش از فهم و درک — نماید سخنهای بیهوده ترک

بسنجید سنجیده گفتار نغز — نسنجید پس از شوق در پوست مغز

حضرت باقر کی انشا نگاری اور غزلوں پر اصلاح دینے کے اصول

مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ اون کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ اُنھوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو اون کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشا نگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور اون پر کاربند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح دینے کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

(۱) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی سید عبدالعزیز صاحب آزاد

برخوردار سعادت آثار عزیز سراپا تمیز منشی سید عبدالعزیز زاد عمرہٗ و قدرہٗ۔ دعائے مزید حیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نمایند۔ قطعہ خط آن عزیز مع غزل بعد مدت دراز از ڈاک وصول گردید خرم و خرسند ساخت۔ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ باین یاد آوری و سعادتمندی دیرگاہ سلامت دارد۔ در بعضے خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ[۱] چند بار نمودند مگر وفاے آن وعدہ مرہم جراحت انتظار نہ شد و مشاعرہ از زمانہ بسیار می شود چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چھاپ نشدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکیدۂ خامہ جادو نگار

---

[۱] گیا میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا اور شعرا اردو اور فارسی میں اپنا اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ ہر مشاعرہ میں جس قدر غزلیں پڑھی جاتی تھیں ایک جا جمع کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دی جاتی تھیں۔

قاضی فرزند احمد[۲۲] صاحب چند بار نوشتم و ہنوز ہمان اشتیاق دامنگیر دل است و نیز غزل فارسی مولوی فصیح احمد[۲۳] صاحب را سامعہ مشتاق است چون ممدوح علیہ استاد آنعزیز اند حاصل شدن محض آسان۔ بالجملہ غزل آن عزیز بمطالعہ در آوردہ اصلاح کردہ فرستادہ می شود۔ چند شعر دران کہ معنی لطیف نداشت و درستی آن بہ تبدیل و تغیر ہم ممکن نشد بدر کردم و مطلع درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو حشو پاک باشد و ضبط و ربط کلام از دست نرود اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند فضول قافیہ پیمائی ضرور نیست۔ حضرت غالب میفرمانید ؎

چہ غم گر ہست اشعار من اندک نگویم تا نباشد[۲۴] نغز غالب

و این دعا گویم غزلے در این زمین حسب فرمایش آنعزیز درست کردہ است مگر حق اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دانش دور است۔ امام طبقۂ ثانیہ بابا فغانی بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعرائے متاخرین ہمہ مقلد او شدند و بر غزلہائے شان شعرائے متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلہا گفتہ۔ نزدم کتابے بود مجموعہ کہ بزرگے ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلہائے متاخرین کہ بران غزل بود بعد از ان نوشتہ۔ کتابے بود بطور گلدستۂ مشاعرہ۔ این فقیر را در اینجا (یعنی آرہ) از بعضے بزرگان بلگرامی بدست آمدہ بود در بیر بگہ بشمول دیگر کتابہا بہ غارت[۲۵] رفت حسرت آن کتاب از دل نمی رود۔

۲۲؎ قاضی فرزند احمد صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گو شاعر تھے۔

۲۳؎ مولوی فصیح احمد حشر بنیتھوی مرزا محشر دہلوی ریختی گو کے شاگرد تھے اور وہ حضرت غالب کے شاگرد تھے۔

۲۴؎ گیا کے ایک مشاعرہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع ؎ ہرگزم نقش تو از لوح دل و جان نرود۔ ہرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود طرح دیا گیا تھا۔ شاہ عبد العزیز صاحب آزاد کی فرمایش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ روشش عرفی و جامی ہمہ سہل است و لیے۔ در رہ حافظ ما ہیچ غزلخوان نرود (دیوان باقر ردیف دال غزل نمبر (۶۳))

۲۵؎ بہت دنوں کے بعد یہ کتاب اتفاقاً مجھے مل گئی اور اب میرے پاس ہے۔ عطا حسین۔

غرض اینکہ غزلہائے فغانی را اساتذہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کسے سبقت نکردہ مگر بہ ندرت در بعضے غزل ۔ وامروز قطعہ خط عزیزی شاہ مجیب الحق سلمہٗ از سملہ آمدہ است دران خط دو خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال خجندی و خمسہ دیگر بر غزل این دعاگو باطمینان دیدہ فرستادہ خواہد شد ۔ واز چند عرصہ طبیعت این دعاگو بعارضہ دوران سر و شدت در دسر بسیار نادرست بود لہذا در فرستادن جواب خط آنعزیز توقف سہ چہار روز گردید و حالا در نوشت و خواند خطوط بسیار حرج رو خواہد داد زیرا کہ عبدالصمد و عبدالکریم سلمہما کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چہار روز ہر دو نور چشمان با نکی پور خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ حنفیہ کہ درینجا جاگیر شان بود و مردم ذی استعداد نوشت و خواند خطوط ما میکرد او بمکان رفت حالا کسے نخواہد بود کہ خط بخواند و نویسد ۔ بہرحال آنعزیز از تحریر خطوط کف قلم نخواہند کرد بکدامی تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن جواب توقف رو دہد معذور خواہند داشت و مزاج این دعاگو از عرصہ دو سہ روز بر سر افاقہ است لیکن ہنوز صحت کلی نیست اینقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن عزیز شنیدم و جواب نویسانیدم ۔ و غزلہائے خود کہ میفرسیم باید کہ شعرائے فارسی آنجا را نمایند اگر بپسندند لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و درین خط نگاشتہ اند کہ در مشاعرہ حالیہ صرف چار اشخاص غزل فارسی خواندند مگر تفصیل نہ نگاشتند اسامی آن حضرات زیر قلم کنند و معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست ازان اطلاع منجواہم زیادہ دعائے ترقیات ۔

باقر علی تاریخ ۲۹ ہر اکتوبر ۱۸۹۸ء

مولوی شاہ عبدالعزیز آزاد کی غزل اور اوس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دماغم ہوس روئے حسینان نرود — تا بعمر از دل من الفت خوبان نرود

(۲) تا نہ بینید رخ نیکوے نو گاہے جانان — وقت مردن ز تنم جان[۱] بہ آسان نرود

(اصلاح) تا نہ بینید رخ خوب تو دم نزع مرا — جان رود آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱ لفظ "جان" میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگر جور و جفا شد دل من چند[۲] آنکہ — ظلم صد گونہ بہ بینید رہ افغان نرود

(اصلاح) خوگر جور و جفائے تو شدم بسکہ ز دل — با ہمہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۲ کاف متحرک آخر مصرعہ میں درست نہیں کاف ساکن بعضے کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظر جلوہ نظر بر راہ اند — از رہ لطف مگر آن شہ خوبان نرود

(اصلاح) عاشقان منتظر اند براہش لیکن — ہیچگہ جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود

(۵) روے گلرنگ تو بفریفت چنانم جانا — دل من گہ بہوائے گل و بستان نرود

(اصلاح) بسکہ شیدائے بہار گل روے تو بود — دل من گہ بہ تماشاے گلستان نرود

(۶) از سر لطف گہے شاد نگردان ما را — ظلم بر عاشق دلخستہ بدینسان[۳] نرود

(۳ ردیف اس مصرعہ میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابل بدر ہے)

(۷) دعوی عشق از و باطل و نا زیبا شد — ہر کہ در راہ وفا از سر مژگان نرود

(اصلاح) ہست بے پائے طلبش سست بجولانگہ عشق — ہر کہ پا کردہ ز سر در رہ جانان نرود

(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشق خوبان — چون کنم تا بلبم نالہ سوزان[۴] نرود

(۴ اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا خدا جانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالکل ترکیب چسپت نہیں ہے نکالدو)

(۹) خار را دید نشستہ چو بہ پہلوئے گلے غیرتم گفت کہ دیگر بگلستان نرود[۵]

(۵ بندش اس کی لچر اور ترکیب سُست ہے اور نرود کا کوئی فاعل معلوم نہیں ہوتا)

(۱۰) ہر کہ در بزم تو آمد خوش و خرم آمد دیگر آن کس ز برت خرم و شادان نرود[۶]

(۶ یہ شعر بے معنی ہے بدر)

(۱۱) عاشق و رندم و مست مے الفت زاہد دل من جائے بجز کوئے حسینان نرود

(اصلاح) عاشقم کے بروم جانب مسجد زاہد دل من جز طرف کوچہ جانان نرود

(۱۲) جلوہ افگن شدہ در وادی ایمن مہ من ارنی گوئے چرا موسی عمران نرود[۷]

(۷ یہ شعر بہت درست ہے)

(۱۳) ہست آزاد گرفتار بلائے شب غم آفتے نیست کہ بر جان پریشان نرود[۸]

(اصلاح) ہست آزاد گرفتار بلائے شب ہجر آفتے نیست کہ بر حال پریشان نرود

(۸ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا)

(۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق کمالی

سراپا سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق[۲۶] صاحب اطال اللہ عمرہ۔ از ہیچمدان دعاگوئے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بہجت اسلوب آنعزیز در وقت سعید جہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بر دل کشود بایں یادآوری و عاجز نوازی دیرگاہ سلامت باشید۔ خمسہ آنعزیز بمطالعہ در آمد ہر چند چشم بینا ندارم کہ خود بینم مگر بگوش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و دقت طبع و قاد آنعزیز آفرینہا کردم

---

۲۶ شاہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور سے ملتا ہے۔

ماشاء اللہ با وجود نومشقی معانیہائے نازک بخیال می آرند حسب الحکم آنعزیز محو و اثبات بعمل آمد
از کثرت ترمیم و زیادہ تغیر و تبدیل ملول و شکستہ خاطر نخواہند شد زیرا کہ در ابتدائے مشق
ہر فن از ہر کسے ہمین قسم غلطیہا سر میزند من اینقدر غنیمت شمردم کہ با وجود نومشقی گوہر نازک خیالی
سفتند مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و غوامض این فن دستگاہے چندان معتد بہ ندارند
غلطیہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رو دادہ ہر چند بہ تغیر بسیر ترمیم ممکن بود خواستم کہ کلام
بسیار صاف و شستہ گردد تا کسے را از سامعان مجال اعتراض و جاے انگشت نباشد و خواستہ
بودم کہ بر تضمین کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچہ بر غزل این ہیچمیرز مصرعہا ضم کردہ اند از آن
اغماضے نظر کردہ شود زیرا کہ کلام این ہیچمدان آن رتبہ ندارد کہ عزیزان بران مصرعہا ضم کنند مگر
بلحاظ ملال خاطر آنعزیز کہ خاطر عزیزان نازک می باشد قلم اصلاح راندہ شد و خمسہ دو شعر معطل
داشتہ آمد زیرا کہ خیال قافیہ دران نکردہ اند قافیہ ہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید
کہ فکر غزلہا کنند و چند غزل چکیدہ خامہ معنی نگار و نتیجہ فکر وقاد خود نزدم فرستند تا اصلاح کردہ فرستادہ
شود از طبیعت داری آنعزیز امید است کہ در دہ دوازدہ غزل سلیقہ شعرگوی درست خواہد
شد زیرا کہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم
آن سعادتمند بخوبی جلوہ گر خواہد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت
کنند و کتابہائے اصول این فن مطالعہ در آرند و اگر کدامی دیوان اساتذہ نزد آنعزیز باشد
سیر آن کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنعزیز باد کہ در عظیم آباد وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ
کمال[۲۷] قدس سرہ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میکنم کہ

---

[۲۷] حضرت شاہ کمال قدس سرہ دیورہ کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت اعلیٰ پایہ کے شاعر اور بہت بڑے صاحبدل بزرگ تھے۔ شیخ علی حزیں کے ہم عصر تھے اور شیخ کے بنارس کے اقامت کے زمانہ میں اون سے بہت دنوں تک خط و کتابت رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال علی تھا اور کمال تخلص تھا۔

مشتاق آن ہستم تا از کلام بزرگان خود حظے وفیضے برادرم از سعادتمندی آنعزیز بعید نیست کہ بدعا برسم وباید کہ آن رسالہ صاف صاف نوشتہ شدہ باشد تا کم حیثیت ہم بے تامل بخواند وپرچہ اصلاحی ہم فرستادہ میشود اصلاح از ان بدریافت خواہد آمد ودیگر پرچہ صاف کردہ شدہ است دران حرف مصرعہاے اصلاحی بقلم آمدہ تا بے تامل خواندہ شود۔ واین دعاگو را مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیادہ دعا۔

۱۶- جمادی الثانی (۱۳۱۶ھ) از مقام آرہ محلہ ناظر گنج

خمسہ مولوی شاہ مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولوی باقر علی

(۱) مرا دلیست کہ صد فتنہا ہمین باشد ذلیل کردم را آشنا ہمین باشد

(اصلاح) فغان ز دل کہ سر فتنہا ہمین باشد ز خود ربودم را آشنا ہمین باشد

مگر ز بخت شکایت مرا ہمین باشد اسیر زلف بگشتم بلا ہمین باشد

(اصلاح) ز بخت خویش شکایت مرا ہمین باشد . . . .

مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

(۲) ہزار شکر درخشید نیک اختر من ولے بصلح برآمد چو آن بت پرفن

(اصلاح) بسوے من نگر امید آن بت پرفن . . . .

قدم بناز و تبختر نہاد بر سر من غبار مقدم او کرد دیدہ ام روشن

(اصلاح) قدم بناز و ادا ہا نہاد بر سر من . . . .

ز کحل طور نگو توتیا ہمین باشد

(۳) برآمدی ز پے قتل وگفتۂ چہ ادا است کشیدۂ تیغ کین وگفتۂ چہ ادا است

(اصلاح) تو از کرشمہ و ناز آنچہ میکنی زیباست — جفا و جور تو دانستہ ام کہ مہر و وفاست

نمودہ سر ما خم و گفتۂ چہ اداست — نہادہ بسرم تیغ و گفتۂ چہ اداست

(اصلاح) غرض ہر آنچہ بمن میکنی روا و بجاست — . . . .

فدائے ناز تو جانم ادا ہمین باشد

(۴) تنبیت کج کلہ و شوخ چشم و طرارے — خدائے حسن بخوبی بمکر عیارے

(اصلاح) نگار ماست عجب شوخ و شنگ و طرارے — تمام سحر و فسون پر فنے و عیارے

پے نظارہ[۱] جمالش چو گفتہ شد بارے — برو نما دل و دین میکند طلب آرے

(اصلاح) پے نظارۂ رویش چو گفتمش بارے — . . . .

برائے ہیچ رخے رو نما ہمین باشد

(۱ نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

(۵) فغان بکوہ و بیابان کردن عاشق — نفس ز درد فراقت شمردن عاشق

(اصلاح) زدن ز خنجر بیداد گردن عاشق — بدوری تو غم و غصہ خوردن عاشق

بسنگ سر زدن حیف مردن عاشق — بدست صدمۂ ہجراں سپردن عاشق

(اصلاح) ز خانہ جانب دیوار کردن عاشق — . . . .

طریق مہر و شعار وفا ہمین باشد

(۶) سزاست شہرگ جان بریدن و مردن — ز آب تیغ ہلاہل چشیدن و مردن

جمال روے تو اے جان[۲] دیدن و مردن — بکوے دوست چو بسمل طپیدن و مردن

(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مردن — . . . .

عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد

(۲ ایجان میں نون ظاہر ہے اعلان نون جائز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں معشوق کو مخاطب کیا ہے اور اصل مصرع میں غیبت ہے دونوں مصرعوں میں تباین ہوتا ہے)

(۷) ز درد ہجر تو جان بر لب است ہان بنگر بیا و بہ بین کہ شکستہ دلیم و خستہ جگر
. . . . (اصلاح) نگاہ کن کہ شکستہ دل است و خستہ جگر

تو جہے ز کرم بر کمالیِ مضطر ز نازہ باقر دلخستہ را بکش در بر
(اصلاح) شدہ است ہمچو کمالی بس عاجز و مضطر . . . .

پے شکستن دل مومیا ہمین باشد

(سلام ان تین مصرعوں کا قایل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اصل شعر کا قایل اپنی غرض۔ خمسہ میں مصرع تضمین کو اصل شعر کے ساتھ موافق و چسپاں ہونا چاہئیے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

شعر فہمی ۔ سخن رسی ۔ سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجۂ کمال عبور اور دسترس نہو اور صرف و نحو۔ عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشق سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں آسکتی لیکن شعر فہمی ۔ سخن رسی اور سخن شناسی کا دارومدار زیادہ تر وجدان صحیح اور ذوق سلیم پر ہے یہ فطری صفتیں ہیں اور مبدء فیاض نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے ۔ اچھے اشعار کی جانب اون کی توجہ فوراً منعطف ہو جایا کرتی تھی اور لطیف اور پر اثر اشعار کا اون پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا ۔ مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب اون کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشین کر دیا کرتے تھے ۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

مجلس وعظ تو تا دیر رہے گی غالب　　پاس ہی میخانہ ہے پیکر کے ابھی آتے ہیں

اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوئے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے مگر اون سے نہ رہا گیا اور اوسی روز حضرت غالب کی خدمت میں خط لکھ کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ ایا شعر واقعی انہیں کا ہے۔ حضرت شاہ ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور وہ یہ تھا۔ "اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب منسوب کیا ہے اوس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی میخانہ ہوتے ہوئے مجلس وعظ میں جا کر بیٹھتا"۔ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب حضرت غالب کی استادی کا کمال ملاحظہ کرنی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی حزیں کا دیوان دیکھ رہے تھے اون کی ایک غزل کا مقطع نظر سے گذرا ؎

بملامت گران حزین میگفت　　چہ کنم دل باختیار کسے است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ پر اونہوں نے سر دھن لیا۔ بہت دیر تک اوس کو بار بار پڑھتے رہے اور بالآخر اوسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱) ؎

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم جہاں علاؤ الدین علی احمد صابر چشتی کلیریؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اور شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچایا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمدؒ صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

"شمس الدین تو مرا فرزندی از حق سبحانہٗ تعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلہ با از تو جاری باشد و تا قیامت بر پا ماند۔"

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۶۹۱ھ) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے وطن واپس آ کر حضرت شاہ ولایت مخدوم خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور شدید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:۔

"الغرض وے از ممتازان و محبوبان ایں طائفہ بود شانے عظیم و طبعے کریم و حالے مستقیم

باقرؔ این مصرعۂ حزینم سوخت — چہ کنم دل باختیار کسے است

ایک روز میں آرہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ رہا تھا کہ حضرت باقرؔ تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے ؎

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود — ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکیوں کو وہ بیان کرتے گئے جس وقت میں نے مقطع پڑھا ؎

آیتے بد زعذاب اندہ حافظ بیتو — کہ بر ہیچکسش حاجت تفسیر نبود

اس شعر کو سنکر بے حد متاثر ہوئے۔ تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے

ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طیبات دیکھ رہا۔ حضرت باقرؔ میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک غزل کا مطلع پڑھا ؎

سرو سیمینا بصحرا میروی — نیک بدعہدی کہ بے ما میروی

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا ؎

کس بدین شوخی و رعنائی نرفت — خود چنینی یا بعمدا میروی

سنتے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں میں نے جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔

اہل بہار شمال و مغرب کے گونہ کو بھنڈار گونہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسات کے

موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابر اوٹھتا ہے تو تمام رات خوب برستا رہتا ہے
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ اور بھادون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آرہ
کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور اون کے ملاقاتیوں میں چار پانچ اصحاب اونکے
پاس تھے کہ بھنڈار کونہ کی جانب سے نہایت تیرہ و تار ابر نمودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید
سفید بگلوں کا اوڑنا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شاہ نامی ایک صاحب نے
حضرت باقر سے کہا کہ "حضور ملاحظہ فرمائیں اس سیاہ ابر میں سفید بگلوں کا اوڑنا کیسا بھلا
معلوم ہو رہا ہے"۔ سب لوگ اودہر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے اون سے
پوچھا کہ "حضور! بھنڈار کونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں"۔ فرمایا "اس لفظ سے جو مفہوم
لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مرادف لفظ 'سمت یمانی' ہے۔ چنانچہ
حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اوس کا ایک شعر یہ ہے ؎

برق یمانی بجست باد بہاری بخاست — طاقت مجنوں نماند خیمہ لیلی کجاست"

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور چہرہ
چمکنے لگا آخر بیتاب ہو کر مسجد میں (جو اوسی صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور
مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور
قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدی اور
خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑھے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدی اور امیر خسرو دہلوی
غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور
متاخرین شعرا سے بہت بالاتر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدی کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اوس کا مطلع یہ ہے ؎

گر دست دہد ہزار جانم | در پائے مبارکت فشانم

اس کو پڑھ کر ان کی حالت دگرگوں ہو گئی آبدیدہ ہو گئے اور بار بار پڑھتے رہے اور فرمایا کہ مبدء فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔

مولوی سید اقبال علی بجر مرحوم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی سید خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں اونہوں نے کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو مہمل اور بے معنی ہیں اور جنہیں اونہوں نے غالباً مدہوشی کی حالت میں کہدیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر پڑھیے۔ اونہوں نے یہ شعر پڑھا۔

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار | آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

سنکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت محظوظ ہوے۔ مجھے ان کے الفاظ بجنسہ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ اونہوں نے بیان کیا اوس کو میں اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:-

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے ؎

مرا جدائی او سوخت دفت شبنم خوش | کہ در مشاہدۂ آفتاب می سوزد

شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے

اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہو جاتی ہے گویا جل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے
کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھیے کہ ہم تو معشوق
کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق
کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے
مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔
قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباو پڑتا ہے
تو وہ چیز پگھل جاتی ہے۔ حنا بھی پسکر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے
اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدمست ہو جاتا ہے تو اوس کا چہرہ
بھی خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو
اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہو کر گویا وہ بھی حنائے سائیدہ
کی طرح خون جیسا سُرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے
فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل
پگھل کر خون ہو گیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھیے کہ پسی ہوئی
حنا کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدمست کے
ہاتھ میں جا کر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رُخسار کے عکس سے
نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور
آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخسار یار کی بدولت ننتیان بہنہا

حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لیے جس کو شعر گوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیتیں کم وبیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کیے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔ اون کے کلام کی برجستگی ہے۔ مجھے اون کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلاکم وکاست اس دیوان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اون کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ اونہوں نے جو کچھ کہا اوسے فی البدیہہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لینے یا لکھوا لینے کے بعد اونہوں نے نظر ثانی یا غور مکرر کرکے اپنے کلام میں (معدودے چند مصرعوں کے سوا) کہیں رد وبدل نہیں کیا۔ پیر کی منقبت میں اونکا ایک سو چھ اشعار کا قصیدہ ہے اور مہاراجہ ٹکیا کی مدح میں ننانوے شعروں کا قصیدہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم کو دیا تھا۔ دونوں کے اصل مسودے موجود ہیں۔ اون میں کہیں رد وبدل نہیں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اون کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد اونہیں کسی مصرعہ میں کسی رد وبدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوی۔ اعلیحضرت حضور نظام آصف جاہ سادس غفران مکان کی مدح میں سترہ شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھوایا اور عرفی اور حزیں کے قصیدوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھ کر اوس میں اونہیں صرف ایک مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اون کے اواخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں بھی کوئی رد وبدل نظر نہیں آیا البتہ اون کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی ملیں اون میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں اونہوں نے کسی قدر تغیر وتبدل کیا اور اوس سے اون کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کیے جاتے ہیں۔

ردیف الف کی غزل نمبرہ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "خار راہِ تو بود نرم تر از بستر گل"۔ اس کو بدلکر "زینت جیب و گریبا نست چو گل خار رہت" لکھا۔

ردیف دال کی غزل نمبر ۲۳ کے چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "گدائے کوے جاناں حاصلِ کونین میدارد"۔ اس کو بدلکر لکھا "گدائے کوے جانان شو کہ کامِ دوجہاں یابی"

(۲) شاعری میں اہل زبان کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی لازمی ہے ورنہ شاعری لچر سی ہوکر رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے بہتیرے فارسی گو شعرا سے لغزشیں ہوگئیں اور ایرانی محاورات کے بجائے فارسی زبان کے لباس میں اون کے قلم سے ہندی محاورات نکل گئے ہیں۔ مثلاً جہاں اہل زبان "طالع" کا لفظ لکھتے ہیں۔ (ع کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت ۔ یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم ۔ حافظ) بعض ہندی نژاد شعرا بے تکلف "ساعت" لکھ گئے ہیں اس لیے کہ اس ملک میں لوگوں کے زبانزد یہی لفظ ہے۔ مثلاً "ساعت دیکھو"۔ "یہ بچہ کس ساعت میں پیدا ہوا"۔ یا مثلاً ایک شخص نے بجائے "بے سبب" کے مہمل لفظ "غیر سبب" لکھدیا ہے (ع ہر دم آزردگی غیر سبب راچہ علاج) ایسی لغزشوں پر اہل ایران ہنسا کرتے ہیں۔ شیخ علی حزیں کے متعلق مشہور ہے کہ جب کبھی کسی شعر میں اہل ایران کے محاورہ کے خلاف کوئی لفظ سنتے تھے بیساختہ کہدیا کرتے تھے "بوے ہندی می آید"۔ اسی قسم کی لغزشوں اور فروگذاشتوں کے باعث حضرت غالب ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں حضرت امیر خسرو اور حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے سوا کسی کی شاعری کے معتقد نہیں ہوے۔ مثنوی "باد مخالف" میں جہاں اپنے قول کی تائید میں مرزا عبدالقادر بیدل کو سند میں پیش کیا ہے وہاں بھی یہ کہنے سے باز نہیں آئے ع

گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست لیک ہمچون قتیل نادان نیست

خلاصہ یہ ہے کہ فارسی زبان میں اگر شاعری کیجائے تو اہل فارس ہی کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اہل زبان کے محاورات کے خلاف ہندی محاورات کو فارسی کا جامہ پہنا کر شعر میں لانا شعر کو مبتذل اور تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت باقر کی شاعری کی یہ نہایت ممتاز خصوصیت ہے کہ ان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جائیے ایک جگہ بھی ایسا محاورہ نہیں ملے گا جو ایرانیوں میں مستعمل نہ ہو یا جس میں ہندیت پائی جاتی ہو اون کی زبان تمام تر ایرانیوں ہی کی زبان معلوم ہوتی ہے اور ان کا کلام اساتذہ (مثلاً نظیری عرفی۔ صائب۔ حزیں) کے کلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اون کا کلام ہر قسم کے حشو و زواید سے بالکل پاک ہے اور پیش پا افتادہ مضمون اون کے اشعار میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان عیوب کی جانب اونہیں بہت خیال رہا کرتا تھا چنانچہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کو اون کی ایک غزل اصلاح دیکر جس خط کے ساتھ واپس کی تھی (یہ خط نقل کیا جا چکا ہے) اوس میں ان معایب کی جانب اونہیں خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ خود بھی اپنے کلام کے متعلق فرمایا ہے ؎

باقر بہ کلامم نبود حشو و زواید در گلشن ما رہ نبود خار و خسے را
پیش پا افتادہ مضمونے نہ بندد طبع من کے سر صید چنین صید است شہباز مرا

(۴) چوتھی خصوصیت ہر صنف شعر پر اون کی قادر الکلامی ہے۔ اون کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی۔ قصاید اور غزلوں اور قطعات کے علاوہ چار رباعیاں اور دو مخمس دیوان میں شریک ہیں۔ ان سب کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس بے تکلفی سے وہ غزل گوئی پر قادر تھے اوسی طرح وہ تمام اصناف کلام کے کہنے پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ اور اون کے نثر مضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نثر نگاری میں بھی وہ ویسے ہی قادر الکلام تھے۔

(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے اواسط عمر اور اواخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں پختگی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفائی ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جبلی مناسبت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنع کا کہیں شایبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے ؎

بود بہ نطق طبیعی فصاحتِ طبعم وگرنہ طبع مرا ذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اوس میں نہایت درجہ جزالت اور متانت پائی جاتی ہے۔ اوس کے علاوہ اون کے جبلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے لبریز پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زباندانی میں اپنے کمال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت کا اظہار حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں ؎

سخنِ آبدار تو باقر در نظر قیمتِ گہر بشکست
ہر کس کہ شنید شعر من گفت این کس چہ فصیح و خوش بیان است
نباشد دل چسان مشتاق اشعارِ خوشت باقر کہ شیرین کام جان زین شیوۂ گفتار می گردد
بزیر خاک بخفتی و زندہ باقر کہ ذکر خیر کلامِ تو جا بجا باقیست

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق — در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما

ہست در ہند اگر شہرت نظم چہ عجب — اصفہان پر شدہ از شور سخندانی ما

تو ای رشک نظیری و فغانی در سخن باقر — جزاک اللہ چہ ایران کردہ ہندوستانی را

یہ اشعار شاعرانہ تعلی پر محمول کئے جا سکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اوس کے کلام کی فصاحت۔ بلاغت اور لطافت اور اوسکی قادر الکلامی اور کمال زباندانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکابر شعرا اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اون کی زباندانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گویا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اُون کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اوایل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زباندانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت اونہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر مہارت پیدا کر لی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اون کے لب ولہجہ اور بات چیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کر رہا ہے۔ اون کے آرہ میں قیام کے زمانہ میں تجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی۔ بعض وقت نہایت باکمال ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرا تھی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اون لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کر لینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلما نواب امداد امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اون کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اون کی گفتگو اور اون کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے۔ آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر بھی تھے حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام سنکر اونہیں ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہو گیا اور چند روز تک انہیں اصفہانی الاصل ہی سمجھتے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقومۃ الذیل اشعار میں کیا ہے ؎

نہ حزیں ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر / تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما

کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں / منم فتادہ درین جا ز ہمزبان تنہا

باقر از کلک گہر ریزت نہ تنہا این غزل / ہر کلامے چون کلام سعدی و خاقانی است

بشعر عرفی و صائب نیافتم باقر / فصاحتے کہ بہ انداز این سخن پیدا است

ہمنوایم بہ بلبل شیراز۔ / طوطی ہندم ہم زبان من است

میگفت حزیں باقر با عجز و ادب بامن / یک شعر چو اشعار تو موزون نتوانم کرد

کے حزیں ہیبت زند دم ہم چہ جائے عرفی است / باقر اشعار خوشت از شعر سلمان شد لذیذ

ان اشعار میں بھی شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعرا (مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، حزیں اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں۔ حضرت باقر بھی ان بزرگوں کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں اونہوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ "ہم نے تتبع کو اوس درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے اور ہمارا کلام سنتے تو اوس کی قدر کرتے اور داد دیتے"۔ اونہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہو گا کہ اساتذہ کے بعض کلام سے اون کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبدء فیاض کا فیض

داشت وآنقدر ریاضات ومجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شدت
جوع نفس امارۂ او بصورتے مجسم شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد اما در استقامت
او، ہیچ فتورے راہ نیافت"۔

تکمیل کے بعد ۶۷۶ھ میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجاز مطلق کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کردی اور آٹھ سال کے بعد ۶۸۵ھ میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے فیضان کو جاری کر دیا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حاضرین وخدام میں سے کوئی شخص بآواز بلند اون کے کان کے قریب حق حق حق کہتا۔ اس نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے نماز کے بعد پھر استغراق کی حالت پیدا ہو جاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ انہیں کے واسطہ سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ میں ہوی۔ مزار مبارک پانی پت میں ہے۔ پیر نے خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول صاحب سیر الاقطاب "عمر شریفش از یک صد وہفتاد سال زیادہ بود"۔ ممکن ہے کہ مؤلف سیر الاقطاب نے اس روایت کی تنقید نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

بند نہیں ہوا ہے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگران نیز کنند انچہ مسیحا میکرد

بابا کمال خجندی ۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل اون کے دیوان میں ہے ۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی دو تین غزلوں کے طرز پر اون کی دو تین غزلیں ہیں ۔ حافظ، نظیری، صائب حزیں اور غالب کی غزلوں کے طرز پر اون کی متعدد غزلیں ہیں ۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جائیگی اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں ۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

شب فراق چہ داند کہ تا سحر چند است مگر کسے کہ بزندان عشق در بند است

اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

بعشق قابل دیوانگی خردمند است ببر ز حیلہ کہ آزاد مرد این بند است

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

چو صبح من ز سیاہی بشام مانند است چہ گوئیم کہ ز شب چند رفت یا چند است

حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ۔ (ردیف تا غزل نمبر ۳۷) ؎

دلم بقتل ز دست تو آرزومند است بہ تیغ عشوہ و تیر نگاہ سوگند است

نظیری کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

نظر بظاہر و صیاد در خفا خفتست اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتست

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ؎

بسینہ می سپرم راہ گرچہ پا خفتست   بوادئی کہ دران خضر را عصا خفتست

حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا غزل نمبر ۴۳) جس کا مطلع ہے ؎

بخواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست   بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست

دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں لکھی ہیں اون میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمقابل لکھتا اور یہہ دکھاتا کہ اونہوں نے ان بزرگوں کے تتبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ زمانہ فارسی شاعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی تدقیقات سے عموماً طبایع کو دلچسپی باقی نہیں رہی ہے اس لئے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ صایب جیسے شاعر نے اون کے متعلق کہا ہے ؎

صایب چہ مجال است شوی ہمچو نظیری   عرفی بہ نظیری نرساند سخن را

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے بالمقابل لکھ دیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے تتبع کو کہاں تک پہنچایا ناظرین کرام کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

باقر	نظیری
۱۔ بار دیرینہ مرا از نظر انداخت دریغ	۱۔ راز دیرینہ ز رخ پردہ بر انداخت دریغ
از وفا تاخت عنان و بجفا ساخت دریغ	حال ما شہرہ بانشاے غزل ساخت دریغ

۲ - راز عشق تو بدل بود نہان ہمچو شرر
اشک غماز مگر پردہ برانداخت دریغ

۳ - زخمی تیر نگاہ تو نگشتم گاہے
برسرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ

۴ - مایۂ عیش و نشاط دو جہان رفت بباد
لشکر غم طرف کشور دل تاخت دریغ

۵ - عقل بیچارہ نہان بود پس پردہ ہنوز
عشق سفاک بجا ہا علم افراخت دریغ

۶ - ساخت با غیر و برید از من و پیمان بشکست
با من آن جان جہان نرد دغا باخت دریغ

۷ - در حریمش چو بناگاہ رسیدم باقر
حالت زار نپرسید و نہ نشناخت دریغ

۲ - عشق از آن روز کہ آتش بہ نیستانم زد
بہ پیامیم دل سوختہ ننواخت دریغ

۳ - جوہر بینش من در تہ زنگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت نپرداخت دریغ

۴ - کیمیا گر کہ مس جملہ از و زر گردید
قلب ما را نزد اکسیر چو بگداخت دریغ

۵ - عقل تا پیر شد حسن شہادت نشناخت
دیر بر معرکۂ عشق دلم تاخت دریغ

۶ - پے سکندر بلب چشمۂ حیوان آورد
خیمہ بر لب آن چشمہ نیفراخت دریغ

۷ - شرح بیچارگی کلک قضا میگفتم
شاہ غیرت بسرم تیغ غضب آخت دریغ

۸ - کعبتین مہ و خور مایۂ عمرم بردند
چرخ کج باز بمن نرد وفا باخت دریغ

۹ - تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں ۔

از سینہ ز لاغری عیان است — رازیکہ مرا بدل نہان است

زعمر خضر دراز است گرچه زلف دراز — درازی شب هجران ز زلف ده چند است

بود شیرین برنگ جان شیرین — چه زهر عشق جانان خوشگوار است

گره از کاکل مشکین کشادی — دل مسکین دران دام بلا رفت

موشگاف نکتهٔ زلفت بود اوراق شام — حل متن عارضت میگردد از تفسیر صبح

ساقی و شراب و گلشن و گل — بے روئے نگار خوش نباشد

بیصرفه بود ولا کشیدن — آہے که درو اثر نباشد

تماشا ثابت یقین باشد اگر در روز محشر هم — بکامم تلخی هجران چو وصلش خوشگوار افتد

اے وائے که بیمار غم عشق تو از جهان — میرفت و زحسرت نگهے سوئے تو میکرد

بیصرفه بخور که هیچو باده — خون دلمت حلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی — طرز سخن تو دال باشد

سوخت خونم ز تف عشق بد انسان که مرا — تار هائے رگ جان گشته چو زنار سفید

فتنه و آشوب و طوفان بلا — سرمه سا در چشم جانان ریختند

اسیر زلف تو گشتم بلا همین باشد — مریض عشق شدم ابتلا همین باشد

بکوے دوست چو بسمل طپیدن و مردن — عروج رتبهٔ اهل وفا همین باشد

عشق است به گلستان عالم — نخلے که درو ثمر نباشد

کس ندانست و را سایهٔ دیوار کجاست — کیست آنکس که برد راه بخلوتگه ناز

هست سلطانی کونین بدست محمود — گر رسد یک نفسے در کف او زلف ایاز

چنان طوفان نمود اشکم که گردید — در و دیوار دیوار و در امروز

دل به تدبیر مبند آبروے عشق مریز — تیشه بر زخم مزن درد به درمان مفروش

دل وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں — زمین اے دوستان عشقے کہ دامن برمیان بستم

از تو نشوم جدا و لیکن — روزیکہ کنند در زمینم

رہ بکوے یار بردن از قضا قسمت نشد — دست و پا ہرچند چون بسمل درین سودا زدم

زخونِ من کہ اے قاتل نگارین کردۂ پارا — زغیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہید از من

چنان از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشان گشتم — کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

برگشتگانِ خویش چو بگذشتۂ بناز — روحی فداک از تنِ بیجان برآمدہ

کوتاہ کنم دامن صحرائے طلب را — گر دست دہد سلسلۂ زلف درازے

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰ ہر ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ (۲۸ ہر مارچ ۱۹۳۲ء) کو آنگلہ جا کر میں شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر اثر مرحوم سے ملا۔ اثنائے گفتگو میں اس دیوان کی تدوین کا ذکر آیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکمل کر کے مسودہ میرے پاس بھیجدو میں تقریظ اور قطعہ تاریخ لکھدوں گا۔ ۲۵ ہر جمادی الاول سنہ ۱۳۵۱ھ (۲۷ ہر ستمبر ۱۹۳۲ء) کو میں نے دیوان کا مسودہ برادرم خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب کے پاس حیدر آباد سے بھیجدیا اور اونہوں نے آنگلہ جا کر شمس العلما مرحوم کو دیدیا لیکن افسوس کہ ایک ہی ماہ کے اندر اون کے فرزند اکبر فخر قوم نواب موید الملک سر سید علی امام کے، سی، اس، آئی کا یکایک انتقال ہو گیا۔ خان بہادر سید عبد الصمد صاحب جب شمس العلما مرحوم کے پاس تعزیت کے لئے گئے اونہوں نے فرمایا کہ دیوان کو اول سے آخر تک میں نے دیکھ لیا تھا اور تقریظ لکھنی شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ یکایک یہ حادثہ پیش آیا اب دل و دماغ

دونوں بیکار ہو چکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر دیوان کو واپس کر دیا۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان میں شریک کر دیا ہے۔ اصل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضایع ہو گیا تھا یا الفاظ مٹ گئے تھے یا پڑھے نہیں جا سکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آوے طباعت میں اون الفاظ پر استفہام (؟) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں منادیٰ آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی کتابت میں 'جانا' بسقوط 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں اون کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔

حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں نقطوں کا دینا چھوڑ دیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تر یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

اضافتیں جہاں جہاں بہ اشباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ تر میری سہو نظری کے باعث غلطیاں رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کے پاس بھیج دیا تھا اونہوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کر دیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا اجناب باری عزاسمہ ورفع ذکرہ وجل جلالہ

وعم نوالہ کی حمد وثنا سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے ازدیاد عمر و دولت واقبال وحشمت وجاہ وجلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیاصرہ خدم خواقین حشم عرش رفعت قدر قدرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المومنین امام المسلمین محی الملت والدین قامع الاشرار والمفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بیدا قتدارہ مقالید الزمان وبکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حامی بلاد اللہ عن الجور والطغیان ماحی آثار الظلم والعدوان خداوند جہاں قطب دائرۂ زماں عدل گستر علم پرور سلطان العلوم السلطان ابن السلطان مظفر الملک والممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب سر میر **عثمان علی خان** بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی، سی اس، آئی۔ جی، سی، بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ وبقائہ وخلّد ظلال خلافتہ واَبّد علی العالمین انوار رافتہ کے جن کے عہد معدلت مہد میں اور دار الخلافت بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن میں اس دیوان کی تدوین اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

سید عطا حسین

۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ روز پنجشنبہ

محلہ لنگم پلی۔ حیدرآباد دکن

غلط نامہ مقدمہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۳	حضرتِ	حضرت	۴۶	۳	مایل	مسایل
۳	۱۴	گارزوں	گازروں	"	۱۲	دولت پور سلہ	دولت پور سنلہ
۴	۱۴	علماء	علما	۴۹	۱۱	چار	چاہ
۵	۱۱	سنہ ۳۰ بہ ہجری	سنہ ۲۰ بہ ہجری	"	۱۷	ٹیتی	ہٹتی
۶	۱۰	بالگرامی	بلگرامی	۵۰	۱۳	الترتیب	ترتیب
"	۱۲	بالگرام	بلگرام	۵۲	۱	گرزشت	گذشت
۱۴	۱۶	اولیاء	اولیا	"	۱۱	عشق	عشق
۱۵	۱	یمور	تیمور	۵۶	۳	آبگلہ سلہ	آبگلہ سلہ
۱۷	۲	اِسی	اُس	"	فٹ نوٹ ۱۷	سلہ	سلہ
۲۱	۵ حاشیہ	محب اللہ	اہل اللہ	۶۷	۶	جمواوان سلہ	جمواوان سلہ
۲۵	فٹ نوٹ ۱۸	سلہ	سلہ	"	فٹ نوٹ ۱۹	سلہ	سلہ
۳۶	۱۵	الںا	ایسا	۷۴	۱۳	"بہای	بُہای
۳۸	۶	کو جاننے والے	کے جاننے والے	"	"	سورہو"	سورہو'
۴۰	۲	بڑہڑوا سلہ	بڑہڑوا شہ	۷۵	۱۶	ہوتی تھی	ہوتی تھی۔
"	فٹ نوٹ ۱۹	سلہ	۹ سلہ	۷۸	۱۹	اجازن	اجازنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٩١	١	مماسوی	عماسوی	١٢٥	١٢	خطوظ	خطوط
٩٦	١	ازذبور	ازدبور	١٢٩	١٢-١٣	بیاض سے میں	بیاض میں
٩٩	٢	زجا	رجا	١٣٣	١٥	مخالف	مخالفت
١٠٥	١	منیرا	میرا	١٤٤	٨	اغصاے	اغضاے
"	١٩	ضروریات	ضرورت	١٤٥	١٨	تبیرِ	تبرِ
١١٤	١٧	صنائع	ضایع	١٥٧	٢	نظم	نظمم
١١٩	٦	سنہ ١٣٧٥ھ	سنہ ١٢٧٥ھ	١٦٥	١	نوالہِ	نوالۂ

پس از ظلم پیچد بعدل حساب
بس آباد سازد جهان خراب

بنوعی نوائی بنائی بنا
ز انصاف نصفت نماید بپا

کشد گرد شهر شریعت حصار
همه محکم و متقن و استوار

بیکجا چرد در چمن رنگ و بر
بیکجو خورد آب کورد و هژبر

کند آشیان صعوه در چنگ باز
چکاوک بشاهین شود چاره‌ساز

بدسیجه دمساز شاهین شود
بهو بره همراز لاچین شود

غزالان غزلخوان بهر پشته
گوزنان نواخوان بهر کشته

ستایش کنانش حدوث و قدم
فشانند گنج روان بر قدم

بغیب اندر است و بغیب شهود
ببخشد بهستی همه هست و بود

خوشا آن دمم که سایم بپایش جبین
زنم پشت پا بر زمان و زمین

ز جام ولایش چشم آب پاک
فشانم بر آب خضر لای و خاک

ز مهرش نه دل مردگان بنده‌ام
ز بخت جوان پیر دل زنده‌ام

بگردان ازین پهنه یکسو عنان
بدیع معانی کجا و این بیان

سبک کن عنان و رکابی گران
دو اسبه بمیدان مقصود ران

دیوان باقر

از افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہِ مملکتِ فصاحت
و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی
بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشفِ
اسرار خفی و جلی

حضرت شاہ باقر علی

الچشتی القادری الفخری الاصدقی المتخلص بہ باقر
قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد

قصیدہ در مدح حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ قیام الصدق الصادقی الچشتی القادری الفخری قدس سرہ العزیز

بگوشۂ بنشستم، سحرگہاں تنہا ‌ ‌ ‌ نمودہ بر دل شیدا درِ تامل وا

خیال فتنۂ دوراں گذشت در دلِ من ‌ ‌ ‌ بخاطرم متصور شد اژدحام بلا

ز روئے غور بدیدم کہ اندریں دوراں ‌ ‌ ‌ رواج فسق و فجور است و زور مکر و ریا

نماندہ است دریں روزگار پرآشوب ‌ ‌ ‌ ز زہد و ورع نشانے نہ نامے از تقوا

۵ چہ بدعتے ست کہ سنت نمی شود نامش ‌ ‌ ‌ چہ سنتے کہ نہ کفر است نزد اہل ہوا

ادائے نافلہ و مستحب ہمہ یکسو ‌ ‌ ‌ ز فرضہائے خدا گشتہ اند بے پروا

چناں گریز نمایند از ادائے نماز ‌ ‌ ‌ کہ سوئے قبلہ نہ افتد اگر بلغزد پا

نمودہ قطع نظر از عوام کالانعام ‌ ‌ ‌ بحال حضرت صوفی شوم چو دیدہ کشا

ز وضع حضرت ایشان است لرزه براندام   بگویم از سر حسرت که آه واویلا

نموده گور پرستی تمام ملت خویش   ز اہل قبر بخواهند جمله حاجتها ۱۰

بحال خویش ادائے مراسم و اعراس   شمرده اند فزون تر ز فرض ہائے خدا

بگرد مرقد والائے اولیاء الله   چه بدعتے که نسازند از رهِ سودا

ز شعله ہائے قنادیل و دود ہائے چراغ   کنند سطحِ زمین رشک جرم ہائے سما

ز نغمہائے نے و بوق و از صدائے دہل   کنند روضۂ اجداد معبد ترسا

بگرد تربت پیران طوافها سازند   برند سجده به پائین مرقدِ شهدا ۱۵

بوا نمائی حبِ جناب آل رسول   شوند نوحه کناں گرم بت پرستیها

چه لافها نزنند از کرامت و اعجاز   کشیده تنگ بر آغوش خرقۂ تقوا

بکیش فقر توکل نموده نام طمع   ز خوان بخشش یاراں شوند زله ربا

بدستِ اہلِ کرم گر نظر نه دوخته اند   چرا به صاحب زر میکشد دلِ والا

بحق شاں به تعنت نه لب توان بکشا   که خضر وادی دیں اند حضرتِ علما ۲۰

بود ز کوشش اینان فروغ خانۂ شرع   ز نفس قدسی ایشاں ستون دیں برپا

ولے ز موعظت و پند مدعا از اند   حصول پرورش نفس نے رضائے خدا

پس از تصور این فتنه و بلائے زمان   بگفتم از سر حسرت بدل منِ شیدا

زمانه گشت تهی از نفوس پاک نژاد   نمانده اند کنوں برگزیدگان جدا

بحضرتِ که کنم عرض حال دل اے وائے   که هست تا بکند حل ز لطف مشکلها ۲۵

غریق لجهٔ حیرت بدم که یک ناگاه / سروش غیب بگوشم چنین رساند ندا

که ای بوادی فکر و خیال سرگردان / توئی بفهم علوم و رموز دین یکتا

بعقل و دانش و فرهنگ و وضع دینداری / نمانده است بگیتی کسی نظیر ترا

چراست با همه فضل و کمال و دقت رای / تو همت همه پوچ و تخیلات بیجا

۳۰ نهفته اند بسی برگزیده در آفاق / که نیست هیچ زمانی تهی ز فیض خدا

بگویم از سر اخلاص ای عزیز جهان / بگوش جان بشنو این نوید روح افزا

محب خاص خدا حضرت قیام اصدق / که مثل او نبود کس ز دوستان خدا

گذشت پایه قدرش ز کرسی ادراک / فزوده حد کمالاتش از حد احصا

برو بحضرت او حرف مدعا سر کن / بخوان بوصف کمالش قصیدهٔ غرا

۳۵ کنون که سامعه افروز گشت مژدهٔ غیب / ز ارجمندی بخت بلند و فکر رسا

ز فرط شادی و بهجت چنان ببالیدم / که جسم خویش بدیدم محیط ارض و سما

ز جوش شدت مستی چنان ز خود رفتم / که خویش را بخود اندر نیافتم اصلا

ز جوق جوق طربها ز موج موج نشاط / برنگ بلبل شیدا شدیم نغمه سرا

سر تو گردم و قربان تو شوم ای بخت / هزار طالع خضری کنیم بر تو فدا

۴۰ یکی هزار ز شکر تو می نیارم گفت / ز روی خاک رساندی مرا به اوج علا

رسید نوبت آن کز دل نشاط آگین / کشم ترانه در مدح آن شه والا

امام قبلهٔ ارشاد و پیشوای طریق / چراغ راه هدی اختر سپهر علا

خلیل عهد کرم خضر وادی ایماں ‌ ‌ ‌ کلیم طور حقیقت مسیح عصر ولا

امیر ملک توکل شهنشهِ تسلیم ‌ ‌ ‌ هژبر بیشهٔ صبر و نهنگ بحر رضا

خدیو صدر نشین اریکهٔ عظمت ‌ ‌ ‌ مه سپهر جلالت شهِ فرشته لقا ۴۵

برحم همچو ابوبکرؓ و قهر همچو عمرؓ ‌ ‌ ‌ بجود و بذل و شجاعت نظیر شیرِ خداؓ

چو آشنا به تکلم کند لبِ شیریں ‌ ‌ ‌ بهر سخن به برد رشکِ معجزِ عیسیٰ

بمحفلی که بود شمع عارضش روشن ‌ ‌ ‌ چراغ روز بود جلوهٔ یدِ بیضا

بسوئے خارق عادات اگر شود مائل ‌ ‌ ‌ کند بخندهٔ عظمِ رمیم را احیا

بجوش وجد طرب بهار رسیده دست افشاں ‌ ‌ ‌ ببارگاهِ حبیب خدا شب اسرا ۵۰

هوائے مدح شهنشه براں کشد دامن ‌ ‌ ‌ که کلک شوق کند مطلعی دگر انشا

چو بوئے غنچه شود عطر بیز موج هوا ‌ ‌ ‌ بهر زمیں که گزاری قدم نسیم آسا

چنیں که عطر فشانست بوئے گل شاید ‌ ‌ ‌ شمید نکهت زلفِ تو از شمال و صبا

ز ظاهرِ تو صفا یافت باطنِ پرهیز ‌ ‌ ‌ ز باطنِ تو جلا یافت ظاهرِ تقویٰ

بسے ز سرِ قدم لافها زند منصور ‌ ‌ ‌ بحضرتِ تو مگر لب به بندد از دعویٰ ۵۵

گذشت از سرِ کون و مکان بیک جولاں ‌ ‌ ‌ زبسکه تیز جهاندی سمند سیر شها

بخیل بندهٔ نازِ تو هر سحر خورشید ‌ ‌ ‌ به آستاں بلندت شود جبیں فرسا

تمام خیل چشنده گانِ لذت عشق ‌ ‌ ‌ ز خوان نعمت فیضِ تو اند زله ربا

بجز من نابلد از راهِ خضر را داند ‌ ‌ ‌ بوادیِ طلبت هر که شد قدم فرسا

۶۰ کلاهِ حشمت زهی خوش نمایدت بر سر　　قبای قادریت در بر آمده زیبا

غلام درگه والای تست مستغنی　　طفیل سایهٔ نعلین تو ز ظلِ هما

اگر ز پرتو رویت نه مقتبس گشتی　　کجا شدی بجهان مهر جلوه گر بضیا

ز فرق تا بقدم بسکه جلوه سامانی　　بهر زمین که خرامی شود چمن پیدا

بسان دیدهٔ انجم شود همه تن چشم　　بچشم دل نگرد سوی تو اگر اعمیٰ

۶۵ ز ساحلِ کرمت کس نرفت تشنه دهان　　ز بسکه بحر نوالِ تو هست موج افزا

اگر لعاب ز لعل افگنی در آن آهنگ　　مبدل است بشیرینی تلخیِ دریا

ز ارض تا به سما از تشرعت شوری　　ز ملک تا ملکوت از تورعت غوغا

ز کوششِ عملت ملک شرع آباد است　　ز زور بازوی علمت ستون دین برپا

بذوق وجد در آئی دمیکه پاکوبان　　فلک ز زلزلهٔ ارض آیدت در پا

۷۰ بملک شرع توی قهرمان عالیشان　　بخطه های طریقت شهنشهِ والا

میان طائفه جملهٔ صوفیان جهان　　توی چو شمس میانِ نجوم جلوه نما

تمام اهل صفا مقتبس ز نور تواند　　چنانکه کسب کند نور مه ز مهر سما

شود گشاده بروی جهان درِ فردوس　　برنگ غنچه گشائی دمیکه بند قبا

کند توجه و لطفِ تو ذره را خورشید　　تفقد و کرمت قطره را کند دریا

۷۵ گدای عرصهٔ کوی تو حاصل کونین　　بیک جوی نشمارد ز جوشش استغنا

باوج مرتبه هستی تو آن سلیمان فر　　که هست خانقهت رشکِ مسجدِ اقصا

هلاک جلوهٔ روئے خویشِ تو شمس و قمر　　　فدائے خوبیٔ قدِ تو سدره و طوبیٰ

چشیدے ار مزهٔ از چکیدهٔ لعلت　　　دگر نگشتے سکندر بگرد آبِ بقا

گزشته طایرِ فکرم ز آشیانهٔ قدسیں　　　ز بس به اوجِ ثنائے تو گشته بال کشا

کیم که حرفے ز وصفِ تو بر زبان رانم　　　نه من منم که بخوانم مدیحتت شاہا　۸۰

چه ذرهٔ بتوان گفت مدحتِ خورشید　　　چه قطرهٔ بتواند ستودنِ دریا

مگر ہدیهٔ در خدمتِ تو آوردم　　　محقر است مگر بیں بضاعتِ ما را

قبول داشت سلیمان ز مور پائے ملخ　　　تو ہم اگر بپسندی چه کم شود شاہا

چو گشت مہرِ خموشی کمالِ نادانی　　　به نکتهٔ صفتِ عالیت زبان مرا

کلید قفلِ دہانست جوششِ قلمم　　　بالتماس رسانیدنِ مطالبہا　۸۵

بدوری تو بشوق زیارتِ قدمت　　　کجا است صبر که امروز را کنم فردا

ز فضلہائے خداوند دو جہان دارم　　　امید یک نظرِ لطفِ تو منِ شیدا

رسیده ام بجنابِ تو با ہزار امید　　　بحال زار زبونم توجہے فرما

ز پا فتاده ام از دستِ گردشِ گردوں　　　تو دستگیریِ ما کن شہا ز بہرِ خدا

مفوض است بتو حلِ مشکلاتِ جہاں　　　چه کم شود که کنی حل ز لطف مشکلِ ما　۹۰

گذشته است خدنگِ حوادثم از دل　　　شکسته است بپا خارہائے کرب و بلا

ز دستِ بخت گرانخوابِ خویش دل تنگم　　　نموده خوں جگرم طالعِ زبوں بخدا

بقلبِ صرفه ریا آمده است نفسِ لعیں　　　فتاده است سرم آه در کمندِ ہوا

بسوئے منکر و منہیست میل خاطرِ من — ہوائے فسق بجاں یافتہ است استیلا

۹۵ ز ارتکاب مناہی و شغلِ ممنوعات — فتادہ ام ز اوامر بسے بعید و جدا

ز عمر ہائے عزیزم بسے گذشت و ہنوز — نشد گہے در توفیق بر دلِ من وا

عروس پردہ نشینِ اریکۂ عصمت — نکرد جلوہ زمانے بحجلۂ دلِ ما

ز پا فتادہ نشانہائے کوششِ علم — ز چیرہ دستی نفس لئیم وا ویلا

بوادیِ طلب از رہ فتادہ ام بس دور — کہ خضر راہ تواں گشت جز تو یا مولا

۱۰۰ بسے نماند ہلاکم بورطۂ عصیاں — تو ناخدائے منِ غرقہ شو ز بہر خدا

ازیں زیادہ بخوفِ ملالِ خاطرِ تو — بصفحہ طول ندادیم حرفِ مقصد را

توئی کہ واقف اسرار رازہائے دلی — چہ حاجت است بہ پیشِ تو عرضِ مطلبہا

نگاہ ناز ز حالش شہا دریغ مدار — کہ ہست بندۂ نازِ تو باقرِ شیدا

خوش آں بود کہ کنوں اختتام عرضِ کلام — بحضرتت چو گدایاں کنم بحرفِ دعا

۱۰۵ ہمیشہ جلوۂ قدِّ تو ظلِّ گستر باد — بفرق غلاماں درگہِ والا

ز صدمہ ہائے حوادث خدا نگہدارد — جمیع بندۂ درگاہ تو خصوص مرا

قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطہار سلام اللہ علیہم و اصحاب کبار رضی اللہ عنہم و پیر خود قدس اللہ سرہ فرماید

من کیستم آن جوہر مرآت نظیرم — کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم ۱

ہمتائے من ار فرض کنی فرض محال است — ممکن بدو عالم نبود شبہہ و نظیرم

بر تارک فرہاد وشان تیشۂ فولاد — بہر لب شیرین دہنان چشمۂ شیرم

در چشم حقیقت طلبی چشمۂ مہرم — در بادیۂ تشنہ لبی ابر مطیرم

آنجا کہ بود نغمۂ بے صوت سمیعم — آنجا کہ بود معنی بے لفظ بصیرم ۵

در دیدۂ باطل صفت گرد و غبارم — بر کاکل حق غالیۂ مشک و عبیرم

یوسف نمط اندر نظر عشق جوانم — یعقوب صفت در نگہ عاقلہ پیرم

از چشم جہانم ہمہ پوشیدہ چو عنقا — پیدا بدو عالم صفت ماہ منیرم

بر حسن رخ خویش گہے والہ و شیدا — در سلسلۂ زلف بتان گاہ اسیرم

سلطان نجاتم بری از طاعت و برتر — از شوق جنان فارغ و ز خوف سعیرم ۱۰

بر عارض گل شبنم و در باغ صبایم — آہنگ بزمار منقار صفیرم

با عشق ولا آشوب ہمہ سوز و گدازم — پیش رخ حسن آئینۂ عکس پذیرم

ہم فردم و ہم مطلق ہم جزوم و ہم کل — ہم جذر و مد بحرم و ہم بحر غدیرم

در سلسلۂ فقر و فنا زینت و فخرم — بر مسند جم خندہ زند نقش حصیرم

۱۵ آن بادشهِ عظمت و جاهم که مه و خور — باعجز و ادب سجده برد پیش سریرم

آن طوطیِ خوش لهجه ام از گلشن معنی — کز بلبل قدس است بگو طرز صفیرم

در حلقهٔ ارباب صفا نعرهٔ یاهُو — در محفلِ رندانه صدائے بم و زیرم

تا چند تواں گفت که من اینم و آنم — خامش بدے اے کاش لبِ کلک دبیرم

اینها همه بشمردم و از روئے حقیقت — از خود خبرم نیست چگویم که خبیرم

۲۰ آزادیم از فکر خودم بود سزاوار — تقدیر بزنجیر الم کرد اسیرم

چون بخت بکامم نرسانید چه حاصل — گر انوریِ عصر و گر رشک ظهیرم

راضی برضا گشتم و خرسند ز تقدیر — حلواست اگر قسمت و گر نان شعیرم

هر چند بود راست که از ماست که بر ماست — لیکن ز قضا بود بدینگونه مصیرم

هان نسبت ذات ست که با آن همه دُوری — پیوسته باو ساخته چون شکر و شیرم

۲۵ انعام عمیمِ تو بدریوگرے عقبے — در شیوهٔ مطلب طلبی کرد دلیرم

دانندهٔ احوال نهانی و عیانی — از لطف نگاهے بمن اے رب قدیرم

سرگشته ام و گمشده در وادیِ عصیان — گردان بسوئے خویش ازین راه خطیرم

هرگز نبود غیر ترا هیچ وجودے — پیداست احد در نظر از جمله کثیرم

برهان وجود است احد را رخِ احمدؐ — مدلول و دلیل آمده مقصود ضمیرم

۳۰ با عترت و اصحاب بود روئے نیازم — در بارگه آلِ نبیؐ بندهٔ پیرم

آگه نیم از تفرقهٔ حاصل و محصول — دانم که سگِ درگهِ صدیق و امیرم

اگر گردن گرد دست اسوار — ز دُر دری پاره سازد سوار

باهنگ کیخسرو این دم بیار — بگو باده تلخ شیرین بیار

بیارای مجلس بنقل و شراب — برافروز فیروز آتش ز آب

ز آتش فروز آب مجمر فروز — بمجمر همه مشک و عنبر بسوز

برافروز مجمر برافشان عبیر — در آمیز شیرین شکر را بشیر

چو سوزنده مجمر بسوزی بعود — بزن زخمه مردانه بر چنگ و عود

ز جام جهان بین جمشید می — لب آر با نغمه و چنگ و نی

پیاپی بنوشان می در غمم — که از پای تا سر فرو در غمم

بخاصان خاص دل زعفران — ببخش از دم باده ارغوان

به بیمایگان مایه عقل و هوش — دمادم بنوشان پیاپی بنوش

از آن آتش تر که بر خشک و تر — زند تف سوزان شرار شرر

بگیر و بده زآب آتش نهاد — بدل شادی و خاک انده بباد

بشیرینی شور شکر بویر — می تلخ از خسروی جام گیر

چه جم جام کش از تسلسل بدور — ز خط فرو دینه تا خط جور

از دست برد دل خبر ما طلع الشمس — ہم مست کند زمزمۂ خم غدیرم

پیران جہاں زلہ بر خوان نوالش — مولاست علی ہست علی مرشد و پیرم

فردوس بود بارگہ حضرت اصدق — یارب کہ بخاک در آں شاہ بمیرم

باقر نخند پاک بجز اشک ندامت ۳۵

باشد سیہ از نقش گنہ لوح ضمیرم

قصیدۂ ناتمام

در مدح اعلیحضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصف جاہ سادس بادشاہ دکن نور اللہ مرقدہٗ

کہ از استماع رپورٹ انتظامات قحط (۱۷ او ۱۳۱۸ھ مطابق سنہ ۱۹۰۰ع) وکیفیت صرف شدن زیادہ از دو کرور روپیہ در پرورش رعایائے سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند مگر ناتمام ماند

فلک را کور سای ہا بقصر لامکاں قدرت — ز بہرش بس بود بوسہ زمین آسماں قدرت ۱

علوئے منزلت نازم کہ اقبال سکندر را — نشانیدہ ست در خاک مذلت موشکاں قدرت

چہ دارد وقعتے سرہائے کیکاؤس و کیخسرو — کہ پا نگذارد از تمکین بفرق فرقداں قدرت

زہے تمکین و جاہ تو کہ تا ناشاہ عادل را — ز سر نگذاشت باقی در جہاں نام و نشاں قدرت

بہ پشت اشہب گردوں عناں بگسستہ گر تازد — کند او را کجا با مرکب خود ہمعناں قدرت ۵

چو در فوج عدو تابد فروغ تیغ برانت — بر آرد از نہاد شاں فغاں الاماں قدرت

شہاں را شوکت و حشمت بہ یکجا گر کند منزل
کند بالا سرِ خود را ز خیلِ خسروان قدرت

خلاند خار در دل دشمنت را عز و تمکینت
نہد مرہم بہ زخمِ کہنہ ریشِ دوستان قدرت

بود تا دور گردوں باد دایم دولت و عمرت
بود تا دہر و سرمد باد یا رب جاودان قدرت

۱۰ بروں آمد ز بطنِ مادرِ گیتی دریں عالم
بہ اقبالِ بلند و بخت میموں توأمان قدرت

ہمہ شاہان عالم زلّہ بردارِ تو بود بندے
شہا بر سفرۂ تقدیر چوں شد میہمان قدرت

بیانِ مدح ذاتِ تو نہ کارِ چوں منے باشد
کجا ایں بندۂ عاجز کجا عظمت نشان قدرت

بنازم طالع خود را کہ مداحِ توام شاہا
ز خاکِ پستیم برداشت سوئے آسمان قدرت

تعالی اللہ زہے شانے کہ آمد اے شہِ والا
قضا را ہمسر و ہمدم قدر را ہمعنان قدرت

۱۵ توئی فرمانروائے مالکِ ملک و نگیں شاہا
ترا دولت فروں بادا و افزوں در جہان قدرت

بمدحِ تو ز نادانی بسے رہ داد پستی را
کسے کز کوتہ اندیشی بگوید آسمان قدرت

نشیمن قدسیاں سازند بہر رفعتِ شانش
بزیرِ قصرِ گردوں افگند گر سایبان قدرت

غزلیات

ردیف الف

تعالی شانه ره نیست در ذاتش چه و چون را ۔ باین نطق و بیان کس چون ستاید شان بیچون را ۱

هنوز آن لذت و مستی است در جانم به بیداری ۔ که دادم بوسه‌ها در خواب شب آن لعل میگون را

دلش را تا بدست آرم چه تدبیرها کردم ۔ ندیدم هیچ تاثیرے کدامی سحر و افسون را

بغیر از جلوهٔ جانان نیاساید دل عاشق ۔ خدا خورسند گرداند مگر دلهاے محزون را

معنبر گیسوان از دل اسیر دام گیسویش ۔ صنوبر قامتان از جان غلام آن قد موزون را

برو اے بوالهوس از عشق بازی دم مزن هرگز ۔ که آسان طے نمودن نیست این صحرای پرخون را

بجمع مال و زر ممسک پریشانی نمیدانی ۔ که مال و زر چه بر جان ریخت استاد تو قارون را

برون از سمعه و عجب و ریا شو خوش بر رندان ۔ بیا زاهد بکش اینجا شراب و بنگ و افیون را

چنانم جوش وحشت شد که کردم سیرگاه خود ۔ چو مجنون دامن صحرا و دشت و کوه هامون را

چنان از بد و فطرت شد گریبان گیر عشق او ۔ که در طفلی بخواندم قصهٔ فرهاد و مجنون را

حصولِ مدعائے دل کجا و من کجا باقرؔ
که نتوان راست فرمودن ز فکرے بخت واژون را

۲
دور از تو چه حال است ببین تاب و تبِ ما — اے سرورِ عالی نسب اُمی لقبِ ما
دورم ز دیارِ تو مگر سجده بسُویت — پیوسته بود مشغلهٔ روز و شبِ ما
پروردهٔ دردیم ندانیم اب و عم — ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما
جا کرد خیالِ رخت اندر جگر و دل — از عشقِ تو مملو استِ ورید و عصبِ ما
تا هست بهم جان و تنِ ما نشود دور — از گوشهٔ داماں تو دستِ طلبِ ما
این حسنِ دل افروزِ تو خود آفتِ جان بود — جورِ تو فزون ساخته رنج و تعبِ ما
هر چند شدم خسته بس از سیلیِ اخوان — این شکوه چو یوسف نه بر آید ز لبِ ما
داریم خیالِ رخِ پرنورِ تو هر روز — صرف است بیادِ سرِ زلفِ تو شبِ ما
ویرانه ام آباد شد از وصلِ تو صد شکر — از روئے تو روشن شده چون روز شبِ ما
از ما بفراقِ خودت احوال چه پُرسی — دور از لبِ جان بخشِ تو آه است و لبِ ما

گفتم که یکے بوسه بفرمود که باقرؔ
بیهوده مزن حرف بترس از غضبِ ما

۳
هر دم غمت دهد سرِ داغ دگر مرا — شوقِ نظارهٔ گلِ باغِ دگر مرا
زهر آب غصه حصهٔ من گشت و جامِ غم — ساقی چه حاجت است ایاغِ دگر مرا
گردے ز کاروان نه عیان گشت و هر نفس — شوقش عنان کشد بسُراغِ دگر مرا

فیض محبت است که از عرش برترم — این باده داده است دماغِ دگر مرا

امشب ز شمع عارض او خانه روشن است

باقر چه احتیاج چراغِ دگر مرا

۴

هوسم نیست بادشائی ها — من و در کوئے تو گدائی ها

نارسائی طالعم بنگر — که بکویت نشد رسائی ها

زاهدا می بنوش بارندان — تا کجا زهد و پارسائی ها

نیست جز خستگی و دلسوزی — حاصل ربط و آشنائی ها

بیش از نیم جدا ز خود پسند — که ز حد شد فزوں جدائی ها

باقر از دست روزگار مرا

کو دماغِ غزل سرائی ها

۵

روئے چوں آئینہ ات مایۂ حیرانیِ ما — طره ات شانه کش زلف پریشانی ما

زینت جیب و گریبان است چو گل خار زرهت — هست خاکِ در تو صندل پیشانی ما

پارسائی چه بود زهد و ورع یعنی چه — سجدهٔ بارگهت هست مسلمانی ما

هر سحر چاک زند جیب و گریباں چه کنم — بنود دست جنوں را غمِ عریانی ما

از دم گرم لوا و کله از داغ جنوں — داشت ساماں دگر بے سروسامانی ما

دل نه از کوچهٔ زلف تو بروں شد وائے — شد نه از قید رها یوسف زندانی ما

دلِ مستاں برود نعرهٔ یاهو چو کنیم — هوش صوفی به برد طرز حدا خوانی ما

چون نباشیم بجان ناصیه فرسائی درت — شد خط بندگی تو خط پیشانی ما

باقر از بس غزل نغز نے خامه سرود
قدسیان راست زبان گرم ثناخوانی ما

۶ نه هوائے باغ و بستان نه سر بهشت ما را — غم عشق گلعذارے شده سرنوشت ما را

شده ایم فارغ از بسکه ز نیک و بد بکلی — نه بد دوزخ است جذبے نه کشد بهشت ما را

چه خوش است ناتوانی که بشدت جنون هم — ز کمال رحم طفلان نزنند خشت ما را

ز جمال چهرهٔ تو همه جاست جلوه نو — نبود تفاوتے در حرم و کنشت ما را

نه همین است گل و گلشن به نظر چو خار اے جان — که جهنم است بے تو چمن بهشت ما را

ز ملامت تو ناصح نرود ز دل که گشته است
رقم وفائے خوبان خط سرنوشت ما را

۷ بسکه از دل نرود وحشت دیرینهٔ ما — صرف لهو است چو طفلان شب آدینهٔ ما

جلوه فرما نفسے در دل بے کینهٔ ما — قدمے نه ز کرم بر سر و بر سینهٔ ما

بسکه از پرتو عشق تو صفا یافته است — جلوهٔ مهر دهد کینه در آئینهٔ ما

نیست یک جور و جفائے که نکردی لیکن — هیچگه سیر نشد خاطرت از کینهٔ ما

ما ز درد غم هجران تو مردیم ولے — تو نگفتی چه شد آن عاشق دیرینهٔ ما

تا چه صیقل بود اے کافر بدکیش که او — از دل سنگ تو تیره برد کینهٔ ما

روزگاریست که ما سجده بر کوئے تو ایم — مده از یاد حق خدمت دیرینهٔ ما

هم اگر دست دهد عیش دو عالم باقر
مشکل از دل برود کلفت دیرینهٔ ما

٨
آرزوی صحت جان نیست بیمار ترا / میل آزادی نمی باشد گرفتار ترا
صد برنگ یوسف مصری خریدار تو اند / رونق دیگر بود امروز بازار ترا
می توانش بر سر آمد یکدم ای رشک مسیح / که بود حال دگر امروز بیمار ترا
ای دل بی طاقتم با درد رنجوری بساز / که مسیحا چاره نتوان کرد آزار ترا
تا حریم جلوه گاهت جذبهٔ دل رهبر است / گام فرسای دیار شوق دیدار ترا
جلوهٔ فیض تو تا بد قابلی میبایدش / هر دلی نتوان صدف گردید اسرار ترا

دیدهٔ در خواب امشب جلوهٔ آن ماه را
گرد سر گردیم باقر بخت بیدار ترا

٩
بکام جان برسان جام عشق و مستی را / ز لوح سینهٔ خود شو غبار هستی را
بغیر نقد دل و جان چه بر تو افشانم / قبول دار ز ما عذر تنگدستی را
برنگ آئینه روشنگر حریم دل است / بسنگ توبه مزن جام می پرستی را
به قتل عاشق مسکین یکی زغمزه بس است / زابروان چه کشی خنجر دو دستی را
خوش است گریه وگه نالهٔ حزین ای دل / مده ز دست خود این شیوه های مستی را

دگر بهوش نه آمد ز بیخودی باقر
چشید هر که ز جامم می الستی را

۱۰ نه بینم گر رخت را بر که بندم دیدهٔ خود را | بجز یادت کنم چون خوش دلِ غمدیدهٔ خود را
شنیدی فتنهٔ فردا هم امروزش تماشا کن | دمے در جلوه بیرون ده رخِ پوشیدهٔ خود را
نکردم آشنا یکره درین باغِ جهان یارب | زگلهائے تمنا دامنِ برچیدهٔ خود را
بعشقت اے مهِ کامل ندانستم هلال آسا | کنم کاهیده از غمها تنِ بالیدهٔ خود را
زلال لعل نوشت را منم لب تشنه نتوانم | به آب خضر تر سازم لبِ تفسیدهٔ خود را
سرم قربانِ نازت تو بکامِ ما سیه روزان | تبسم ریز کن لعلِ مسی مالیدهٔ خود را
رسا گر میشود بختم ز سنگِ آستانِ تو | دهم بالینِ آسایش سرِ شوریدهٔ خود را

خموشی تا کجا باشد بود چین جبین تا کے
به باقر مهربان فرما دلِ رنجیدهٔ خود را

۱۱ دهد نورے دگر در چشم بینش دیدنِ مینا | فزاید کام جان را لذتِ بوسیدنِ مینا
بمستان می دهاند یاد طرز سجدهٔ حق را | به پیش ساقیِ مهوش جبین سائیدنِ مینا
تو چون ساقی شوی از فیض دستت تو عجب نبود | برنگِ گردش پیمانه از گردیدنِ مینا
به بزمِ آن بت میکش تماشائے دگر دارد | نشادی خندهٔ جام و بخود بالیدنِ مینا

ز بزم میکشان آمد مرا خوش این ادا باقر
بخدمت گشتنِ پیمانه بر خود خندنِ مینا

۱۲ سرو و گل و بهار نیاید بکار ما | گلزار ما توئی و توئی نوبهار ما
شکر خدا که در بزم آمد نگار ما | آمد بکار زندگیِ مستعار ما

دی شب که بر سرم نرسیدی بعده آه | جانا چها طپید دلِ بیقرار ما
عمرے گزشته است که از نامه و پیام | یادم نمی کند بت نسیان شعار ما
از تند باد دهر و ز آشوب روزگار | هرگز ز کوچهٔ تو نخیزد غبار ما
ای سروِ من بیا بتماشا که هست چون | از آب اشک تر چمنِ انتظار ما
تیرِ دعا رسد به نشانِ قبول چون | گر بر کمال خود نرسد اضطرار ما
بے پرده از حجاب تماشا همی کنم | رشکِ تجلی است کنون استتار ما
هر جا که هست بے هنرانند سر بلند | قدر هنر کجا است دریں روزگار ما

باشد هنوز چشم امیدم بر رحمتش
عصیاں اگرچه گشت چو باقر شعار ما

13

آفتابیست که روشنگر جانست مرا | داغِ عشقِ تو که در سینه نهانست مرا
حالتِ گریه بهجرِ تو چه گویم چونست | رود باریست که از دیده روانست مرا
نگهِ نرگسِ فتانِ تو غارتگرِ دل | خندهٔ لعلِ لبت آفتِ جانست مرا
من ز جورت نکنم شکوه ننالم اے دوست | هر جفائے که کنی راحتِ جانست مرا
من بقربانِ[1] تو از بهرِ خدا زود بیا | دل سودا زده بس بے تو طپانست مرا
آه تا دور ز بزمِ طربت افتادم | کار با زمزمهٔ آه و فغانست مرا

---

[1] بقربان تو و قربان تو هر دو محاوره است ۔ مرزا طاهر وحید گوید سے شنیدم گفتهٔ جانان چه میگردد وحید اینجا ۔ چه میگردد بقربانِ تو میگردد بقربانت ؎ و میر محمد افضل ثابت گوید سے از کوئے تو رفتن است مشکل ۔ قربان سرِ تو میتواں رفت ؎

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر
اصدق اصدق ہمہ دم وردِ زبان ست مرا

۱۴ بیا ساقی بدہ جامے رہا کن از خودی مارا | بروں کش از بر و دوشم لباسِ زہد تقویٰ را
بجاں یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او | کہ باشد تا از و پرسیم شرحِ ایں معمارا
دلم خوں کرد خاموشی فدائے ناز و تمکینت | بدشنامے بجنبش آر لعلِ بادہ پیمارا
ز قد و لکشش عمرے بود خالیست آغوشم | خوشا وقتے کہ بینم در کنار آں ماہ سیمارا
برنگِ شمع ناگہ جلوہ فرما در شبستانم | رہا کن از سرِ من وعدۂ امروز و فردارا
کجا آں طالعِ میموں کہ بینم بر مرادِ دل | بہ پہلو شاہدِ رعنا و در کف جامِ صہبارا

نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیرِ حق باقر
کشا چشمِ حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را

۱۵ خوش عمر بغربت گزرد ہمچو منے را | از بیوطنی غم نبود بیوطنے را
از دردِ فراقِ تو شب و روز کنم جاں | با من چہ مساوات بود کوہکنے را
چوں خار کند خستہ تنت را ورقِ گل | نسبت چہ دہد کس تبو نازک بدنے را
زلفِ ترِ جاناں بہ نگاریں بر و دوشش | ابریست کہ سیراب نماید چمنے را
آں طرۂ طرار زخود مشک فشانست | اینجا نہ بود قدر ختا و ختنے را
اے تازہ نہالِ چمنِ حسن چہ سازم | دور از قدِ رعنائے تو سرو و سمنے را
در کون و مکانست فروغش کہ ندیدم | بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

چه میخواره چشم خود با خرد ‌ ‌ برون کشتی از لجهٔ غم برد

به پیمانه پیمای کمتر زرا ‌ ‌ چه بلبل بگل پر کش آوازرا

می زرد یا سرخ صرخد بیار ‌ ‌ ازان مایه سرخی جد بیار

گل غم بشو ز آب جام گلی ‌ ‌ که مد غم نماند غم اندر دلی

بشو ز آب جام گلی غم ز دل ‌ ‌ بزرینه ساغر فشان خاک و گل

که از آب و گل دست قدرت نخست ‌ ‌ سرشته بهم صورتی کش درست

سرشت و بهم بست بی نسبت و رنگ ‌ ‌ که پای خرد اندر آمد بسنگ

بت ساده آن بط باده ده ‌ ‌ که آذر فروز دل روزبه

ازان باده تلخ شیرین نژاد ‌ ‌ که از شور و از خاک اندوه باد

ازان می که تاکش ده از بهشت ‌ ‌ ز تاکی که روید ز بستان و کشت

ازان می که از خجلتش جاودان ‌ ‌ بظلمت بود آب حیوان نهان

گر آورد جامی سکندر طلب ‌ ‌ پی خضر نسپرد پایی طلب

صداع سر از وی نماید وداع ‌ ‌ ازان می که در سر نیارد صداع

بریزد چو یکقطره در چشم کور ‌ ‌ دو چشمش شود چشمهٔ ماه و هور

مسجود همان حق بود اے شیخ چو بینی سر گرم بسجودِ صنمے برہمنے را

افتادہ جدا دور تر از شہر و دیارم از لطف بیاد آر بعید الوطنے را

نازیم بشیرینی گفتار تو باقر

کو تاب سخن پیش تو شیرین سخنے را

۱۶ دادم نہ گہے دل مہ من جز تو کسے را بے یاد تو ہرگز نکشیدم نفسے را

در دل عشاق و کجا زہد تو زاہد این در و نباشد چو تو بے بلہوسے را

کس ہیچ نداند کہ بہجرت گزرد چون از راز خود آگہ نکنم ہم نفسے را

ہر انچہ خدا داد توان کرد قناعت در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را

پرسید درین قافلہ سالار کدامست از وے کہ شنیدہ است صدائے جرسے را

گشتیم در آفاق جہان لیک ندیدیم از جملہ حسینان جہان چون تو کسے را

باقر بکلامم نہ بود حشو و زواید

در گلشن ما رہ نہ بود خار و خسے را

۱۷ کرا چشمے کہ تا بے پردہ بیند آفتابش را قیامت جلوہ گر گردد چو بردارد نقابش را

چہ دل با ابلق ایام بندی کز سبکتازی نمی باشد ثباتے ہستی پا در رکابش را

کسے زین بزم نتوان شد حریف گرمی نازش کجا باشد جگرداری کہ برتابد عتابش را

ز بیداری چشم خون فشان من چہ می پرسی خیال زلف شبگونت پریشان کرد خوابش را

من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر

افاقت روی ننماید ز بدمستی خرابش را

۱۸
سویم نمیرسد چو صبا نو بهار ما — یادم نمیکند بت نسیان شعار ما
انداز ناز و غمزه و طرز تغافلش — صبر و شکیب برده و تاب و قرار ما
خون میکند دل گل و نسرین بروی خود — چون غازه میکشد بت گلگون عذار ما
کردی شهید ناز خود اکنون ز روی صدق — شمعی بیار بر سر لوح مزار ما
از فیض جلوه اش همه برق تجلی ام — پروانه همچو شمع بگردد نثار ما
هم در شباب صرصر عشق تو کرد دیر — دیری نداد رو که خزان شد بهار ما
هستم دریں چمن چه یکی نخل بی ثمر — بی برگی است سرو نمط برگ و بار ما
شرم گنه ببین که ز آمرزگار حق
باقر نخواست عفو دل شرمسار ما

۱۹
حالت نزع است بنمائید محبوب مرا — بر سرم آرید دارم حال بد خوب مرا
گر شود گاهی گذارت در حریم خلوتش — ای صبا از ما سلامی یار محبوب مرا
خاطرم چون شاد گردد قاصدا خود بیجواب — من گرفتم حرز بازو ساخت مکتوب مرا
در طلب سرگشته ام دیر و حرم گردیده ام — تا کجا منزلگه است آن شوخ مطلوب مرا
یک تماشا خوش گهی سودا بیار من نبود — خود پسندید از کرم این جنس معیوب مرا
گرچه باقر هر نفس گرم فغان و زاریم
نیست رحمی بر من آن ترک دل آشوب مرا

۲۰

جان من سوخت فراقت صنما زود بیا — اے پری شیوہ دلا اے ماه لقا زود بیا

ایکه از شرم و حیا جانب ما رو نکنی — من بقربان حیائے تو بیا زود بیا

نکهتِ مشک فشاں طرهٔ او زود بیار — از حریم مه من پیک صبا زود بیا

دم نزع است و تمنائے وصالت در دل — نشتر غم شکند بهرِ خدا زود بیا

شدتِ تشنگیٔ شوق تو سوزد جگرم — اے به لعلِ لب تو آب بقا زود بیا

باشدم وردِ زباں بے تو ز سودائے رخت — شاهد کج کلهِ تنگ قبا زود بیا

باقر خسته دل از دردِ فراق است بجاں
اے همه سحر و فسوں ناز و ادا زود بیا

۲۱

چوں بشوخی بنگرد آں میگسار آئینه را — عکس روئے او نماید لاله زار آئینه را

چوں بدستِ خویش گیرد آں نگار آئینه را — میکند گرمی حسنش بیقرار آئینه را

جم اگر یک ره کند نظاره روئے روشنت — بر صفائے روئے تو سازد نثار آئینه را

جلوهٔ چینِ جبینِ او با آغوشِ دلش — همچو دریا می نماید موج دار آئینه را

چوں مقابل شد به آں گلگوں قبائے سبز رنگ — در کنار آمد عجب رنگیں بهار آئینه را

بسکه حسنِ بے مثالِ او نخواهد غیر خود — می نگردد ماه من هرگز دوچار آئینه را

از درونِ پرده اش بیروں کنم در دست گیر — جاں بلب آورد دردِ انتظار آئینه را

با دلِ عاشق چه سازد گر چنیں سیماب ساں — جلوهٔ روئے تو سازد بیقرار آئینه را

از درونِ لوحِ دل حرفِ دوئی را محو کن

کن مصفا باقر از گرد غبار آئینه را

۲۲

بیا از چهره روشن کن شب تاریک زندان را
که شمعے نیست چوں روئے تو بزم می پرستاں را

دم نزع است اے ہمدم بشوقش میدہم جان را
تواں آورد بر بالینم آں عیسے دوراں را

مده از دست اے زاہد بخلوت دین و ایماں را
بیا بیروں نظر کن مصحف رخسار خوباں را

بپایش گر شوم قربان زہے قسمت چہ عید است این
که قرباں میکنم بر پائے او صد عید قرباں را

بنازم جذبۂ عشق زلیخا را که در راہش
تحمل کرد یوسف ضربت سیلی اخواں را

ز تاثیر فغان نے بجان من عجب نبود
که در د آه سوزانم زند آتش نیستاں را

پریشاں میشود شیرازۂ جمعیت خوباں
پریشاں چوں کنی بر چہره آں زلف پریشاں را

ز برق جلوۂ تو بزم گردد وادی ایمن
فروغ عارض تو شمع میگردد شبستاں را

فروغ جلوه حسنت بوقت سیر گلزارت
سراپا دیدۂ بینا نماید نرگستاں را

بدور عارضت آمد ز دیر و کعبه استغنا
که کویت سجده گه گردید ہر گبر و مسلماں را

نسیم آسا بیا گلہائے داغ ما تماشا کن
دلت گر میکشد ای سرو من سیر گلستاں را

پے درس محبت چوں بمکتب خانہ میرفتم
چو مصحف در بغل میداشتم تصویر جاناں را

بخاک تربتم یکره بیا جاناں چه کم گردد
که از شمع رخت روشن کنی گور غریباں را

ز آسیب جزا باقر چه می ترسی که حق فردا
خرد با نقد آمرزش متاع جنس عصیاں را

۲۳

بود حبس دوام ای وای زندانی الفت را ‌ ‌ ‌ رهائی کی تواند شد گرفتار محبت را

قناعت شیوه ام باشد توکل خوی طبع من ‌ ‌ ‌ به مسکینی غنی هستم چه سازم مال و دولت را

حسینان جهان رسم وفا میداشتند اکنون ‌ ‌ ‌ مگر منسوخ بنمودی تو آئین مروت را

به اوج مرتبت باید تواضع خوی خود کردن ‌ ‌ ‌ مآل کار جز ذلت نشد ارباب نخوت را

کشی در مجلس وعظم کنی از خلوتم بیرون ‌ ‌ ‌ کجا دانی تو ای واعظ علوی شان عزلت را

طپم در خاک و خون زینسان بحسرت جان دهم تا کی ‌ ‌ ‌ خداوندا یکی بنما رخ آن ماه طلعت را

توان از فرق پا کردن که آمد نامه از یارم ‌ ‌ ‌ که بس شوق ملاقات تو باشد بادولت را

چه میخسپی دل شب جلوه حق را تماشا کن ‌ ‌ ‌ بهشیاری سر پائی بزن این خواب غفلت را

مصیبت چند بر تابم به دوری دیار خود ‌ ‌ ‌ چسان صبح وطن سازم خدایا شام غربت را

ز خوف کثرت عصیان همی لرزی بجان باقر
فرامش میکنی نادان ز غفلت شان رحمت را

۲۴

جلوه آرا چون شود ماه پری تمثال ما ‌ ‌ ‌ میکشد کارم به بیهوشی بگردد حال ما

جلوه فرما گر شود در کلبه تارم چه دور ‌ ‌ ‌ شمع روی عنبرین گیسوی مشکین خال ما

نیست خالی از الم هرگز مرا وقت طرب ‌ ‌ ‌ از محرم میشود غمناک تر شوال ما

سوخت جانم سوز عشقت قصه کوته میکنم ‌ ‌ ‌ مختصر تفصیل ما میباشد از اجمال ما

دیده گوهر فشان و چهره زردم به بین ‌ ‌ ‌ از دل زارم چه میپرسی به بین احوال ما

ذکر حسن عارضت میباشدم ورد زبان ‌ ‌ ‌ نیست جز یاد لب لعل تو قیل و قال ما

چنداں لحنے کہ ہر دیوار و در آمد برقص | دلربا خوش نغمۂ سنجیدہ شب اقوال ما
جہد ہا کردم بحمد اللہ کہ پیوستم بدوست | مرحبا بخت بلند و حبذا اقبال ما
از زبانِ آں ستمگر تا چہ می آرد پیام | میرسد از دور یارب پیک فرخ فال ما

حالتِ نزع است از بہرِ خدا آں ماہ را
میتواں کردن خبر باقر بر و از حال ما

۲۵

از جور و جفائے تو نباشد گلۂ ما | باشد ز چنیں شیوہ بلند حوصلۂ ما
اینک غزلِ تازہ بہ پیشِ تو کنم عرض | یک بوسہ ز رخسار تو باشد صلۂ ما
در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق | در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما
در مشرب چشتم غلامِ شہ اصدق | با خواجہ حسن دست زند سلسلۂ ما
پا کردہ ز سر بستۂ احرام مدینہ | رقصاں ز طرب ہا برود قافلۂ ما
رفتیم بسودائے تو در دامن ہر دشت | کو خار کہ سر سبز نہ شد ز آبلۂ ما
ہر گوہر نظم است بہ از عقد ثریا | آں کیست دریں عہد کہ بخشد صلۂ ما
از دشمن و از دوست نداریم شکایت | رحم است بر آنکس کہ بسازد گلۂ ما

پے کرد مرا پائے طلب طی مراحل
باقر چہ کنم دور بود مرحلۂ ما

حیرت زدہ کرد آں رخِ زیبائے تو مارا | آئینہ نمط محو تماشائے تو مارا
در کوئے تو رفتن نتوانیم کہ کردہ است | زنجیر بپا زلف چلیپائے تو مارا

وقت است که آئی تو سوار از پی صیدم — وحشت بنمود آهوئے صحرائے تو مارا

فارغ ز خس بیداری کونین بگذشتیم — تا جائے بسر ساختہ سودائے تو مارا

از خویش برفتیم بکرده است چنان مست — بوئے سر گیسوئے سمن سائے تو مارا

بر خاک بیند از دم آن جنبش ابرو — از هوش برد نرگس شهلائے تو مارا

با خاک برابر چو شود کالبد ما — از دل نه رود نقش تمنائے تو مارا

گر آمدنت هست بیا جان من امروز — خون کرد جگر وعدهٔ فردائے تو مارا

از میل حسینان جهان بود فراغم — تقدیر نمود عاشق شیدائے تو مارا

گفتیم که داری سر ما هیچ نفرمود
باقر بنود هیچ بدل جائے تو مارا

۲۷

در دیده و دل نیست بجز جائے تو مارا — در دل بنود جز به تمنائے تو مارا

درد دل من به شدنی نیست ز عیسیٰ — هان زنده کند لعل مسیحائے تو مارا

در پرتو رخسار تو بینم رخ خود را — آئینه بود طلعت غرائے تو مارا

از گردش چون ساغر پر جوش مے آنا — بیهوش کند نرگس شهلائے تو مارا

هنگام تماشائے تو سودائے محبت — افگند چو گیسوئے تو بر پائے تو مارا

بودیم برخ بسته در از روئے حسینان — بنمود قضا عاشق شیدائے تو مارا

فرداست بعید آه هم امروز بجان گشت — قربان شوم وعدهٔ فردائے تو مارا

از مهر و وفا گوی که بس سمع خراش است — این قصهٔ اسکندر و دارائے تو مارا

باقر سخنی سنج که دل میبرد از دست
این شوخی انداز سخنهائے تو مارا

۲۸
خنداں بدل بود گل داغ از بهار ما — باشد طراز دامن وحشت غبار ما
از سر هوائے باده اطهر بروں دهی — زاهد اگر چشی ز مے خوشگوار ما
ای برق هوشدار که امشب بهجر یار — گرمِ طپیدن است دلِ بیقرار ما
تا سر بر آستان بلندت نهاده ایم — از عرش برتر است سرِ اعتبار ما
آمد بهار و شاهد گل چهره برفروخت — یکره در آ بجلوه تو هم نوبهار ما
آفاق سیل حادثه برهم زند اگر — هرگز ز کوئے یار نجنبد غبار ما
قطع نظر ز رحمت عامش نکرده ایم
باقر شد ار چه کثرت عصیان شعار ما

۲۹
تواں دیدن بپا ولش تجلیگاه ایمن را — نماید جلوه اش خورشید محشر چشم روزن را
چه باشد سرو تا پیش قدِ او قد برافرازد — چه باشد رونقے پیش رخِ او روئے سوسن را
بیا با دام زلف و تیر مژگاں بهرِ صیدِ من — بفرما مطلعِ خورشید یکره پشتِ توسن را
به بین نیرنگی شانش که شوقِ دانهٔ گندم — کشد سوئے زمیں آں آدمِ فردوس مسکن را
مشبک میکند چوں خانهٔ زنبور دلها را — بغمزه سر دهی یکره اگر آں چشم پرفن را
نباشد کاروانم را بشبها خطرهٔ غارت — چراغ گور میسازد چو نرگس چشم رهزن را
برعنا قامتی شد مشتهر هرچند در عالم — نداند سروبستاں چوں قدت طرز چمیدن را

نمی باشد بہ کیشِ ما میانِ نیک و بد فرقے | بچشمِ دوستی چوں دوست می بینیم دشمن را
پرپرواز بکشاید باوجِ رحمتت یارب | چو مرغِ روح بگزارد بگیتی خانۂ تن را

بلوحِ دل بود باقرؔ ہمیں نقشِ تمنایم
کہ بینم وقتِ مردن جلوۂ آں روئے روشن را

۳۰
بدیدم تا ز بالائے تو طرزِ دلربائی را | زلوحِ دل ستردم نقشِ حرفِ پارسائی را
درونِ گوشۂ خلوت تو اے زاہد چہ می بینی | بہ بیں در روئے یارم جلوۂ شانِ خدائی را
بطرزِ نازِ تو عرضِ نیازِ خویشتن کردم | نمودم وقفِ درگاہِ تو مشقِ جبہ سائی را
بود انداز و ناز او ز خوبانِ جہاں یکسو | نمیدانم کجا آموخت طرزِ دلربائی را
جمالِ آفتابت شد بذرّاتِ جہاں روشن | بروئے خوبرویاں جلوہ داری خودنمائی را
دلِ من بندۂ عشق است اے زاہد بنہ یکسو | ز من ایں خرقۂ سالوس نہ بدو پارسائی را
بکارِ مشکلِ من یا علیؑ مشکل کشا رحمے | بدستِ قدرتت بخشید حق مشکل کشائی را
منِ گم کردہ رہ را حضرتِ صدق نما راہے | مخصص کرد حق بہرِ تو کارِ رہنمائی را
بقربانِ تو از جور و جفا ہا ہر چہ خواہی کن | مبر پیشم تو از بہرِ خدا نامِ جدائی را

طپد در خونِ دل باقرؔ رقیباں کامیاب از وے
تواں دیدن بچشمِ عبرتے شانِ خدائی را

۳۱
روئے تو نشد مقابلِ ما | خوں گشت بدوریت دلِ ما
جا میدہم بدیدہ و دل | آئی تو اگر بمنزلِ ما

با سحر و فسوں چنیں دلِ تو گاہے نشدہ است مائلِ ما

از آہ و زآب دیدہ گل کرد اسرارِ نہانیِ دلِ ما

چوں روزِ شبِ من است روشن شد روئے تو شمعِ محفلِ ما

اے راحتِ جانِ من کجائی شد پارہ بفرقتت دلِ ما

پرسید کہ ہاں کجاست باقرؔ
آں کشتۂ نازِ بیدلِ ما

۳۲ خوشا دمیکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہانِ تنگ ترا

ز تند خوئے تو عاجز م چناں ہر دم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا

دلِ تراست اگر میل ناوک اندازی دل و جگر بنمایم نشان خدنگ ترا

نتیجۂ نہ بسحر و نہ در فسوں اثرے چساں بدست خود آرم دلِ چو سنگ ترا

بگفتمش کہ مبر نام و ننگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و ننگ ترا

یکے بسوئے منِ خستہ ہم کماں درکش کہ تا بسینہ چو دل جا دہم خدنگ ترا

بشوق بر کہ پئے مشق برق اندازی سرِ من است کہ گردد نشان تفنگ ترا

متاعِ صبر و سکوں سوخت دردلِ باقرؔ
زغازہ کرد چو مشاطہ شعلہ رنگ ترا

۳۳ پردہ می انداز از رخ شاہدِ رازِ مرا روسیہ بادا آہی اشکِ غمازِ مرا

یوسفِ مصری بشوخی و اداہا کے رسد آں سراپا خوبیِ با عشوہ و نازِ مرا

دمادم بنوشان از آن جام می / نه از باده جام جمشید و کی

زخط فرودینه تا خط جور / در انداز از جام تسلسل بدور

از آن می که نوشاند زاهد بپوس / زجام جهان بین سلطان اویس

رباب از وفا ریخت در کام وعد / بنوشید از او وعد بی بیم وعد

زجامی که لیلی بمجنون چشاند / زآتش سراپا در آتش نشاند

گسیتر زغزه از آن جام می / بزد پای بر بخت و دیهیم کی

بدریا زد آتش بجان اندروس / که از لعل ها روچشد شهد بوس

فروریز در کام جان ای شفیق / می ناب وحدت علی ما طیق

بجام دلم جرعهٔ زان رحیق / که پرورده در خم حق حقیق

بنوش و بنوشان می وحدتم / نما عور از کثرت کسوتم

از آن می که پرورد دهقان پیر / جوان بخت در خم خم غدیر

شوم مست و بیخود ز نوک قلم / بمستی نمایم حدیثی رقم

سر خامه اندر بنان آورم / بدیع معانی بیان آورم

در تحیر شد ز هوش و سرو ناز از پا فتاد | دید در گلشن چو قد سرو طناز مرا
پیش پا افتاده مضمونے نبندد طبع من | کے بہر صید چنیں صیداست شہباز مرا
ہر زماں نام خدا دارد تلاش طبع شوخ | بر خیال فتنۂ نو فتنہ پرداز مرا

خوش نمی آید بچشم جلوۂ حسن کسے
ہاں تواں بنمود باقرؔ جلوہ پرداز مرا

۳۴

بیا بسوئے من اے رشک نوبہار بیا | چو جان بقالب جان دادہ در کنار بیا
بیا بیا ز کجا مے کشیدہ می آئی | کہ لغزشیست بر فتارت از خمار بیا
بہ نعشم ار نرسیدی پے نماز اکنوں | ز بہر فاتحہ چوں شمع بر مزار بیا
گل است خندہ زن و سرو می چمد با ناز | تو نیز در چمن اے سرو گلعذار بیا
یکے ز ناز قدم رنجہ کن کہ در پایت | متاع صبر و خرد می کنم نثار بیا
فدائے تیزیِ رہوار تو ہے گہے سویم | عناں گسستہ تو اے ترک شہسوار بیا
بمن کہ محرم راز توام چہ شرم و حیاست | عبث بود ز من خستہ ننگ و عار بیا

طپد بخاک چو بسمل بہ دوریِ تو یکے
بسوئے باقرؔ دلخستہ اے نگار بیا

۳۵

بصلح چوں کشم اے وائے خوئے جنگ ترا | چگونہ نرم بسازم دل چو سنگ ترا
خدنگ غمزہ ات از بہر کشتنم کافی است | بریدن ار نبود تیغ سر بزنگ ترا
تو رشک حور بہشتی بت فرنگ نژاد | ز خلد بہ شمرم کشور فرنگ ترا

ز وعدهٔ تو خوشم خواه دور یا نزدیک | که زود می شمرم وعدهٔ درنگ ترا
براندی از بر خویش و درشت فرمودی | بیاں کنم بکه این ماجرائے جنگ ترا
نهم چو جاں به تن زار خویش شمشیرت | بسینه جا بدهم همچو دل خدنگ ترا
ز چشم بد گل روئے تو در امان بادا | خزاں مباد الٰهی بهار رنگ ترا
ز ناوک مژه ام گشته که هیچ سپر | نبوده است چو تیر قضا خدنگ ترا

زعشق تو به بفرما خدائے را باقر
که عشق برده بتاراج نام و ننگ ترا

۳۶
یارب چه تمنا است من خسته تنے را | در بر بکشم سرو قدے گلبدنے را
با آں رخ رنگیں که بود چشم بدش دور | نسبت نبود هیچ مطرا چمنے را
قربان به دم خنجر تیز تو سر من | بر نعش بیا کشتهٔ خونیں کفنے را
یک جلوه بفرما طرف بزم حریفاں | کن از رخ خود رشک چمن انجمنے را
اے من بفدایت لب خود ندهم جا | با نکهت زلف تو نسیم ختنے را
اے غیرت گلشن بچمن بے گل رویت | کے خوش بکنم جلوهٔ سرو و سمنے را
ای همنفسان مژده که عاشق شده ام من | شمشاد قدے ماه رخے سیم تنے را
بر پائے تو اش گر بفشانم چه بنازم | در راه تو قیمت چه بود جان و تنے را
در کام دلم مغز ترا ز شربت خضر است | یک بوسه زدن پستهٔ شیریں دهنے را
در مایدهٔ دولت دنیا که حرام است | هرگز نه بیالائے تو دست و دهنے را

دنیا همه پوچ است و غمش پوچ تر از پوچ — بردار ز دل این همه رنج و محنے را

باقر ز ره دور و دراز آمده سوییت
لطفی کن و دریاب غریب الوطنے را

۳۷
فراق یار کجا و توان و تاب کجا — مرا ز چشم ندانم که رفت خواب کجا
مرا وظیفه ز لخت دل است و خون جگر — شراب ناب کجا ساقیا کباب کجا
مکن کرشمه که از عشق فارغم اکنون — زمان شیب کجا عالم شباب کجا
کنون فتاده بے دست و پا زدن ای دل — طپیدن تو کجا رفت و اضطراب کجا
کشاد بند قبا چهره پر عرق چون گل — تو میروی مه من گو به این شتاب کجا
برون شد است مستی سحر ز خانهٔ خود — ز چهره ماند کجا برقعه و نقاب کجا
نشست غیر به بالا و من فرو چه شود — حباب بحر کجا و دُر خوش آب کجا
فتاده ام من مست گنه ز حق غافل — نماز صبح و دعاهاے مستجاب کجا
میان ابر و دو چشم تفاوتے است عظیم — سرشک من ز کجا گریهٔ سحاب کجا

بگفته تو که بود جمله منتخب باقر
چو شعر حافظ شیراز انتخاب کجا

۳۸
دیدم نه عارض تو و هستی تو بر ملا — از غایت ظهور بماندی تو در خفا
من پاکباز عشق تو هستیم با کسے — جز تو خدا گواه که نگشتیم آشنا
بیصرفه هست شکوه عیسیٰ بلب رساند — خود بوده است درد دل خسته لا دوا

از کثرت گناه نمانده است چاره‌ام　　جز آنکه برکشی قلم عفو بر خطا

یارب مرا بدرگه محبوب خود رسان　　در دل نمانده است جز این هیچ مدعا

ای حسن پرده پوش کنم محو جلوه‌ات　　فارغ شویم تا ز تماشای ماسوا

هم احمدی و هم احدی ای فدیت لک　　شان رسالتی تو و هم شان کبریا

چون تو به حسن نیست حسینی بروزگار　　چون تو به دلبری نبود هیچ دلربا

دل میکشد بسوی تو حسن ملیح تو　　کاهم من ضعیف تویی طرفه کهربا

پیکان غمزه میزنیم در دل و جگر　　تیر افگنی و میفگنی تیر بی خطا

شد ساز وار از مدد بخت کامران

از بهر من هر آنچه بگفتی تو ناسزا

۳۹

روی چون آئینه‌ات مایهٔ حیرانی ما　　طرّه‌ات شانه کش زلف پریشانی ما

تو بساحل برسان بار خدایا نشود　　که شود غرق بلا کشتی طوفانی ما

منعما اطلس و دیبای تو خوب است و مرا　　نبود خوبتر از جامهٔ عریانی ما

ناگه افتاد مرا بار امانت بر سر　　طرفه آورد بلا این همه نادانی ما

دل دیوانه به بند سر زلفت در ماند　　نشد از قید رها یوسف زندانی ما

هست در هند اگر شهرت نظمم چه عجب　　اصفهان پر شده از شور سخندانی ما

نرود درد سر من ز مداوای مسیح　　هان شود خاک درت صندل پیشانی ما

نه حزین ماند نه عرفی نه نظیری باقر

تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما

تقدیر بسر بر زدہ سودائے تو مارا　　بہ نمود قضا عاشق شیدائے تو مارا　۴۰

مجنون تو بدہ دامنم از دست کہ ای دوست　　دل گیرد ازین تنگی صحرائے تو مارا

شوقم بکشد ہر نفس آن روز کدام است　　کاید بہ نظر صورت زیبائے تو مارا

امروز بیا با رخ بے پردہ در آغوش　　تا چند کشد وعدۂ فردائے تو مارا

آن بخت رسا کو کہ برنگ سر زلفت　　باشد سر سودا زدہ بر پائے تو مارا

بنشاند بروز سیہے تیرہ تر از بخت　　زلف سیہ غالیہ فرسائے تو مارا

ہم از نگہ مست و ہم از غمزۂ جادو　　دل برد ز کف نرگس شہلائے تو مارا

ہستم بہ ہمین جامۂ عریانی خود مست　　منعم نہ سزد اطلس و دیبائے تو مارا

گر جان بلب آمد کہ کند زندۂ جاوید　　یک بوسہ از آن لعل شکر خائے تو مارا

جز دیدن روئے تو ہوا و ہوسے نیست　　فارغ ز جہان کرد تمنائے تو مارا

دستم کشی بے سبب و گاہ برانی　　خون شد جگر از شورش بیجائے تو مارا

در دیر و حرم چون بہ برم سجدہ کہ گرد است　　قسمت ز ازل ناصیہ فرسائے تو مارا

گفتم کہ بہ بین حال بدم گفت کہ باقر
گر جان رودت نیز چہ پروائے تو مارا

ز آہ و نالہ فرصت نیست یک ساعت لب مارا　　رسائی تا بر عرش است یارب یارب مارا　۴۱

شب ہجرم قیامت شد نہ خواہد آمدن باز آ　　گریبان سحر در دست دامان شب مارا

بجولان گر دهی ای قیس در میدان بیتابی / نگردد همعنان شبدیز عشقت اشهب ما را

بود عشق بتان کارم بود پیر مغان یارم / برو واعظ بکار خود چه پرسی مذهب ما را

سحرگاه وجود من درین حسرت بشام آمد / که سازی روزگاهی از رخ روشن شب ما را

شب وصل است میخواهی تو عرض مطلبم از من / سرت گردم چه می پرسی تو خود گو مطلب ما را

بود آن ماه سیمین جلوه گر در برج آغوشم / به بین اختر شناس امشب عروج کوکب ما را

بگفتا چون به او گفتم که ده یک بوسهٔ غبغب
که باقر تو که باشی تا به بوسی غبغب ما را

۴۲

رسان در شهر جانانم ز راه بیخطر ما را / نشان در کوچه اش یارب بگردان در بدر ما را

نه چون سیلاب خون جوشد ز ابر چشم گریانم / که مژگان کجت جانان بدل زد نیشتر ما را

براهت جان بیفشانم بپایت سر فدا سازم / بیا جانان که از تو نیست دیگر دوست تر ما را

نباشد جز بدست تو خدایا نفع و نقصانم / عدو گردد اگر عالم رساند کی ضرر ما را

قناعت پیشه ام گردان به اوج عزتم برسان / بخاک ذلتم به نشاند حرص سیم و زر ما را

بدست قهر نفسش فتادم ز جورش گشته بربادم / برین نفس لعین یارب بده فتح و ظفر ما را

بدین دار پر آشوبی چو گشتم از عدم ظاهر / نه آسودم دو روزه هم که پیش آمد سفر ما را

ندانم جز بذات تو نه بینم جز جمال تو / بغیر از جلوهٔ رویت نه آید در نظر ما را

به وادی طلب برگشته و بیراهه میگردم / خدایا پیر اصدق را بگردان راهبر ما را

بکنج عافیت بنشان ز هر رنج و بلا برها / مده عشق بتان یارب مده این درد سر ما را

براهِ دوستی یک جلوهٔ فرما در آغوشم — بها از من اگر خواهی نباشد سیم و زر ما را

بحقِ نورِ ذاتِ خود بحقِ نورِ محبوبت — بده نورِ نظر یا رب بگردان دیده ور ما را

به پهلوئے تو بنشستم شود گر باعثِ ننگت — مراں از بارگاهِ خود مینداز از نظر ما را

بسے ملکِ جهاں دیدم بسے گشتم کنوں باقر

بکوئ او نشینم نیست مقصودِ دگر ما را

۴۳

نمی کشد دلِ من سوئے بوستان تنها — چو سیرِ گل نکنم بے تو جانِ جاں تنها

کنوں بمجمعِ یاران خوشی ازاں اندیشم — که جا همی کنی در قبرِ جاوداں تنها

دلا به ناله بسر کن که دوستاں رفتند — بمانده است وجودم ازاں میاں تنها

کنوں ز تو بگلستاں همی رسد صیاد — وگرنه دشمنِ جاں بود باغباں تنها

نه بلبلے و نه قمری و نه همصفیر یکے — دریں چمن چه بندیم آشیاں تنها

چو پے قدم سگِ کوئے تو میکشد دامن — براندم ز درِ تو نه پاسباں تنها

بسے بخاک طپید و بسے بخوں غلطید — ____ بینداخت یک جهاں تنها

کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں — منم فتاده دریں جا ز هم زباں تنها

جدا ز منزلِ مقصود ره غلط کردم — زبسکه دور فتادم ز کارواں تنها

نه برد با خود و فرمود صبا ایم باقر

گرفته ایم اجازت ز باغباں تنها

۴۴

میدهم جاں بفراقت صنما زود بیا — ای قدومت پئے بیمار شفا زود بیا

نکته سنجاں بجہاں اند و سخنداں بسیار
ہمچو باقر بجہاں شد نہ سخنداں پیدا

۴۸
از گلو انداخت و از کف سبحه و زنار را — بردهٔ از دین و ملت کافر و دیندار را
شد به آفاقِ جہاں تا غلغلِ حسنت بلند — در کساد انداخت یوسف گرمی بازار را
افگندهٔ تا از ادا بروے نگاهِ نازِ خود — ناتوانیہا فزوں شد نرگسِ بیمار را
صبحدم باد صبا تا نکہتِ زلفت رساند — از خجالت آب شد خوں طبلهٔ عطار را
نیست جرمم جز بعشقِ تو و معذورم دراں — سر مکن از بہر قتلم غمزهٔ خونخوار را
بسکه در جوشِ جنوں زد دامنِ خود چاک چاک — لاجرم بگرفت مجنوں دامنِ کہسار را
پنبه ساں سوزد بیکدم گنبدِ ہفت آسماں — گر بعشقت سر دہم یک آه آتشبار را
لافِ عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا — سوز از آه نہانی پردهٔ پندار را
گر ترا پیش آید ای دل مشکل و رنج و تعب — یاد کن مشکل کشایت حیدرِ کرار را

گر به پیشش بر کشی باقر سرودِ درد و غم
بر نخیزد نغمهٔ منقار موسیقار را

۴۹
دیدم شب آں دو نرگسِ مستِ شراب را — دادیم سر به گریه دو چشمِ پرآب را
می آمدند جبه به بر سبحه در گلو — کردم سلام شیخ مشیخت مآب را
در خواب راحتے عجبے بوده ایم دوش — در بر کشیده آں بتِ مستِ شراب را
لب تشنه ام بحلقِ منِ تشنه جاں بریز — از تیغ آبدار خودت قطره آب را

معشوق جلوه گر شب ماه است در چمن | ساقی بیار کشتی و جام شراب را

دور شراب و مجمع یاران بگلشن است | مطرب به نغمه آر سرود و رباب را

ظلمت سرای من شده روشن شب وصال | برداشتی چو از رخ روشن نقاب را

من با توام قریب تو هم شو بمن قریب | از غیب گوش کرد دلم این خطاب را

شد تر تمام نامهٔ عصیان من ز اشک | حاضر کنی چه دفتر غرق در آب را

المختصر به بخش وز اعمال من مپرس | با من مده طویل حساب و کتاب را

زاهد چو تار سبحه‌ها چها خورد پیچ تاب | در کاکل تو کرده نظر پیچ و تاب را

این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست | سبقت رباست پیریم عمر شباب را

چون دید لمعهٔ گهر گوشواره ات | چشم فشاند دانهٔ اشک خوش آب را

یکچند بود مونس و غمخواره ام چسان | از دل بریم منت عهد شباب را

جولان گراست جلوه دهٔ شهسوار من | کو طالع رسا که ببوسم رکاب را

مینای می که هست در آن دست چون پری | در شیشه کرده بند مگر آفتاب را

رفتی بناز چون لب دریا بهر غسل | گرداب بحر دوخته چشم حباب را

هستم گدای کوی تو نازم به بخت خود | در رزم بجو نه طالع افراسیاب را

در هجر خویش ای بت فرزانه میروی
دیوانه کرده باقر خانه خراب را

شناسم و ندهد روی التباس مرا | درآ بجلوه و بنما بهر لباس مرا ۵۰

دگر بجلوه گرائی چه میکنی ای شوخ　ربوده بیکی جلوه از حواس مرا

نمی روم ز سر کوی تو اگر رضوان　بباغ خلد بخواند بالتماس مرا

گهی که رحمتِ عام توام بیاد آمد　نمود جلوه بشکل امید یاس مرا

کلیم آتش روی کسی مرا جان سوخت　بوادی تو چه حاجت باقتباس مرا

بکوی عشق تو آنم که سر بکف دارم　عبث همیشه بکشتن دهی هراس مرا

فدائی شیوهٔ این جهل عارفانه را
چگویمت که کیم باقرم شناس مرا

۵۱ بروی خویشتن بستم رهِ من باب عشرت را　بیاد عارضت بگزیده ام تا کنج عزلت را

عتابت بر سر و چشمم ولی ای من فدائی تو　دریغ از من چرا داری کهن رسمِ مروت را

که شبها نور حق بینی به بیداری و هشیاری　مده در چشم خود جا مست غفلت خوابِ غفلت را

ز فکرِ این و آن بگذر ز حرص و آز شو خالی　ز دست خویشتن مگذار دکان قناعت را

ز ارباب جهان پیچیده ام ـــــ لیکن　ز جان هم دوست تر میدارم اربابِ محبت را

درین ویرانه از غفلت چه خسپی ای دلِ نادان　که من از دور میشنوم صدائی کوس رحلت را

بفرما مر قدم را یا خدا ـــــ　ببارای ابر رحمت بر مزارم آب رحمت را

ـــــ جان زارِ پر دلِ باقر
چگویم حالتِ بیتابی شبهائی فرقت را

۵۲ ایکه شبها بوسه میدادم زنخدانِ ترا　میکیدم تا سحر لبهای خندانِ ترا

عیان از کهن نامهٔ باستان | مثنوی سرایم یکی داستان
پدید آورم داستان شگرف | که پایاب نایاب چون بحر ژرف
بجنبد بدستم چه پیچنده کلک | گهرهای معنی کشاند بسلک
چه پیچان شود در بنان خامه ام | گواره به تبت زند نامه ام
ز طوبی و کوثر بوجد و سرور | دهد خامه و نامه غلمان و حور
که رسمست و آئین نزدیک و دور | که زاید همی بچه حور حور
نی کلکم آبستن ز مشک و شکر | که شکر دهد بار و از مشک بر
بشکر نهان شهد و در مشک بو | چه حتّی است برهان مکن گفتگو
شکر زا نیم زان جهة بی شمر | برآمیخت با شیر مشک و شکر
همه تبّتی مشک و مصری شکر | فشاند بکافور هندی گهر
همه تبّتی مشک مغز و طرف | فشاند بکافور از هر طرف
میواز پی مشک تبّت بچین | ز کافور بس مشک تبّت بچین
سر تنگ شکر گشایم ز هم | شکر بر فشانم بر طلس و درم
گشایم سر گنج لاهوت را | بگو هر کشم ملک ناسوت را

می نهادم لب بر خسار ملیح و در بغل
میکشیدم ساعد چون شاخ مرجان ترا

از قدم تا سر همی دیدم جمال ظاهر
در نظر میداشتم اسرار پنهان ترا

از مسی مالیدن و خائیدن پان شنگرف
طرفه زیبی میفزود آن لعل و دندان ترا

بوسه میخواهی ز من ای خرد سال نازنین
من فدائی سادگی طبع نادان ترا

خوش بگفتی باقر ادر طرز رندان این غزل
من فدائی شوخی این طبع جولان ترا

ردیف با

۱
دل را بسان شمع منور کند شراب — روشن برنگ آئینه پیکر کند شراب
مئے در پیاله کن غم فردا چه میخوری — تا بیخبر ز فتنهٔ محشر کند شراب
سازد برنگ لاله بیک جام تر دماغ — در کاسهٔ ساقیم نه مکرر کند شراب
مستانه مئے ز ساقی گلچهره گیر تا — مستغنیت ز جرعهٔ کوثر کند شراب
بنمایدش محیط جهاں کم ز قطره — وقتیکه در پیاله قلندر کند شراب

باقر نه در جهاں بود اکسیرے به ازیں
خاک است خود اگر که همه زر کند شراب

۲
بسے دل میطپد بے تو در آغوشم بیا امشب — فدائی ناز و تمکینت بیا جاناں بیا امشب
بیفگن سایهٔ زلف دراز خویش بر فرقم — بسر بنشیں که آسائیم در ظلّ هما امشب
تو در روز سیه بنشیں و بر سر زن سیه رو مدعی من — که در دست من تشید است آں زلف رسا امشب
بفرما از چراغ عارض خود خانه ام روشن — دل و جاں تا کنم جاناں بپای تو فدا امشب
خدا سازد قبول بارگاه خود بصد زاری — پئے وصل تو بر می آورم دست دعا امشب
گهے در خانه گه بیروں ز درد انتظار او — بیاید ناگهاں ای کاش یار بیوفا امشب

بخیزد باقر بیدل سحرگه مست مدهوشے
بغمزه گر کنی مائل دو چشم سرمه سامشب

برقص آرد چمن را در چمن گر دیدنت امشب کند گل غنچه را اے سرو من گل چیدنت امشب ۳
زند چاک دگر در دامن صبر و شکیبائی بدوش افگنده دامان قبا رقصیدنت امشب
همه تن جلوه سامانی سراپا طرز و اندازی سرت گردم بود زیبا بخود نازیدنت امشب
بیا و جلوه فرما سرت گردم که چون نرگس سراپا چشم گردیدم بشوق دیدنت امشب
خوشا وقتے که دلبر در بر و ساغر بکف داری
حلالت باد اے باقر بخود بالیدنت امشب

برفرق حسن گرچه بود افسر آفتاب پیش رخت ز ذره بود کمتر آفتاب ۴
در جلوه گاه نیر رخشان عارضت طشتے پے نثار بود پر ز زر آفتاب
تو آن شهی که دم ذکر نام تو شاید پئے خطیب کند منبر آفتاب
شاها توئی که سوخته جلوه ترا مانند ابر سایه کند بر سر آفتاب
از غیرت تجلی نور رخت ز ابر بر روئے خویش بر فگند چادر آفتاب
پیش تو صوفیان جهان را چه نسبت است هان از مه و نجوم بود برتر آفتاب
آنانکه لذت مے فیضت چشیده اند کشتی کنند از فلک و ساغر آفتاب
چون نیر جمال تو تابندگی دهد گردد برائے جلوه بسے مضطر آفتاب
گویند چون نهی قدم از خانقه برون گردد اسمے جلوه از طرف خاور آفتاب

خلقی برند سجده به پیش وی و ترا | از روی صدق سجده کند بر در آفتاب
گویند اگر چنین ز پی فخر او بس است | باشد جمال ترا مظهر آفتاب
گر در هوای رفعت شانِ تو پر زند | ریزد با وج زینهٔ تو شهپر آفتاب
هر چند جلوه تاب و ضیا گستر است لیک | چون چهرهٔ تو نیست صفا پرور آفتاب
از بس صفای ظاهر و باطن توئی شها | در خوی چون فرشته و در پیکر آفتاب
گر بگزرد نسیم تو یکره با آسمان | جرم نجوم نافه شود عنبر آفتاب
انجم چه باشد و رخ مه را چه نسبت است | نبود جمال روی ترا همسر آفتاب
گر ننگری بدنیا و عقبی ترا سزا است | هرگز نخواست است زر و زیور آفتاب
گردد چو مانعِ حرکت عشوه ات زند | در بحر اخضر فلکی لنگر آفتاب
زین باده سر خوشم که ز فیض نگاه تو | بس ذره ها که گشت ضیا پرور آفتاب
شاها تو اصدق و من از صدق بنده ات | من ذرهٔ تو ام تو ضیا گستر آفتاب

باقر بسایهٔ سپر رحمتِ تو باد
تیغِ شعاع چون بکشد بر سر آفتاب

ردیفِ تا

برون ز عرشِ برین بے تو آہ و نالہ گذشت — شرار شعلۂ افغان ز اوج ہالہ گذشت ۱

چناں گذشت ز آغوش من کہ تو گوئی — مہ دو ہفتہ بروں از میان ہالہ گذشت

دمید جاں بہ رگ و پے نسیم کاکلِ او — بہ ترتبم چو بتِ عنبریں کلالہ گذشت

بہ دورِ نرگس مستِ تو شیخ صد سالہ — ز راہ شرع بشوقِ مئے دو سالہ گذشت

بکیش ما بود آں زندۂ ابد ساقی

کز یں بساط بدورِ مئے و پیالہ گذشت

چوں دو زلفِ تو ہمہ گرہ شکست — طاقت و تاب را کمر شکست ۲

خواستم گریہ سر کنم ز ضعف — نفسم در گلو مگر شکست

غمزۂ کافرت ز شوخیہا — نشترم در دل و جگر شکست

سنگدل از جفا دلم مشکن — کہ نہ بندد چو ایں گہر شکست

کار عشق است در شکست بلے — کوہکن را ز تیشہ سر شکست

مرغ دل در ہوائے شوق زخت — بپرید آں قدر کہ پر شکست

سخنِ آبدار تو باقرؔ

در نظر قیمت گہر شکست

۳ کعبه کو میخانه را باشد قرین ابروئے تست
میکده با کعبه یکجا نرگس جادوئے تست

سایهٔ طوباش باشد آفتاب رستخیز
هر کسے کو سایه پرورد قدِ دلجوئے تست

عرشیاں را طائرِ دل آنکه می آرد بدام
پیچ و تابِ کاکل و چینِ سرِ گیسوئے تست

بادهٔ عشرت ز دورِ آسماں هرگز مخواه
ساغرِ غم نوش کن اے دل که جاں داروئے تست

چاک چاک از جوشِ وحشت در لحد سازد کفن
هر که از جاں دادگانِ چشم چوں آهوئے تست

باقر از تکلیف رضواں کے بجنت رخ کند
زاں که آں مسکیں گدا از ساکنانِ کوئے تست

۴ کدام دل که ز وابستگان دام تو نیست
اسیر حلقهٔ گیسوئے مشک فام تو نیست

نسیم گوشهٔ باغ جناں خوش است ولے
به اعتدال مزاج هوائے بام تو نیست

ز لوح دل بتواں حرف کام بستردن
دو روزه گردش گرداں اگر بکام تو نیست

خضر بشربتِ آبِ بقا چه مینازی
برو که جام فنا آشنائے کام تو نیست

عروج اوج حقیقت ز عشق پخته طلب
که محرمِ حرمِ راز عقل خام تو نیست

فروغ بزم سخن خود اگر کلیم بود
نه خوش کنم که در و لذتِ کلام تو نیست

تواں رساند دماغی ز داغ حسرت دل
چو جام لاله شرابے اگر بجام تو نیست

چکیدهٔ قلمت باقر است اعجازے
مگر ز عالم وحی است ایں کلام تو نیست

۵ ز دست خویش بقیدِ سلاسل افتاده است
هر آں دلے که بزلفِ تو مائل افتاده است

زجا نمیرود از سختیِ جفا هایت | که دل بمشرب عشق تو کامل افتاده است
تمام جلوه و من محو حیرتم که کدام | میانهٔ من و دلدار حائل افتاده است
ترا چه سود که باشد به شش جهت دیدار | چو دیدهٔ دلت از دیدن عاطل افتاده است
رقیب گر ز رهِ غم بسر زند وقت است | که زلف یار بدستم حمائل افتاده است
کسے چگونه برد جان ز دست آن بیرحم | که ترک غمزهٔ او سخت قاتل افتاده است

تو شرح دوری خود میکنی منم باقر
که دست من بمیانش حمائل افتاده است

بحر بے پایاں این عالم حبابے بیش نیست | عمر خود باشد اگر چوں خضر خوابے بیش نیست 6
در حریم عظمتِ جانانه قیمت کے نهند | دیده و دل عاقبت خونے و آبے بیش نیست
شربت وصلت چشیدن مایهٔ عیشے است و بس | صدمهٔ هجراں کشیدن اضطرابے بیش نیست
ذرهٔ دردے طلب تا محرمِ رازے شوی | حاصلِ این زهد تو زاهد ثوابے بیش نیست

لذتِ آب دمِ تیغش چشیم آں بخت کو
حکم بهر کشتنم باقر عتابے بیش نیست

سحر گهاں چو ز آغوشم آں صنم برخاست | به ترکتاز دلم لشکر الم برخاست 7
بناز گشته چو رقصاں ز نغمهٔ خلخال | ز کنجهائے لحد خفتهٔ عدم برخاست
بسیل نیستیم داده رخت هستی را | بجوششِ عجب از سینه موج غم برخاست
فشاند بر قدمش نقد جاں دلم آں شوخ | پے معانقه چوں از رهِ کرم برخاست

فشانده طشت زراز مهر چرخ بر پایش زخواب ناز مه من چو صبحدم برخاست

بسوخت نه طبق قصر آسمان بی تو
زبسکه شب ز دلم دودِ درد و غم برخاست

۸ تا این دلم بکوی تو ماوا گرفته است ملک جم و سکندر و دارا گرفته است
رنگِ دگر رخِ تو ز صهبا گرفته است این شعله بین ز آب که بالا گرفته است
یکخانه ز جلوهٔ لیلیٰ تهی نبود مجنون عبث ره صحرا گرفته است
مانند شمع رشتهٔ جاں را بسوخت آه یارب چه آتشیست که در ما گرفته است
کو شادئی که باعث صد گونه رنج نیست کس غیر ازیں چه بهره ز دنیا گرفته است
هر کو رسیده است بمضمون آں کمر دامی فگنده است که عنقا گرفته است
نور رخش نگشت گهی شمع بزم من دل از سیاه روزی شبها گرفته است
افتاد چوں نه دامن لیلیٰ بدست قیس بیچاره طرف دامن صحرا گرفته است
دست حنائی تو بخمیازه بر نشد این فتنه آتشیست که بالا گرفته است
ای شیخ رو که شیوهٔ ذکرِ خدا دلم یاد از صدای قلقل مینا گرفته است

باقر ز درد هجر رخ همچو روز تو
خوی فغان و نالهٔ شبها گرفته است

۹ تا رکم را افسر از دیبای بی سامانی است زیب جسم ناتوانم خلعتِ عریانی است
با هزاراں عجز رضواں بندهٔ تا زیست تا نصیبم بر درِ او منصب دربانی است

یوسفِ گم گشتهٔ دل را نشان میجستم آه — می ندانستم بچاهِ غبغبش زندانی است

چشمِ عالم نرگس آسا واسوئے دنبالهٔ ات — سرمهٔ چشمِ تو نورِ دیدهٔ حیرانی است

ذرهٔ دردے بدل ناصح ز صد تقوی به است — پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

باقر از کلکِ گهر ریزت نه تنها این غزل
هر کلامے چون کلامِ سعدی و خاقانی است

۱۰

همدردِ مرا جز دلِ پُر درد کسے نیست — غیر از نفسِ گرم مرا همنفسے نیست

از دیر و حرم رسته ام از دولتِ عشقت — پیشِ تو جبین سایم و کارم بکسے نیست

تا راست نماید نفس نیست نفس حیف — کین هستیِ موهوم بجز یکنفسے نیست

منزلگهِ عشقت که رُفته است ز مژگان — در جادهٔ این بادیه یک خار و خسے نیست

غیر از تو به پیشِ که بنالم و بگریم — کاے جانِ جهان جز تو کسے دادرسے نیست

وقت است نمائی نفسے جلوه که اکنون — باقی ز وجودم صنما جز نفسے نیست

از دور نسیمِ تو نشان میدهد از تو — در قافلهات حاجتِ بانگِ جرسے نیست

از شدتِ وحشت نه طپد مرغِ دلم چون — جز دیدنِ روئے تو هوا و هوسے نیست

در خاطرِ باقر بخدا اے شهِ خوبان
جز دیدنِ روئے تو هوا و هوسے نیست

۱۱

بردنِ دل ز عشوه کارِ کسے است — کشتنِ بیگنه شعارِ کسے است

خضر هم آنکه تشنه اش باشد — آبِ شمشیرِ آبدارِ کسے است

نه نشاند به پهلوم از ننگ — آنچه فخر من است عار کسی است

داروی علت دل شیدا — لب نوشین خوشگوار کسی است

من به پژمردگی خود شادم — که خزان من از بهار کسی است

مست سازم ز جام مدهوشی — نرگس چشم پرخمار کسی است

باقر این مصرعهٔ حزینم کشت

چه کنم دل باختیار کسی است

۱۲

کسی را حاصلی هیچ از بقا نیست — که مست بادهٔ ذوق فنا نیست

بگیتی در همه بتخانه یک بت — بجنت ای صنم نام خدا نیست

بود خاکش بسر گوید هر آنکس — که خاک کوی تو خاک شفا نیست

چنان از ناقه‌ات دور اوفتادم — که با بانگ درا گوش آشنا نیست

کنم سودا بنقد جان ولیکن — به بازار بتان جنس وفا نیست

چه کار آید بچشم سرمهٔ طور — ز خاک مقدمت گر توتیا نیست

ز زیور فارغ است حسن خداداد — که مرجان پنجه محتاج حنا نیست

خدارا از رخ خود پرده بردار — که صبر از جلوه‌ات ای مه لقا نیست

لب عیسی ترنم آشنا بود — که درد عشق را هرگز دوا نیست

بگو ناصح کدامین مذهب است این — که می با یار نوشیدن روا نیست

چه حاصل از می و مطرب بمحفل — اگر آن ساقی رنگین ادا نیست

ز زرین قلم روی سیم سپید — ز مشک سیه آورم ناپدید

ز لولوی تازی و در دری — کنم صفحه چون درگه گوهری

بنزم ولایت شوم مشکسا — فشانم گهر از حدیث کسا

نبی مکرم شبی در بساط — بطاق فرح جفت زور نشاط

چو زنگی و رومی غلامش بدر — شب و روز بر پا پی یکدگر

بدل تابش اختر دخترش — که تا بد ز گردنده چرخ اخترش

چو خورشید بر زد سر از پشت کوه — ز فرش جهان یافت فر و شکوه

سر آورد نوری ز دریای نور — ز نورش در و دشت شد کوه طور

شب تیره بگریخت از روشنی — جهان یافت از روشنی ایمنی

غراب شب از چنگ شهباز روز — هزیمت کنان شد چو روبه ز یوز

ز نور فروزنده گیتی فروز — شب تیره بگریخت از چنگ روز

چو عنقای مغرب بمغرب چمید — بکنجی پر افشاند و عزلت گزید

چو شمشیر شب شد بمغرب قراب — برآورد تیغ از نیام آفتاب

چو دامان جیب افق کرد چاک — فروریخت آن آب آتش بخاک

اگر تو آفتابی ذرۂ من برنگ سایہ از ذاتت جدا نیست

چہ شد باقر اگر پیمانہ نوشید
جواں رنداست پیر پارسا نیست

۱۳
شور حسن نمکینت بجہاں افتادہ است خوبیِ روئے خوشت ورد زباں افتادہ است

غیر پیمانہ کش بزم تو و شیشۂ ماست کہ ز طاقِ دلت ای طرفہ جواں افتادہ است

یوسفِ مصر ممیزان تو ہمسنگ نبود پلۂ حسن تو اے ترک گراں افتادہ است

نیست رعنائی سروِ چمن از بے سببے سایۂ قامت آں سرو رواں افتادہ است

ہمچو مارِ سیہ از رشک نہ پیچم چکنم طرہ ات آہ بدستِ دگراں افتادہ است

ہست زفیضِ نظرِ حضرت غالب باقر
شورِ نظمِ تو کہ در ملک جہاں افتادہ است

ہرگز دلم ز دیدن حسنِ تو سیر نیست گر ننگرم بروے تو تا حشر دیر نیست

ما بلبلان قدسی عرش آشیانہ ایم روح القدس بہ نغمۂ ما ہمصفیر نیست

افتادہ ام ز پائے بدہ ساقیا شراب زیرا کہ غیر جام میم دستگیر نیست

چشم سرش چہ بنگرد از سرّ معرفت آنرا کہ دیدۂ دل دانا بصیر نیست

ما ئیم سالکانِ طریقِ رضائے دوست شوقِ نعیم در دل و خوف سعیر نیست

پندم بترک شاہد و ساغر چہ میدہی ناصح برو کہ یک سخنت دلپذیر نیست

نبود سرے کہ نیست ہوائے رخت درو نبود دلے کہ در خم زلفت اسیر نیست

باقرؔ ترا ز کثرت عصیاں چرا است غم
آخر خطائے تو ز عطایش کثیر نیست

۱۵

خوں شد جگر ز حسرت و جاناں بجانساخت | زیں درد جاں سپردم و درماں بجانساخت
بوده است آشیانهٔ ما گلشن قدم | کسب[1] ہوائے عالم امکاں بجانساخت
آمد نسیم طرهٔ مشکیں علاج ما | عنبر فشانیِ گل و ریحاں بجانساخت
بوده است بزم مے چه قدر بے تو بے نمک | دورِ قدح چو گردش دوراں بجانساخت

تدبیر کار بے سر و ساما نیم فزود
باقرؔ تہیۂ سر و ساماں بجانساخت

۱۶

دل چو آئینه محو طلعت اوست | سرخوش از بادهٔ محبت اوست
گر عقوبت کند سزا دارم | ور ببخشد گناه رحمت اوست
حبذا جلوهٔ رخِ خویش | یک نظر ہر که دید قسمت اوست
در ہمه کائنات و ہر موجود | جلوه فرما جمال صورت اوست
ہر که دانست غیر حق موجود | رحم بر فہم بر فراست اوست
رو به آور بصانع بیچوں | بیں که چون و چگونه صنعت اوست
ز آفتاب قیامتش چه خطر | ہر که در سایۂ حمایت اوست

گر زند دم ز خواجگی چه عجب
باقرؔ از بندگاں دولت اوست

---

[1] کسب ہوا کنایه از نشستن در جاہائے سرد و سیر کردن در اماکنه بارده تا باد سرد از آن کسب کنند (بہار عجم)

۱۷

چه وحدت است که زشیخ و برهمن پیداست　　بخلوتیکه توئی لطف انجمن پیداست

خیال جلوهٔ روئے تو میبرد از خویش　　سفر همیشه مرا از تو در وطن پیداست

برنگ گل دلِ عشاق را کند صد چاک　　تبسمے که ازاں غنچهٔ دهن پیداست

گزشت عمر که خو کرده ام بنا کامی　　برنج غربتم آرامش وطن پیداست

چه خجلتے که برد نافهٔ خطا وختن　　ز نکهتے که ازاں زلف پرشکن پیداست

بهر کجا که دهی جلوه خوش گلستانیست　　بهر زمیں که خراماں شوی چمن پیداست

به بے ستوں تو اگر گوش دل نهی شنوی　　صدائے ناله و فریاد کوهکن پیداست

شریک مجلس جمعیتیم و روئے دل با اوست　　چه خلوتے است که ما را در انجمن پیداست

حدیث عشق چه آرم بلب که خونخوار است　　تلاطمے که ازیں بحر موجزن پیداست

بشعر عرفی و طالب نیافتم باقر
فصاحتے که به انداز ایں سخن پیداست

۱۸

دلِ من است که کارش بجز طپیدن نیست　　نصیب من بفراقِ تو آرمیدن نیست

بگاهِ گفتن حالِ دلِ حزیں فرمود　　مگو مگو که مرا طاقتِ شنیدن نیست

همیں به پستی هجرِ تو ساختم ناچار　　که تا پیام وصالت مرا رسیدن نیست

تو خود بگو که ازیں دیده ام چه سود اگر　　نصیب دیده جمالِ رخِ تو دیدن نیست

بحیرتم چه تواند نمود دست جنوں　　کنوں که پیرهنم قابلِ دریدن نیست

براهِ عشق ز رنج و تعب منال ای دل　　که کارِ عشق بجز بارِ غم کشیدن نیست

چه سود ازانکه اگر تبت است وگر تاتار　　نسیم زلف تو آنجاکه در وزیدن نیست

چگونه نخل مرادت بگو ثمر ریزد　　تراکه لخت دل از دیده ترچکیدن نیست

تو قیمت دل شیدائے من عبث پرسی　　چو مدعا　　دل خریدن نیست

توئی نتیجهٔ احباب دو ثمرهٔ موجود　　که جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

همیں که می شنود لطف او بود باقر

وگرنه قصهٔ تو لایق شنیدن نیست

۱۹

خاکِ در تو سرمهٔ نور نظر بس است　　جانان غبار راه تو ام تاج سر بس است

بر خاک آستان تو بودن حضر بس است　　رفتن بسوئے کعبه کوبیت سفر بس است

بسیار مشکل است سلوکِ طریق عشق　　سالک بهوش رو که درین ره خطر بس است

لیل و نهار عالم امکان ندیده ام　　زلف و رخِ تو عالم شام و سحر بس است

ای طالب رضا چو قناعت نه دولتیست　　دستِ تهی ز بهر تو گنج و گهر بس است

رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی　　مژگان یار بهر رگم نیشتر بس است

در نزع ساعتی سر بالین من بیا　　از بهر زنده ماندن من این قدر بس است

باقر نه حد تست تماشائے او مدام

گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

۲۰

ساقی محفل رندان چو بکف جام گرفت　　مستی از نرگس مست تو مگر دام گرفت

جان بحسرت بسپرد و نتوانست یکے　　بوسهٔ از لب لعلت دل ناکام گرفت

من بقربان تو ای بخت که در سیر چمن — ناگهان دست من آن سرو گل اندام گرفت

بدیار تو پس از عمر رسیدم صد شکر — که تمنای دلم صورت انجام گرفت

بهر سیر چمن خلد بمنت نرود — هر که در سایهٔ دیوار تو آرام گرفت

دل بیتاب که میداشت طپیدن شب و روز — در ته خاک کنون راحت و آرام گرفت

مستی رو ندهد هیچ بجز داغ دلش — هر که در دست ز خود لاله صفت جام گرفت

تا بکف دامن تسلیم گرفتم باقر

دل ناشاد ز ناکامی خود کام گرفت

۲۱

ای جان و دلم سوخته آزار محبت — جانان چه کنم پیش تو اظهار محبت

آغوش من و شاهد صد گونه تمنا — بالین من و سایهٔ دیوار محبت

ای عیسی جان بخش چه پرسی ز مرامم — عمریست که جانم شده بیمار محبت

ای جلوه حسنت بفزون باد که گرم است — از گرمی رخسار تو بازار محبت

رخسار گل و جلوهٔ گلشن نکند خوش — آنرا که شکسته است بدل خار محبت

با خاک برابر نشود چون دل بیتاب — اینست اگر شوخی رفتار محبت

ما از کف خود سبحهٔ صد دانه نهادیم — تا زیب گلویم شده زنار محبت

ای باقر دلخسته چنین حال تو چونست

شاید که دلت گشته گرفتار محبت

۲۲

آن دل کجا که از غم عشقت فگار نیست — کو گلرخی که بر گل رویت نثار نیست

در بزمِ مے ز شربت خود ای خضر ملاف / آبِ حیات بادہ نمط خوشگوار نیست

با آنکه خوں بے گنهاں ریخت این قدر / آن سنگدل ز کردۂ خود شرمسار نیست

تاراج دل نمود ز جولان اسپ چوب / در دهر شهسوار چو آن نے سوار نیست

یار از سیرِ باغ چه تکلیف میدهی / نزهت فزا چو روی تو باغ و بهار نیست

بس جانگزا است دغدغۂ روزِ حشر لیک / سوهانِ روح همچو شبِ انتظار نیست

با جرمِ بے شمار و امیدِ لطفِ تو / اندیشه ام ز پرسشِ روزِ شمار نیست

دانم که از گرانی دلها شده است خم / بے وجه طرّۂ تو چنین تابدار نیست

خواهی علوّ ے رتبه ز پندار درگذر / نخوت با وجِ مرتبۂ انکسار نیست

باقر بنامرادی خود خاطرم خوش است / از چرخ شکوه ام / از روزگار نیست

۲۳

ماه من نه جبقه جبقه ابروی خمدار داشت / از برائے قتلِ عاشق تیغ جوهردار داشت

برهمن زنار تار رشته دارد در گلو / کافر عشقت ز تار زلف تو زنار داشت

هیچگه مسکین دلم ننمود عرضِ مدعا / غنچه سان خاموش پیش او لبِ اظهار داشت

شیخ شهر آمد بروں با امتزاج کفر و دیں / در بغل میداشت مصحف در گلو زنار داشت

کرده است از یک نگه دیوانه صد فرزانه را / طرفه سحرے ماه من در نرگسِ بیمار داشت

دور از بزمِ وصالت عاشقِ رنجور تو / چشمِ تر جانِ حزین و سینۂ افگار داشت

---

[۲] جبقه جبقه کردن ابرو ـ چیزے از برنج میسازند با سودۂ طلق آمیخته زنان ولایت بر پیشانی و ابرو چسپانند مثل مقیش ریزه که مرسوم بعض زنان هند است برائے آرایش و خوش آیندگی ـ مرزا جلال اسیر ـ کردۂ جبقه جبقه ابرو را ✽ دادۂ عرض جوهر مو را ـ (بهار عجم)

باقر مسکین بکوئے رشک فردوس تو شب
نالهٔ آتش فشانے گریه هائے زار داشت

۲۴
یک بوسه بده بهایش جان است | گر سود من است وگر زیان است
بے روئے خوش تو ام شب و روز | یا نالهٔ زار یا فغان است
آمد بخرام یا صنوبر | یا سرو روان من حیان است
جز وصل تو نیست مقصد من | دانائے رموز راز دان است
در شوق وصال و آرزویت | بنگر که دلم چسان طپان است
از کرسی و عرش تا بیامت | فرقے چو زمین و آسمان است
شمشیر بکف بیا بسویم | مقصود دلت گر امتحان است
در چرخ مدام شهاب ثاقب | آه دل ما شرر فشان است
از سینه ریش خود خدنگت | بیرون نکشم که میهمان است
از دست منش بهر چه خواهی | مسکین دل من ترا ازان است
طوطی نه شود گهے نوا سنج | جائیکه لبت شکر فشان است

از لطف قدیم خود به بخشائے
باقر ز غلام آستان است

۲۵
از سینه ز لاغری عیان است | رازیکه مرا بدل نهان است
اے دل ز جفائے او چه نالی | کین ناز برائے امتحان است

۱ از خانه مراں کہ بر جبینم — از بندگیِ درت نشان است

مردن بدرت ز زندگی خوشش — کیں مرگ حیات جاودان است

ہر کس کہ شنید شعر من گفت — ایں کس چہ فصیح و خوش بیان است

در ہجر خودت شنو فغانم — خوشتر ز نوائے بلبلان است

سیمیں بدنا بیا بفرما — نامِ تو چہ و کجا مکان است

اے فخر رسل باو نگاہے

باقر ز کمینہ امتان است

۲۶ در ہجر دوست ای دل شیدا چہا گذشت — دور از جمال آں رخ زیبا چہا گذشت

تو شب بعیش صحبت یاراں گذاردی — دانی کجا کہ بر من شیدا چہا گذشت

جانا چہ گومیت کہ نہ پرسیدیم بناز — ہاں بر دلت بگوے کہ بے ما چہا گذشت

دود از نہاد خلق بر آمد بیک خرام — آں مہ بہر طرف کہ بناز و ادا گذشت

از تاب و پیچ طرۂ خوباں رہا شدم — منت خدائے را کہ بخیر ایں بلا گذشت

راضی شدم بمرگ و طبیبم جواب داد — جانِ من از علاج و دلم از دوا گذشت

یک بوسہ زاں دہن بہ تنِ مردہ جاں دمید — گویا ز حلق جرعۂ آبِ بقا گذشت

تنگ آمدم ز شورشِ روباہ سیرتاں — فریاد من بحضرت شیرِ خدا گذشت

از باقر شکستہ دلِ خود بروں فگن

ایں دردِ بیکسی کہ ز حد یا خدا گذشت

زلاله زار فزون تر بهار داغ من است | شگفته تر ز گلِ نوبهار باغ من است | ۲۷
جحیم یک شرر از شعله زار داغ من است | بهشت سبزهٔ[۱] بیگانه ز باغ من است
زخاک پیرهن و کوئے یار مسکن من | همین نشان من است و همین سراغ من است
ز بهشتی نه شوی زاهدا گهے هشیار | اگر چشتی ز شرابیکه در ایاغ من است
نسیم گلشن و بوئے گلم نیاید خوش | ز بسکه نکهتِ زلفِ تو در دماغ من است
مباد سایهٔ داغِ تو از سرم خیزد | که در لیالیِ هجرِ تو این چراغ من است

بکنج خلوت یادش نشسته ام باقر
که از دو کون و مکان باعث فراغ من است

وصف تو برتر از بیان من است | تو نه آنی که در گمان من است | ۲۸
جور و ظلمت نتیجهٔ دارد | این همه بهر امتحان من است
یکدو ساعت کشیدنت در بر | گوئیا عمر جاودان من است
تیغ سر کرده گویدم بکشم | حبذا ناز دل ستان من است
نتوانم ز جا که بر خیزم | این چنین طاقت و توان من است
همنوایم به بلبلِ شیراز | طوطی هند همزبان من است
از جفا ها هر انچه خواهی کن | گر ترا سود در زیان من است
نفسے گوش کن فسانهٔ من | که عجب طرفه داستان من است

---

[۱] سبزهٔ بیگانه یعنی سبزهٔ بے موقع که قابل پیراستن و برکندن باشد میرزا صائب ؎
تلاش صحبت آئینه روئے میکند شوقم | که جوهر را نگاهش سبزهٔ بیگانه میداند (بهار عجم)

طائر قدسی ام فلک پرواز　　بر سر سدره آشیان من است

حق سلامت بدارد احسن[۱] را　　زور بازوئے ناتوان من است

جبہ سائی درگہش باقر

باعث فر و عز و شان من است

۲۹

ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست　　اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست

اگر بمیکده رفتم ترا چه اے زاہد　　مرا بر نگ تو دعوائے پارسائی نیست

تو دست کش ز علاجم که ای طبیب مرا　　امید به شدن از حالت گدائی نیست

به تیغ قہر سرش میکند فلک به دو نیم　　ہر آں کسے بدرت گرم جبہ سائی نیست

کنم چه شکوه ز کوتاه دستی خود حیف　　که تا بزلف رسایت مرا رسائی نیست

گرفتم اینکه توئی فارغ از غم ہجراں　　بیا بیا که مرا طاقت جدائی نیست

ره خلوص نه رفتی چه دم زنی از زہد　　قبول درگه حق سجده ریائی نیست

بود به نطق طبیعی فصاحت سخنم　　دگر نه طبع مرا ذوق خودنمائی نیست

برفتمش چو سحرگه بخنده گفت آں شوخ　　تو کیستی که مرا با تو آشنائی نیست

اگر تو دل شکستی شکسته خود را　　چنانکه بهر شکست تو مومیائی نیست

اگر نه گشت رضامند زیں قدر چه کنم　　که غیر دین و دلم بهر رونمائی نیست

تو با سریر سلیماں چه میکنی باقر

بکوئے یار اگر منصب گدائی نیست

---

[۱] مراد از مولوی سید احسن التوحید صاحب مرحوم اند که به رشتهٔ قریب برادر خورد حضرت شاعر بودند۔

زبران پرند آور آبگون — درفش بنفش شب آمد نگون

بتابید بر بوم و بر آفتاب — ز تابش بر و بوم ها فر و آب

خجسته فروز خجسته بهر — ز گردون گردنده تابید مهر

چو فرخنده فرز فیروز بود — خجسته تر از روز نوروز بود

چه روزی زداینده درد و غم — فزاینده عیش و عشرت بهم

خجسته فروز خجسته بجد — بهم مؤتلف یکجهت چار ضد

بفرخندگی فر خجسته رسول — خرامید خرم بکاخ بتول

رسول مکرم نبی و کریم — کز انفاس او زنده عظم رمیم

خرامید خرم بحجره گاه دخت — که دختش ببازو دل دست بخت

چو خورشید رخشان ببیت الشرف — خرامید و زو پر طرف هر طرف

درخشید رخشنده نور ظهور — بخورشید جوشنده دریای نور

بکاخی که دربانش جبریل بود — دمنده بپاسش سرافیل بود

ز شهپر روبنده میکال خاک — سرافیل بسر دوروحی فداک

غبار رهش را بچشم امید — ملایک چو کحل الجواهر کشید

۳۰

منم که سجده گهم سنگ آستانهٔ تست | بگرد کعبه بگشتن طواف خانهٔ تست

بطرف این جگر خسته و دل محزون | بزن خدنگ نگاهت که خوش نشانهٔ تست

ادا و ناز سپاهان لشکر اند ترا | متاع مملکت دلبری خزانهٔ تست

بخلوت دل شبها چنین منال ای دل | که جان گداز عجب آه عاشقانهٔ تست

نبود پیش تو هر چند بوده اند حسین | رواج جور و ستم انچه در زمانهٔ تست

اگر به بخشیم از حضرت تو لطف و عطاست | وگر عذاب کنی عدل خسروانهٔ تست

بترک می نکنم گوش زاهدا سخنت | اگرچه بهر من این پند مشفقانهٔ تست

چه مشتهر شده باقر فسانهٔ عشقت
که هر کجا بزبانها همین فسانهٔ تست

۳۱

غیرت بیت الحزن کنج غم آباد منست | آنکه شادی را نشاید طبع ناشاد منست

آنکه پیش کس نه بگشاید کف راد منست | وانکه قیدی بر نتابد طبع آزاد منست

در دماغ من رسد از نالها بوی اثر | غالباً امشب دلا گوشش بفریاد منست

نی همین انسان بود محو جمال روی او | دلفریب قدسیان شوخ پریزاد منست

منکه عاشق مشربم با سرو و شمشادم چه کار | قامت رعنای خوبان سرو و شمشاد منست

جز لب لعل شکر ریزش نه بخشد صحتم | عیسی مریم اگر باشد که جلاد منست

دام زلف عنبرین و دانه خال کنج لب | در پی صید دلم آن ترک صیاد منست

همچو غالب در جهان یک نکته سنجی برنخاست

من فدائے لطف او باقرؔ کہ استاد منست

۳۳
بزم است وجمع میکشان آں مونس ہمدم کجاست　نقل وشراب است وسبو آں ساقی بزمم کجاست
چوں اشک چشم گوہرت کے آبدار است ای صدف　ای ابر نیسان خوشنت چوں دیدۂ پرنم کجاست
ای ماہ گر با عارضش لافِ صفائی میزنی　آں ابروئے پر جنبش وآں کاکلِ پرخم کجاست
لطفے بمن میداشتی با غیر اکنوں ساختی　آں جستجویم کو ترا آں پرسشِ حالم کجاست
دور از جمالِ روئے تو گشت ایں غمِ تنہائیم　آں مہربانِ من چہ شد آں مونسِ جانم کجاست
در رفتنِ راہت مرا فرسودہ شد پائے طلب　پروا کنم تا سوئے تو ہم آں پر و بالم کجاست

از ہجومِ رنجہا باقرؔ چہ مینالی عبث
خاطر خالی ز اندوہ و دلِ بیغم کجاست

۳۴
آمد ز ناز و صد ستم ایجاد کرد و رفت　از غمزہ کارِ خنجرِ جلاد کرد و رفت
با شکوہ و عتاب سخن کردہ و نجاست　صد گونہ جور بر دلِ ناشاد کرد و رفت
آمد ز بہرِ سیرِ چمن با خرامِ ناز　شمشاد را ز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانہ شد سوار و در آمد بہ ترکتاز　ویران ہزار خانۂ آباد کرد و رفت
آں شہسوار بیں ز وجودم براہ او　مشتے غبار بود کہ برباد کرد و رفت
نازم بہ بخت خود کہ شب آں مہ بخانہ ام　یک جلوہ کرد و خاطرِ من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشنیدی و مُدّتے
باقرؔ بر آستان تو فریاد کرد و رفت

۳۴

حسرت بوسهٔ لعل لب جانانم سوخت | شدت تشنگی چشمهٔ حیوانم سوخت

در شب وصل به آغوش خود از شدت شوق | تنگ بگرفت چنانم که گریبانم سوخت

رفتم از جان به تمنائے وصالت گاہے | نرسیدی بسر آخر غم هجرانم سوخت

بے خطر ساختہ از دغدغهٔ روز جزا | آتشین آه دلم دفتر عصیانم سوخت

آتشین همچو شرر میچکدم قطرهٔ اشک | در فراق رخ تو دیدهٔ گریانم سوخت

تا تجلی گه حسنش برسیدم لیکن | تاب دیدار کجا جلوهٔ او جانم سوخت

بر در دولت آن شاه چو رفتم باقر
شوکت خسروی و دبدبهٔ شانم سوخت

۳۵

بهشتے در نظر باشد ز شکل روئے زیبایت | گلستان شد مشامم از نکهت زلف سمن سایت

درون قالب جان داده جان رفته باز آید | حدیثے گر کنم گوشے از آن لعل مسیحایت

گزارم گر شود دیگر به خلوت خانهٔ نازت | سرت گردم بپا افتم چو آن زلف چلیپایت

بصحرائے جنون آخر بحسرت مردی ای مجنون | نیامد در مشامم تو نسیم زلف لیلایت

بکامم شیرهٔ ریز از دهان شکرین خود | بقربانت بنه بر لب لب لعل چو حلوایت

چه سازم گلشن جنت چه سازم سایهٔ طوبی | که جایم بود در ظل همایون سرو بالایت

بود هر عضو عضو من ز عکس جلوه اش روشن | دل من منزلت باشد و دیده ام جایت

بسویت سجده میریزد زروئے صدق با اصدق
نظر فرما بسوئے باقر مسکین شیدایت

۳۶

مستیِ نرگس فتّان تو بی چیزی نیست | شکن کاکل پیچان تو بی چیزی نیست
خلشِ خار بود دامنِ گل را لازم | یوسفا سیلی اخوان تو بی چیزی نیست
در درونِ لب لعلِ مسی مالیدهٔ تو | لمعهٔ گوهر دندان تو بی چیزی نیست
مانعِ غرق شود تا بدرونش دل را | خال بر چاه زنخدان تو بی چیزی نیست
دهنت تنگ شکرکان ملاحت لب تو | با شکر شور نمکدان تو بی چیزی نیست

باقر از آتش عشق است ترا سینه کباب
دود آهِ دل بریان تو بی چیزی نیست

۳۷

دلم بقتل ز دستِ تو آرزومند است | به تیغ عشوه و تیرِ نگاه سوگند است
بقتل عاشق مسکین چسان کمر بستن | کمر چو نیست ترا از کجا کمربند است
ز عمر خضر دراز است گرچه زلف دراز | درازی شبِ هجران ز زلف ده چند است
مرا که منزل جانان ندیده ام چه خبر | که هان کجا است بخارا کجا سمرقند است
دلم بوادی عشقش کشید خانه خراب | به دام درد بلا کرده حیف در بند است
ز زهر گریهٔ خود جان برم که تریاقش | ز لعل نوش چو گلبرگ او شکرخند است
بهائی من چه بود بوسهٔ لبِ لعلت | چه گوئیم که بغیر ما بهائی تو چند است
ز غفلت است که ناخوانده گردیش در جیب | به بین که نامهٔ شوقم هنوز سربند است
مرا که طینت اضداد شد یکی گفتن | توان که خاطر من پر غم است و خرسند است
همیشه لازم و ملزوم بوده است به دهر | ز عاشقان همه رندی و ناصحان پند است

درین چمن شجرِ عشق من بحمد الله | بآب جاری چشم ترم برومند است

دوائے دل نتواند شدن چرا باقر

که عارض و لبِ لعلش عجب گل و قند است

۳۸

با زلف مسلسل چو سحر دید بنامت | این مرغ دلِ زار در افتاد بدامت

در پرده تو ئی در طلب مقصد و کامت | ای سفله بود دم زدن از عشق حرامت

با قامت رعنا چو شدی جلوه گر بام | شد شهر پر آشوب ترا از صحن قیامت

در لهو و لعب عمر بسر ساختم اکنون | از کرده شدم منفعل ای وائے ندامت

در دور دو چشم سیه مست تو زاهد | بنموده فراموش همه زهد و کرامت

تار سر گیسوئے تو کرده است چو مویم | بنمود هلال آه مرا ماه تمامت

ما فارغم از مشک که شد مست دماغم | از نکهت زلف سیه مشک شمامت

بے صرفه بود وعده فردات که باشد | فردائے تو همدوش بفردائے قیامت

واعظ دل من شیشه و پند تو بود سنگ | مشکن تو عبث شیشه ام از سنگ ملامت

تو جان جهانی بجهان زنده بباشی | رهوار فلک رام تو ایام به کامت

بس تشنه جگر آمده ام پیش تو ساقی | یک جرعه چشم کاشکے از دردی جامت

باقر ز سر عشق بتان باز نه آئی

تا چند کنم پند ترا چند ملامت

۳۹

آنکه عرعر بنده اش شد سرو آزادِ من است | خانها کرد آنکه ویران خانه آبادِ من است

من سرِ تسلیم خم استاده با عجز و نیاز — پر غضب تیغ دو دم در دست جلادِ من است

آنکه سوزد عالمے را آه گرمِ من بود — وآنکه محزوں کرد خلقے طبع ناشادِ من است

آنکه قصرِ چرخ بشگافد که باشد ناله ام — عرش را در جنبش آرد آنکه فریادِ من است

بر وجود عارضی ما را چه جائے ناز چوں — با عدم ملصق وجودِ سست بنیادِ من است

همچو مجنوں جاده پیمائے دیارِ وحشتم — دشت و صحرا شهرِ من ویرانه آبادِ من است

زندگی شد یا خدا بر من بلائے جانِ من — از هجومِ فتنها پیشِ تو فریادِ من است

رحمتے فرما بحالم جدّنا یا دستگیر
سرفرازم کن بگو باقر ز اولادِ من است

۴۰

اے دل شدهٔ خسته و بیمارِ محبت — پیدا است ز سیمائے تو آزارِ محبت

نازد به اولوالعزمی او خواجگیِ دهر — آنکس که شود بندهٔ سرکارِ محبت

از بندگیِ غیر رها گشته تو ای دل — چند آنکه شود باش گرفتارِ محبت

از زندگیِ بے مزهٔ عشق چه حاصل — منصور صفت شو به سرِ دارِ محبت

از دردِ دلِ زار محال است نالد — آنکس که خلد در دلِ او خارِ محبت

مرغِ دلِ وحشت زده ناگاه در افتاد — در دامِ خمِ طرهٔ طرّارِ محبت

خوش وقت تماشائی هنگامهٔ یوسف — میرم به تماشائی بازارِ محبت

در کون و مکاں واقفِ هر رازِ نهاں شد — آں دل که شود محرمِ اسرارِ محبت

برخیز مسیح از برم این دردِ سرت چیست — هرگز نه شود به ز تو بیمارِ محبت

برداشتن بار عبادت بود آسان
آن کیست چو باقر که کشد بار محبت

۱۴

گل رخسار تو یا نو بهار است — سیه زلف تو یا مشک تتار است
بیا جانان نسیم آسا بسویم — براهت جان و دل هر دو نثار است
درین دریا بکن غلطے سرانجام — دو چشم من چه بحر موج دار است
خیال قامتت در دیدهٔ تر — خوشا سروے میان جویبار است
بگرد عارضت خط سیه فام — حلب بیں در حصار زنگبار است
تو در بزم که مے خوردی بفرما — که چشم تو چنیں مست خمار است
کسے کو برد نقد عقل و هوشم — بتے سیمیں تنے گلگوں عذار است
که میگوید که رنگیں از حنا شد — نگارا پایت از خونم نگار است
بیا اے بیوفا بهر وداعش — مریض عشق بر آهو سوار است
بیا تا کے بود گرم طپیدن — به هجر تو دلم بس بیقرار است
چرا بر خود نه پیچم همچو زلفت — به رخسار تو زلف تابدار است
درین صحرا بسے سرهاست غلطان — مگر جولانگه آن شهسوار است
بود شیریں برنگ جان شیریں — چه زهر عشق جانان خوشگوار است
بود افزون فروغ او که داغش — چراغ خلعت شبهائے تار است
برو زاهد ز بزم مے پرستان — ترا با صحبت رندان چه کار است

نمی پرسد ز تمکیں عاشقاں را | مہِ من شوخ و شنگ و میگسار است
خدنگ سینہ دوزے با نگاہت | دو ابروئے کجت یا ذوالفقار است
جہد بر پائے خود و لہا کند خوں | مرا معشوق طفلِ نے سوار است
رخِ رنگیں تو یا گلشنِ سبز | دلِ پر داغ من یا لالہ زار است

تو پوشی راز عشق از من چہ باقرؔ
ز رویت دردِ پنہاں آشکار است

۴۲

سرم وقفِ سجودِ آستانت | کرم فرما منم از بندگانت
تو شاہد بازِ پنہاں بودی ای شیخ | شد آخر برملا رازِ نہانت
تو بودی طالبِ حق زاہدا چوں | کنوں شد میل با حسنِ بتانت
نکردے خندہ گر آں غنچہ لب | ندانستے کسے رازِ نہانت
بگاہِ عرضِ حالِ من بفرمود | خمش من نشنوم شرح و بیانت
تو تنہا میروی در کویش اے دل | نہ خوف عسس و نے پاسبانت
مکانت عاقبت زیر زمین است | اگر خود لامکاں باشد مکانت
نہاں تا چند اے عنقائے مغرب | کجا جویم کجا یابم نشانت
زمین و آسماں را پشت بشکست | کشیدم من مگر بارِ امانت
نمی آید بگوشش دلبر اے دل | رسد گر تا فلک شور و فغانت

تو باقرؔ پیل تن بودی جوانے

کجا شد طاقت و تاب و توانت

۴۳

بخواب ناز که آں شوخ مه لقا خفتست — بچشم بینش حق جلوهٔ خدا خفتست

دهد نه رخصت یک بوسه ام شب وصلت — بناز در بزم آں ماه از حیا خفتست

نسیم او که رساند بسوئے من که صبا — گزر نیافت بباغیکه آشنا خفتست

شب فراق به بیداریم گزشت و هنوز — بخواب ناز در آغوش دلربا خفتست

نه همچو شمع به بیداری سحر خیزد — مریض عشق که شب مایل دوا خفتست

به حال زار و زبونے شیم تواں دیدن — که چشم من همه بیدار و بخت ما خفتست

رسم چگونه سلامت بساحل مقصود — که کشتی آمده در موج و ناخدا خفتست

من و ستیزهٔ شبهائے تار و ناکامی — خوشا کسیکه هم آغوش مدعا خفتست

زروئے خاک به بردارش و بده دستے — کسے بسایهٔ تو همچو نقش پا خفتست

گہے بکوئے تو آسودم و بخاک درت — ندیدیم که گدائے درت کجا خفتست

چه لاف میزنی از نکته دانیت باقر

بسے بخاک به از تو سخن سرا خفتست

۴۴

الم بگذشت و غم بگذشت و صد رنج و بلا بگذشت — چه دانی تو که در هجرت بجان من چها بگذشت

پے تعظیم سرو استاد و نرگس محو دیدن شد — چو در گلشن پے سیر آں بت گلگوں قبا بگذشت

مگر تو خود بفرمائی علاج درد او ورنه — مریض علت عشق تو از دار الشفا بگذشت

سحرگاهاں نمیدانم که بود آں نازنیں شوخے — گزیں ره بارخ زیبا و با ناز و ادا بگذشت

نه تنها در دماغ عاشقانت عطر بیز آمد　　که بوئے عنبرین زلفِ تو از چین و ختا بگذشت

زغیبش میشود روزی چه دو تنهائی روز افزون　　به قسمت هر که قانع گشت و از حرص و هوا بگذشت

ندیدم هیچگه روئے اجابت وائے ناکامی　　زهفتم آسمان شبها مرا تیر دعا بگذشت

به آغوشم کشید از مهر و بخشیدم گنه صد شکر　　بتِ نازک مزاجِ من ز لطف از ما مضا بگذشت

نه آمد ماه من یک شب گهے در خواب هم باقر
بیادِ جلوه اش عمرے مرا صبح و مسا بگذشت

۴۵
صبح دیدم مه من سوئے گلستاں میرفت　　با گروهِ رقیبا خرم و شاداں میرفت

ایں طرف آں طرفش مطرب قانون در دست　　پیش وے لولی چوں زهره غزلخواں میرفت

از کف حور وشِ جاریه قلیاں بر لب　　بر سرِ هر روش از ناز خراماں میرفت

از رخِ سوسن و گل روئے تماشا یکسو　　وز سوِ سرو و سمن بر زده داماں میرفت

دیدمش دوش بر هوار فلک سیر سوار　　بر هوا در نظرم تخت سلیماں میرفت

می زدی در شب معراج به افلاک قدم　　بر رخت روح امیں مروحه جنباں میرفت

گرچه بے جرم مرا کشت و بناکم انداخت　　ظالم از کرده خود لیک پشیماں میرفت

شد به عشقِ تو زبس ساده دل از جامه برون　　زاهدِ صومعه در کوئے تو عریاں میرفت

درد مندیست که در پهلوئے صحت نه نشست　　ایں دل خسته که بس در پس ساماں میرفت

از درِ دولت تو باقر بے چاره سحر
با دلِ غمزده پُر حسرت و حرماں میرفت

خرامنده عذرا بر وامقش | شتابنده معشوق سوی عاشقش
شگفته گل آمد بر بلبلش | که بلبل سراید سخن بر گلش
روان قمر زد ابر نغمه با زبان رب | با یوان زهرا بوجد و طرب
روان دو کیهان بره خاک شد | روان بر روان شاه لولاک شد
همانا که پوید بعرش برین | بفرّ فراوان بروی زمین
که تا سرّ پنهان رحمان بعرش | شود آشکارا بکاخ فرش
درآمد فری فرّ ایزد رسول | در ایوان زهرای زهرا بتول
ز در فرّ ایزد درآمد فراز | فراز و نشیب آمد اندر طراز
چو پای مبارک در ایوان بهشت | شد ایوانش آذرم خرم بهشت
همانا که ایوان بهشتی نمود | باذر مه اردی بهشتی نمود
نشستگه عرش فرخنده فرش | چه فرشی که فرّش فراز عرش
زمین آسمانی همه مهر و مه | چه پای مبارک بر او سوده شه
شد ایوان زهرا چو گردون سپهر | ز تابنده ماه و درخشنده مهر
سپهری پر از اختر روشنا | و یا نوبهار گل و گلشنا

۴۶

شاہدِ شوق رخت حجلہ نشینِ دلِ ماست — نوعروسِ غمِ عشقِ تو مکینِ دلِ ماست

طوفِ کوئے تو بجان شد شرفِ ہر دو جہاں — سجدۂ خاکِ درت زیبِ جبینِ دلِ ماست

گرچہ بے باکی و رندی بجہان شد علمم — رازِ عشقِ تو ہماں پردہ نشینِ دلِ ماست

شد ز تقدیر و فالش خطِ پیشانیِ من — نامش از کلکِ قضا نقشِ نگینِ دلِ ماست

گرچہ تسبیح و مصلاش نیرزد بجوئے — زاہدِ شہر مگر قبلۂ دینِ دلِ ماست

زاہد از ملت و دینم چہ کنی ہرزہ سوال — عشقِ سیمیں بدناں ملت و دینِ دلِ ماست

نیست ممکن شوم از کلفتِ دیرینہ رہا — مایۂ رنج و غم و غصہ عجینِ دلِ ماست

آب و تابِ چمنِ حسنِ تو شد ذکر لبم — یادِ رنگِ گلِ روئے تو قرینِ دلِ ماست

باقر از فتنۂ آں چشم چہ آید بر جاں
زانکہ صیادِ نگاہش بہ کمینِ دلِ ماست

۴۷

رسد کے دست کوتاہم بہ اوجِ طرفِ دامانت — مقامت بس بود عالی بود رشکِ فلک شانت

سیہ تر از شبِ دیجور باشد زلفِ پیچانت — فروزاں تر ز چاکِ صبحدم چاکِ گریبانت

قدت سرو و رخت گل - کاکلت سنبل — بہارِ خلد باشد جلوۂ رنگیں گلستانت

رواں میساختم با نامۂ شوقِ خودم اورا — رسائی داشتے پیکِ صبا گر تا بہ ایوانت

توئی مجموعۂ خوبی بود سروِ قدت رعنا — زہے آں نار پستانت خوشا سیبِ زنخدانت

بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من — چہ شد قول و قسم ای بت کجا شد عہد و پیمانت

نہ چوں عزلت نشینِ گوشۂ بیت الحزن باشم — مرا شد یوسفِ دل غرق در چاہِ زنخدانت

تو در فنِ سخن باقر عدیم المثل و یکتائی
بود بجمع دعاگویت بود خلقے ثناخوانت

۴۸
شعلۂ آہ من از چرخ بروں افتادہ است | آہِ دردِ دلم از تاب فزوں افتادہ است
از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا | مائلِ صورت بیچوں و چگوں افتادہ است
لالہ گوں روئے تو نازم کہ زجوشِ غم او | در دلِ زارِ من خستہ چہ خوں افتادہ است
با غم و غصۂ دل گر نہ بسازم چہ کنم | کار من با فلکِ سفلۂ دوں افتادہ است
مائلِ پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد | کار با پاکی احوال دروں افتادہ است
غیر چشمِ سیہت نیست یکے سحر و فسوں | در جہاں گرچہ بسے سحر و فسوں افتادہ است

بے تو باقر بہ سرِ خاک فتادہ است بخوں
بیں کہ بیچارہ چہ در حالِ زبوں افتادہ است

۴۹
صورتِ صافی او رنگ گلستان گرفت | لعل لبِ نازکش ملک بدخشاں گرفت
لشکر ناز و اداش ملک دل و جان گرفت | مایۂ ہوش و خرد نرگس فتاں گرفت
شعلۂ آہم ببیں خرمن جانہا بسوخت | قطرۂ اشکم ببیں صورت طوفاں گرفت
شہرۂ حسنِ رخت شد ز سمک تا سماک | طنطنۂ عشق من عالم امکاں گرفت
حلقہ بگوشت زجاں جملہ حسینانِ دہر | دامن حسنِ رخت یوسف کنعاں گرفت
گر ز کفم در ربود ملک دلِ من چہ شد | یار پری شیوہ ام ملک سلیماں گرفت
دستِ جنوں کردہ است دامن من چاک چاک | تا دل و جانِ مرا عشق گریباں گرفت

درد دلم به نشد گرچه بسے کرد فکر — عیسی مریم کنوں دست ز درمان گرفت

پاک شد از آب عفو دفتر عصیان من — بسکه کف ہمتم دامن پاکان گرفت

رنج و بلا لازم است ہر کہ نکو صورت است — حسن رخ یوسفی سیلی اخوان گرفت

جان منی غیب عیب بس شہادت بہ بر — ذات وراء الورا صورت انسان گرفت

دامن عقل از کفم رفت بروں باقرا

عشق بتاں تا مرا دست و گریباں گرفت

گفتم ستم ز دست تو بر ما چہا زرفت — گفتا ز ما زرفت ز دست زمانہ رفت ۵۰

از من چہ دیدہ کہ تو رنجیدہ ز من — جاناں بخدمت تو ز من یک خطا زرفت

از شدت الم دل من گرچہ پارہ شد — گاہے بر طبیب برائے دوا زرفت

بس آشنا کہ در رہ عشقت طپید و مرد — از جانب تو پرسش ہیچ آشنا زرفت

بالائے بام قصر تو چوں نالہ ام رسد — ہرگز بہ عیش خانہ نازت صبا زرفت

درد دلش نگفتم و نے خواستم دوا — پیش طبیب قصہ درد و دوا زرفت

در مجلسے نہ جلوہ کناں رفت آں نگار — از ہر طرف کہ غلغلہ مرحبا زرفت

یا خواجہ معیں گہ درد و مصیبتم — بر لب بغیر نام تو نام خدا زرفت

بہر وصال تو نہ شبے ہست کاندراں — دست دعا بلند بسوئے سما زرفت

داری ہمیشہ ور د زباں ذکر سیم و زر — یک لحظہ بر زبان تو ذکر خدا زرفت

قانع بماندہ است بنان جوین خشک

باقر برائے جیفهٔ دنیا ز جا نرفت

۵۱

دل می طپد جمال تو بینیم تمنی است — گل چینیم از حدیقهٔ حسنت تمنی است

عیسی تو گر علاج ندانی عبث مکوش — درد دلم ز عشق کسے در ترقی است

زاهد عبث بود همه وجد و تواجدت — این مجلس سماع تو بهر تلهّی است

بنشیں دو ساعتے ز کرمها به پهلوام — دستے بنه بسینه که دل را تسلی است

دانم که کار علتم از دست رفته است — عیسی مگر علاج تو بهر تشفی است

از نغمهٔ تو زهره در آید بوجد و رقص — جانان چه در گلوئے تو طرفه تغنی است

گر با رقیب تا به سحر مے نخورده است

باقر ازو بپرس چه وجه تمطّی است

۵۲

سرو چمن ز غصه گریبان دریده نیست — آن سرو خوشخرام بگلشن چمیده نیست

پیش رخ تو زرد شود رنگ روئے گل — یاقوت از لبت لب حسرت گزیده نیست

می بشنوی فسانهٔ فرهاد و قیس را — بشنو ز من که قصهٔ ما هم شنیده نیست

ای دل مثال زهر فراقش که میکشی — آخر نصیب شربت وصلت چشیده نیست

در عشق دیده ام که نبایست دیدنش — من بعد بنگرم که ز قسمت چه دیده نیست

نام خدا است رونق حسن تو بر کمال — شایان بوسه عارض و لعلت مکیده نیست

ضبط نفس نماند دریغا که راز دل — از دل چو مے ز ساغر پرمے چکیده نیست

غافل ز درد عشق ز بس بودهٔ کنون — ای دل بروئے خاک چو بسمل طپیده نیست

ای غیرت چمن بخراماں چو سرو ناز — در دامنِ نگه گل حسن تو چید نیست
پیک صبا ز کوچهٔ جاناں همی رسد — ای دل نوید وصل بگو شم رسید نیست
جاں داده ام به لاله عذاران سبز خط — بس لالها و سبزه ز قبرم دمید نیست

باقر مبند غنچه نمط دل درین چمن
چوں بوئے گل زِ گلشن دنیا رمید نیست

۵۳
حریم تست که بیمار را شفا اینجاست — علاج دردِ دلِ خسته و دوا اینجاست
بخلوتِ شب عاشق بچشم حیرت بیں — دل است پر ز غم هجر و دلربا اینجاست
به بزم باده کشان ساقی است و مطرب هم — بیا بیا و به بیں زاهدا چها اینجاست
تو نازکی چه نهی پائے در سراچهٔ عشق — مصیبت و همه دردِ غم و بلا اینجاست
به بوس روضهٔ اقدس بیاب گنج مراد — که انیست کعبهٔ مقصود و مدعا اینجاست
چه گونه پا نهم اے جان جاں بکوچهٔ تو — شهید نازِ تو غلطیده جابجا اینجاست
ز غیر چشم به بند و به بیں بخلوتِ دل — انیس و محرم راز است و آشنا اینجاست
هنوز از درِ من نه آمدست آں شوخ — بلند نغمهٔ سهلا و مرحبا اینجاست

تو محو عیش در آنجا و باقر مسکیں
بدوری تو بصد رنج مبتلا اینجاست

۵۴
بسے گذشت و بعشق تو صد بلا باقیست — چها گذشت ندانم کنوں چها باقیست
بیا بناز در آغوش و لب بنه بر لب — که بوسهٔ ز تو در وعده دلربا باقیست

ببوس تربت پاکان زصدق وهمت خواه — که زیر خاک برفتند وفیضها باقیست

نماند نرمهٔ سنجاب وفرش استبرق — هزار شکر که در خانه بوریا باقیست

بهای جلوهٔ تو گر نماند سیم وزرم — متاع دین و دل از بهر رونما باقیست

بزخم گرچه تو از لطف ریختی مرهم — هنوز در دل پر درد دردها باقیست

زگریه بر سر نعشم دیت بده قاتل — که کشتهٔ تو مرا بر تو خون بها باقیست

نگشتهٔ زعلاجم خجل تو ای عیسیٰ — هنوز پیش تو درد مرا دوا باقیست

بیا وازسخنی زنده کن مرا از نو — که جز رمق نه کنون در حیات ما باقیست

بزیر خاک بخفتی وزندهٔ باقر

که ذکر خیر کلام تو جا بجا باقیست

۵۵

شب که ذوق جوش مستی آن بت میخوار داشت — بزم عیش از مطرب و می بر لب جوبار داشت

صبحدم در خواب دیدم جلوهٔ حسن رخش — طرفه چشم خفتهٔ من طالع بیدار داشت

عشوهٔ او دلفریب وغمزه اش افسونگری — طرفه سحر بو العجب آن نرگس بیمار داشت

شیخ شهر من برآمد جامع اسلام وکفر — سبحه زیب دست بود و در گلو زنار داشت

مرغ دل در شوق رویت دوش در منقار خود — صد نوائی دلفریبی همچو موسیقار داشت

پاک از نقش دوئی هرگز نشد لوح دلش — شیخ ما در پیش رو آئینهٔ زنگار داشت

برهمن سوی کنشت و شیخ سوی خانقه — این دل دیوانه عزم خانهٔ خمار داشت

باقر دل خسته ات در انتظار مقدمت

چشم شوق آگین براهت مایل دیدار داشت

۵۶
چها بطابعِ برگشته خودم جنگ است | مراز تست تفاخر تراز من ننگ است
عداوتِ دل تو با دلم بود قطرے | که جوهر دل من شیشهٔ دولت سنگ است
بپوش پیرهنِ عشق و گرد عقل بگرد | که تو بعقل نگنجی که جامه اش تنگ است
به پیش تو چه مقابل شود مه کنعان | که او به پلهٔ حسنِ تو سنگ پاسنگ است
بغیر ضربت افغاں نمی شود ظاهر | شرار عشق تو در سینهٔ آتش سنگ است
شگفتگی ز کجا همچو گل که عاشق تو | همیشه غنچه نمط در غمِ تو دل تنگ است
تو زاهدی بغمِ عاقبت خوشا رندے | که فارغ از دو جهاں مست بادهٔ تنگ است
بیا و یکدو قدح نوش کن تو هم زاهد | به بیں که بادهٔ گلگوں چگونه خوش رنگ است
دریں زمیں تو کنی تا کجا گهر سنجی | خموش خامه و بس کن که قافیه تنگ است

بگو که حلقه به بیروں در زند مسکیں
اگر ز صحبت بیچاره باقرت ننگ است

۵۷
رویت بهار گلشن جنت نثار یافت | زلفِ تو بوئے نافهٔ مشکِ تتار یافت
ای وامنم که دور ز قربِ تو جاں دهم | خوش طالع کسیکه به بزمِ تو بار یافت
خیره دو دیده آنکه کشد سرمهٔ ز طور | روشن دو چشم آنکه ز کویت غبار یافت
رحمے بدوری دل پردرد من که او | دور از وصال تو نتواند قرار یافت

چندیں جفائے دهر براهِ رضائے دوست

خوش نعمتے است ہر کہ دریں رہ گزار یافت

۵۸ کو در جہاں حسیں کہ بحُسنت نثار نیست | از تیغ ابروئے تو چو من دلفگار نیست
بسمل نمط ز خنجر عشقت بخوں تپاں | سیماب دار از غمِ تو بے قرار نیست
آں دل کدام دل کہ بزلفت نشد اسیر | واں سر کدام سر کہ بپایت نثار نیست
ساقی بجائے بادہ بدہ بوسہ لبت | چوں لعل خوشگوار تو مے خوشگوار نیست
جانا بیا کہ در دل پُر آرزوئے من | بے جلوۂ جمال تو صبر و قرار نیست
در آرزوئے وصل تو بے صرفہ میکشم | زاں سر خوشم کہ در مئے عشقت خمار نیست
در خاک جور گرچہ نہاں میکند حبیب | پیدا درونِ خاطرِ عاشق غبار نیست
خواہد نظارۂ گل روئے تو طبع من | مشتاق جلوۂ گل و باغ بہار نیست
کردم بہ دل یقیں کہ بود اختیار من | لیکن بہ اختیار مرا اختیار نیست

یارب اگر چہ کوہ گناہ است بر سرش
نومید از تو باقر عصیاں شعار نیست

۵۹ سرو قدرا آں گلِ رعنا خراماں کرد و رفت | یک دو ساعت خانۂ ما را گلستاں کرد و رفت
دیدمش روزے خراماں بر سر بام خودش | روئے چوں گل در تہ دامانش پنہاں کرد و رفت
بودہ ام گریاں بہ ہجرش ناگہاں آمد بہ بر | ہمچو گل لعل و لبِ خوش رنگ خنداں کرد و رفت
دی بسوئے خانہ ام مستانہ آمد بے نقاب | روئے را پوشیدہ و زلفِ پریشاں کرد و رفت
بر سرم مشکلکشا دوشینہ آمد از کرم | مشکلِ ما را از لطفِ خویش آساں کرد و رفت

دوش در بزمِ حریفاں جلوہ گر شد ناگہاں — بزم را از چہرہ چوں آئینہ حیراں کرد و رفت

بلبلِ بے خان و ماں از کاوشِ فصلِ خزاں — در چمن صد نالہ و صد شور و افغاں کرد و رفت

از عدم آمد بہ ہستی باقرِ صورت پرست

در جہاں نظارہ روہائے حسیناں کرد و رفت

۶۰ زتابِ جلوہ اش بر من چہا رفت — ندانستم کہ ماہِ من کجا رفت

شبِ وصلش کشیدم چوں بہ آغوش — بجانِ او چہ از شرم و حیا رفت

زمین و آسماں ظلمت کدہ شد — زپیشِ چشم چوں آں مہ لقا رفت

زجوشِ شوق در کویش غبارم — چہا چابک تر از بادِ صبا رفت

مراں از درمرا اے من فدایت — اگر در خدمتت از من خطا رفت

چکاں از چشم زیں غم قطرہ چند — کہ بیمارت سوئے ملکِ فنا رفت

گرہ از کاکلِ پر خم کشادی — دلِ مسکیں دراں دامِ بلا رفت

مرا بار غمش باقر دو تا کرد

چہ گویم انچہ زاں زلفِ دوتا رفت

۶۱ بجلوہ گاہ تو چشمِ ہر انس و جاں باز است — بمدحت تو زبانِ سخنوراں باز است

رسد بکوئے تو گر کشتۂ غمت شاید — کہ پیش روئے شہیداں در جناں باز است

نصیب من نبود خواب غیر خواب اجل — کہ ہر دو دیدہ براہ تو جاوداں باز است

اگر بدامن تو دست میرسد نیم مرنج — کہ پیش اہل کرم دست سائلاں باز است

بانتظار قدومِ مہِ سفر کردہ دو چشمِ من بہ سرِ راہ کاروان باز است

دلا چہ غم تو اگر رندی و خرابانی کہ باب بخشش و رحمت بر عاصیان باز است

برنگ شانہ چو دستم نمیرسد چہ حصول کہ طرہ ات برخ رشک گلستان باز است

فدائی ناز تو یک ساغر از کرم ساقی کہ ہمچو کاسہ ام از تشنگی دہان باز است

چہ حالتست بگو باقر امشبت کہ ترا
بہ آہ و نالہ چو مرغِ قفس دہان باز است

۶۲ ہرگز اے قاتل ترا پیچ و تابے این چنین در جوہر شمشیر نیست

این مسِ جسمیں خود ات در بوتہ عشقش گداز کیمیائے این چنین ہم این چنین تسخیر نیست

کے تواں ______ شربت خضرم اگر در گلوئے تشنہ ام آبے ازاں شمشیر نیست

کے کند ______ لب خشکیم خونِ جگر ______ نیست

______ زود کن بر من نظر ______ در مردن مرا تاخیر نیست

______ ______ بہتر ازین تسخیر نیست

______ بناحق ریختی خونِ مرا لائق فتراک تو این ناتوان نخچیر نیست

ہست خود بیچارہ در قیدِ خیالِ زلف تو وحشت دیوانہ ات را حاجت زنجیر نیست

عاشق روئے تو بسیار اند جانان در جہاں
لیک یک کس ہمچو باقر عاشق دلگیر نیست

۶۳ در فراق آہ غم و غصہ نہانم سوخت در شب وصل دلم جلوہ جانانم سوخت

چو زهره‌ای از هر مرآن نور دید | نزدیک از دور آمد پدید

چه صبح دوم ماه تابان بهبر | سراپای دید بدیدار مهر

بپا خواست خرم ز جای نشست | برافشاند بر هرچه خز و دست

ز جا جست جسته چو آتش سپند | گسسته ز پیچم بند اندر رو بند

بهر سو ز گیسوی پر بند و چین | برو بید خاشاک و خاک زمین

پی لخلخه سائی از شوق تیز | بهر سو چنم گیسوان مشکبیز

بدیدار شه دیده روشن نمود | ز گلگونه اش کلبه گلشن نمود

بهر جا که شه سود پا بر زمین | ببوسید بسائید چهر و جبین

ببوسه بسائید بس پای شه | چو رخ سود بر پای خورشید مه

ستایش کنانش بعجز و نیاز | ببرد از پس و پیش رویش نماز

بدامانش افکند دست طلب | گهر زا زبان و شکر ریز لب

ز شکرش شکرریز در و گهر | هم از شهد شکرش جهان پر شکر

ز پیچاده کو هرفشان گشت و گفت | که پیش تو پیداست راز نهفت

ثری تا ثریا بفرمان تست | چه گو راست در خم چوگان تست

نرگسِ چشمِ تو و سروِ قدِ رعنایت — سنبلِ زلف و گلِ عارضِ تابانم سوخت

ترکِ یادِ تو مرا دشنه بدل برده فرو — از تو جانانه چنین غفلت و نسیانم سوخت

تا ز شبها است مرا گرمیٔ و معشوق چه غم — دودِ آهِ سحری دفترِ عصیانم سوخت

آتشے زد بہ من شعلۂ حسنِ تو بدل — برقِ دندانِ تو و آن لبِ خندانم سوخت

مارِ زلفِ تو گزیده است بدیدم در خواب — من کجا زلف کجا خوابِ پریشانم سوخت

جائے گل بے تو فشاندیم بہ گلشن در وے — دانۂ اشکِ شرربار که دامانم سوخت

بے تو اے رشکِ چمن دوش برفتم در باغ — گرمیٔ نالۂ مرغانِ خوش الحانم سوخت

آمد آن شوخ چو با جامۂ زرین در بر — عرقِ گرمِ خجالت تنِ عریانم سوخت

من کجا یارِ من با رخِ چون شعلہ کجاست — خواب بے یار درین فصلِ زمستانم سوخت

باقر آن مہ چو نہ شد شمعِ شبستانم دوش
تا سحرگہ چو چراغ این دلِ بریانم سوخت

۶۴

دیده چون آئینه در روئے تو حیرانی داشت — دل ز دستِ سرِ زلفت چه پریشانی داشت

داد با غیر خدا عیشِ نشاطِ عالم — دردِ عشقت بمنِ خسته دل ارزانی داشت

آن که بود است که بگذشت ازین راه که او — صورتِ حور رخِ یوسفِ کنعانی داشت

بے گنه کشت مرا طرفه که از کردۂ خود — نه خجل گشت مهِ من نه پشیمانی داشت

هست امروز تهِ خاکِ مذلت در گور — آنکه دیروز بسر تاجِ جهانبانی داشت

رفت بیچاره و خاموش تهِ خاک بخفت — آنکه در زیرِ نگین ملکِ سخندانی داشت

تا ز پرده نرفت شاهد این راز برون — دل خون گشته غم عشق تو پنهانی داشت

شکر تعمیر خودم چیست که چون می‌نگرم — وسعت آباد جهان میل به ویرانی داشت

چون کفیلم نشود رحمت یزدان که دلم — حب محبوب خدا حضرت جیلانی داشت

هر کسے غره به اعمال خودش هست و نظر

باقر خسته سوے رحمت یزدانی داشت

۶۵ دور است گلزار رخش باغ و بهار من کجاست — نادیده ام سرو قدش آن گلعذار من کجاست

شد شاهد گل در چمن اندر نظرها جلوه گر — در جوش شد فصل بهاران نوبهار من کجاست

سرگشته ام در جستجو همچون غبار کاروان — اے جبه فرسائے درش برگو که یار من کجاست

تا دور گشتم از برش و ز قرب او ماندم جدا — تاب و توان من چه شد صبر و قرار من کجاست

چون آستانش بوسم و چون جبه سایم بر درش — تا درگهِ والائے او یارب گذار من کجاست

بے جلوهٔ نور رخش بے نور بزم میکش است — آن مست نازِ خود کجا آن می گسار من کجاست

گل شد بعارض غازه کش سنبل بگیسو شانه زد — گلزار شد گل پیرهن گلگون عذار من کجاست

شد مانع وصلم چنین زینگونه جوش غیرت است — آن شاهد خلوت نشین عصمت شعار من کجاست

در راهِ او شد عدم آخر چو گرد کاروان — ای وا امیدانم چه شد مشت غبار من کجاست

اے رحمتِ عالم بگو گاهِ شفاعت روز حشر

آن باقر دل خسته عصیان شعار من کجاست

۶۶ طیلسان نه تو افلاک دود بے بیش نیست — مرکز این عالم فانی نمودے بیش نیست

______ کجا د ___ برائے حق کجا ______ کارِ تو سجودے بیش نیست

نقش رنگارنگ عالم ہست ______ این ہمہ تلویں کہ می بینی نمودے بیش نیست

جلوہ گر در تفرقہ ہم جمع ذاتِ مطلق است این تعینہا کہ می بینی نمودے بیش نیست

______ ______ بیش نیست

ردیف ثا

۱ از شکوہ لب بہ بند و مکن پیش یار بحث — بر خاطرش ولا نرساند غبار بحث
از نسبتِ مشابهتِ روئے و موئے تو — دارند در مفاصلہ لیل و نہار بحث
گر همکنار میشویم از تو لطفہا است — ورنہ نمیکنم پے بوس و کنار بحث
آں شوخ نکتہ سنج نہ ملزم ہیچ شد — کردم پے ثبوت جفایش ہزار بحث
از حقہ لبت در تقریر بر فشاں — کز لعل نوشخند بود خوشگوار بحث
زاہد حدیث زہد مگو پیش میکشاں — اینجا مکن مگر ز مے خوشگوار بحث
لب تشنہ ماندہ است ازاں آب زندگی — دارد دہانِ زخم ز شمشیر یار بحث
قطعِ امید کردہ ام از طالعِ زبون — با من عبث کند دلِ امیدوار بحث
امشب سخن ز زلف تو گویند اہلِ بزم — دارد ہزار نافہ چیں در تتار بحث
باقر بکام اگر نرسیدی نمیتواں
با بخت جنگ کردن و با روزگار بحث

ردیف جیم

با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج — با چشم تو به نرگس شهلا چه احتیاج ۱

بیتابیِ دل است که جان بر لبم رساند — اینک بیا بو عدهٔ فردا چه احتیاج

دارم دلے ز داغ تو رنگین تر از بهار — ما را بسیر گلشن و گلهٔا چه احتیاج

مخمور و مست نرگسِ مستانهٔ تو ایم — ما را بساغر و می و مینا چه احتیاج

شد زندهٔ ابد بجهان کشتهٔ غمت — جان دادهٔ ترا بمسیحا چه احتیاج

خوش جامهٔ ایست بر تنش از خاک کوچه ات — دیوانهٔ تراست به دیبا چه احتیاج

مسجودِ یک جهان بتِ نصرانیم بود — این عتبهٔ ات ترا بکلیسا چه احتیاج

حسنِ ترا بزینت و زیور چه حاجت است — با غازه جلوهٔ رخِ مه را چه احتیاج

باقر بساز با غم و دردِ دلِ حزین
بیمارِ عشق را بمداوا چه احتیاج

ردیف حا

۱
از غیرتِ رخِ تو شود در نقابِ صبح — هاں پیش جلوہ ات چہ کند آفتابِ صبح
بالائے بام بود مہِ من بخوابِ صبح — گرمِ نظارہ بود ز چرخ آفتابِ صبح
ابرواست بر رخِ صنمِ مہ لقائے من — یا مطلعے بود بجبینِ کتابِ صبح
باشد شبِ وصال چہ کم گرد دائے فلک — گر اندکے بدیرہ کشد فتحِ بابِ صبح

باقر بہ پیش جلوۂ روئے نگارِ من
چوں ماہتاب صبح بود آفتابِ صبح

۲
غنچۂ دل برکشاد بوئی گلستانِ صبح — آتش گل برفروخت جنبشِ دامانِ صبح
باشد یعقوب وار کشتہ شامِ غمش — گرچہ بود آفتاب یوسف کنعانِ صبح
بسکہ شبِ ہجر شد چو قیامت دراز — سوخت دلم را چو شمع آتشِ ہجرانِ صبح
ہست بلندی گرا دولت صافی دلے — گشت سر آفتاب بہر سلیمانِ صبح
از عرقِ انفعال آمدہ شبنم فشاں — پیش رخت چوں قمر مہر درخشانِ صبح
از گل رویت جدا آہ کہ از یادِ تو — نالۂ شبہائے من نالۂ مرغانِ صبح

دید چو نورِ رخش چشم سحر باقرا

دست جنوں چاک زد طرف گریباں صبح

کدورتِ دل خود شستم از صفائے قدح　　بدیده سُرمه کشیدم ز خاکپائے قدح　　۳

ز توبه گشته خجل همچو نے همی نالم　　که وائے وائے صراحی و ہائے ہائے قدح

لبالب است دلِ من ز حسرتِ مینا　　نیامده است بسر هیچ جز هوائے قدح

هلاک خندهٔ جام و می است جان و دلم　　مباد کس چو منِ خسته مبتلائے قدح

چه گومیت چه جگر تشنهٔ میم ساقی　　بکام من بچکان رشحهٔ زلائے قدح

رسید محتسب شهر و جام می بشکست　　بنالم و بکنم گریه در عزائے قدح

بگردش آر و بروں سازم از خودی ساقی　　بگیر نقد دل و دیں برو نمائے قدح

هوا خوش است و خنک خلسته است ابر بهار　　بصحن باغ بده ساقیا صلائے قدح

بیک دو جرعهٔ می زندهٔ ابد سازد　　بلا　　مینا شوم فدائے قدح

گهے ز پیر مغاں خواستم گه از ساقی　　چه گومیت که چه خوں خورده‌ام برائے قدح

صفائے دل بدهد ذکر نام می باقر

بیا گزار به پیر مغاں دعائے قدح

متاع جان و دل افشانده‌ام بپائے قدح　　مباد کس چو منِ خسته مبتلائے قدح　　۴

شکست ساغر می لیک محتسب را بیں　　که سوگوار نشسته است در عزائے قدح

تو از کرم دو سه جامے اگر دهی ساقی　　متاع دین و دل آرم برو نمائے قدح

به بزم باده چناں مست و بیخود افتادم　　که دست بر شیشه بود و سر بپائے قدح

بخلوتِ توچساں پا نہیم اے زاہد   بمیکده به نهادیم سر بپاے قدح
کمال تشنه جگر خشک لب منم ساقی   صُراحیِ می نابم بده بجاے قدح
زبس که دست طلب چوں تو بسته ام باقر
زآستیں نکشم دست جز برائے قدح

۵ میشود روشن دلِ صاحبدل از تنویرِ صبح   شد طلائے خالصِ خورشید از اکسیرِ صبح
ترسم از طولِ شبِ ہجراں که آں خانه خراب   میفشارد آه در دل ناخنِ تاخیرِ صبح
ہر سعادتہا که خواہی زیرِ دامانِ وے است   تا توانی کوش شبہا درپے تسخیرِ صبح
موشگافِ نکتۂ زلفت بود اوراقِ شام   حلّ متنِ عارضت میگردد از تفسیرِ صبح
جلوه گاهِ صورتِ خورشید گردد سینه ات   گر کنی نقشِ نگین لوحِ دل تصویرِ صبح
صُبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا   از تہِ دل حرمتِ روئے سپید پیرِ صبح
شد گریباں گیر عزمم لذتِ خوابِ سحر   گرچه شد قرعِ صماخم نعرۂ تکبیرِ صبح
می تواں گفتن یکے با مدعی لاف زن   گو چنیں رنگیں غزل رشکِ صفائے شیرِ صبح
جلوۂ حسنِ تو ویراں کرد ایوانِ سحر   خشتہا از مہر باید تا کند تعمیرِ صبح
با شدش وردِ زباں ذکرِ صفائے عارضش
گوش کن باقر تو از جان خوبیِ تقریرِ صبح

ردیف دال

شمع را آتش رخسار تو پروانہ کند — شیشہ را پرتو حسنِ تو پریخانہ کند ۱

آب سازد جگرِ می غم لب خشکیِ من — حسرت تشنگیم خون دل پیمانہ کند

این چنین عشوه فروشند اگر مغبچگاں — سجده ہا کس نہ چناں بردرِ میخانہ کند

جلوۂ شمع عذار تو دلِ عاشق را — پاک پروانہ صفت سوزد و پروا نہ کند

آه کاں شوخ بہ حسرت بہ پسندد ہمہ عمر — رحم یکره نہ بحالِ دلِ دیوانہ کند

در شب ہجر چو بسمل بطپاند در خاک — ور شبے جلوه دہد صبح بہ افسانہ کند

پائی از سر بتواں کرد بہر گام کسے — سفرِ عشق کہ از ہمت مردانہ کند

فیضِ طبعِ چمن آرائے جہاں را نازم
کو چو گل پرورشِ سبزۂ بیگانہ کند

دیشب کہ غیر با تو بہ بزم شراب بود — مشکیں دلم بر آتش غیرت کباب بود ۲

در سیب غبغبت مہِ من طرفہ آب بود — در بوسۂ لبت مزۂ شہد ناب بود

لطفِ گلِ وجود و بہاران این چمن — بوده است بوئی غنچہ کہ پا در رکاب بود

گر باده خورده ایم بنہ عذر زاہدا — فصلِ بہار و مستی و عہدِ شباب بود

شب بوسۂ ازاں لب شیریں بخواستم　　آں شوخ تا سحر ہمہ خشم وعتاب بود
گردید عطر ساز نسیمش مشام جاں　　گیسوئے عنبریں تو یا مشک ناب بود

سرخیل خواجگاں نشود چوں بروز حشر
باقر غلام بارگہِ بوتراب[۲] بود

۳　دل بے غم یار خوش نباشد　　جان بے دلِ زار خوش نباشد
ساقی وشراب وگلشن وگل　　بے روئے نگار خوش نباشد
گر خود تو کنی کنارہ ازمن　　خورم بکنار خوش نباشد
در شہر خودم بخواں کہ بے تو　　ایں شہر ودیار خوش نباشد

خوش گفت کسے کہ گفت **باقر**
بے یار بہار خوش نباشد

۴　دل رخت حق نماست میگوید　　جلوۂ کبریاست میگوید
کشتہ برکشتہ دیدہ خلق ہمہ　　کوچہ ات کربلاست میگوید
ہر لب زخم آب تیغ ترا　　وہ چہ آبِ بقاست میگوید
دید نرگس جمال روئے ترا　　جان بہ جنت فداست میگوید

بوسۂ لب چو خواہم از خندہ
باقر ایں نارواست میگوید

۵　حق ز بزم توام جدا نکند　　من ودوری ز تو خدا نکند

نشاندم بدل بیخ نخل امید | که شاید رسانش بر و بار چید
درخشید رخشنده خورشید من | ببار آمد آن نخل امید من
بر و بر داد آن همایون درخت | گر او بار و بر چینم از فر بخت
برم رخت در سایه اش نغز و شاد | که بی سایه در سایه ام جای داد
شب و روز زاینده بود در طلب | که ساید ابر پای تو چشم و لب
بایزد زاینده همین آرزو | که سایم بپایت همه روی و مو
کنون یافتم آنچه جستم ازاو | بکشی رسیدم بدان آرزو
زند افسر از خاک پایم بسر | که افسر فرستد شاهان بدر
خنک آن دلی کش چنین آرزوست | که سایه سر از شوق بر پای دوست
گروگان مهر تو جان و تن است | ضمیر خبیرت گواه من است
ز نور تو تابنده خورشید و ماه | بصبح سپید و بشام سیاه
بمهر تو رخسار صبح سپید | ز جنب سیاه شب آمد پدید
اگر مهر ذات تو بانی نبود | ز صبح و شب ایدر نشانی نبود
تو بی سایه چون نور و اندر سرا | غبار رهت سایه و افسرا

شکوهٔ او کجا برم اے وائے | خود اگر فصل ما جرا نکند
انچہ تو کردهٔ بما اے دوست | آشنائے بہ آشنا نکند
وائے قسمت کہ آں سراپا ناز | نظرے سویم از حیا نکند
چیست تدبیر ما کہ ہیچ طبیب | مرضِ عشق را دوا نکند
در فراقِ تو دل چساں ای شوخ | جامہ صبر را قبا[1] نکند
چکند ہر کہ دید روئے ترا | سر بپایت اگر فدا نکند

دل عبث دادهٔ باو باقر
خوبرو با کسے وفا نکند

بکن یارب دل افگارِ محمدؐ | مده درد ے جز آزارِ محمدؐ ۶
دلم را کن حنبر دارِ محمدؐ | منوّر کن ز انوارِ محمدؐ
شکست ہنگامۂ خضر و مسیحا | بدورِ روز بازارِ محمدؐ
خوشا چشمے کہ شد محوِ تماشا | بر خسارِ گہربارِ محمدؐ
چہ صحت بخشدم داروی عیسیٰ | مرا جانست بیمارِ محمدؐ
صبا بہر دل پژمردهٔ من | رساں بوئے ز گلزارِ محمدؐ
خدایا جلوہ اش بنما کہ ہستم | بسے مشتاق دیدارِ محمدؐ
زمیں را آسماں خوانم کہ گردید | بسے پامال رفتارِ محمدؐ
صماخ گوش او شد حقہ در | شنید آنکس کہ گفتارِ محمدؐ

---

[1] قبا کردن بمعنی چاک کردن (بہار عجم) ۱۲

خدارا اے نسیمِ صبح یکرہ بخواں حالم بہ سرکارِ محمدؐ
نہاں کن سوزنِ خود اے مسیحا کہ دارم در جگر خارِ محمدؐ
شفا بخشد بہ بیمارم بیکدم نگاہِ چشم بیمارِ محمدؐ
عطا کن اے خدا آں چشم پاکم کہ باشد محوِ دیدارِ محمدؐ
کسے بے بہرہ و محروم از تو نشد اے رحم بسیارِ محمدؐ
چہ کم گردد کہ پرسد حالِ زارم لبِ لعلِ شکر بارِ محمدؐ
بہ امیدیکہ میدارم شب و روز جبین سایم بہ دربارِ محمدؐ
اگر خواہی مرادِ خویش باقر
بکن ہر لحظہ تکرارِ محمدؐ

۷
اگر یک ذرہ از کویت بدامانش غبار افتد صبا چوں نکہت گلہا بہر سو مشکبار افتد
شب آں گل پیرہن در خانہ ما جلوہ فرما شد بہ آں رنگے کہ در گلشن گزار نو بہار افتد
براہش نقشِ پا گشتم ز بختِ بد نشد ہرگز غبارِ مقدمش یکرہ بچشمِ انتظار افتد
ہر آنکو میکند یکرہ تماشائے گلِ رویش بہارِ باغ و بستانش ز چشمِ اعتبار افتد
بگردِ خط سبزت جنبشِ گیسو بداں ماند کہ زنگی سیہ مستے بسیرِ سبزہ زار افتد
تلافیِ جدائی میکنم گر بعدِ مردن ہم گذارِ او یکے از ناز بر خاکِ مزار افتد
تماشایت یقیں باشد اگر در روزِ محشر ہم بکامم تلخیِ ہجراں چو وصلش خوشگوار افتد
فراق از درد دل اندر میانِ جسم و جاں سہل است مبادا ہیچکس یارب جدا از بزمِ یار افتد

به تسلیم رضایش گر نسازد چون کند باقر
بدست غیر هر کس را عنان اختیار افتد

۸
خوشا سرے که خیالت درو مکین گردد — زہے دلے که پے نام تو نگین گردد
نمی رود ز علاج مسیح درد سرم — مگر که خاک درت صندل جبین گردد
دہد فریب و فرستد بمن نوید وصال — ز سادگی من دلخسته را یقین گردد
تو واعظا بکن این قصه مختصر که نشد — یکے ہزار ز پند تو دلنشین گردد
عذاب تنگی گورش ہمی شود قسمت — چو کشتهٔ دہنت دفن در زمین گردد
جدا از بزم خودم کردی و ندانستی
که حالتم بفراق تو این چنین گردد

۹
چه می پرسی ز احوالم چه گویم داستان خود — عیان چون شمع میسوزم من از درد نهان خود
ز بس گردید صلح کل سرشت طبع بے کینم — ندارم فرقے اندر دوستان و دشمنان خود
اگر داند خضر ذوق براحت جان سپردن را — ہمیسازد فدائے مرگ عمر جاودان خود
منم آن بلبل شیدا که دور از جلوهٔ گلها — ز آه آتشین آتش زدم در آشیان خود
من و این دشت وحشت خیز یارب ہمرہان افتد
جرس آسا ہمی نالم جدا از کاروان خود

۱۰
کسے مشاہدهٔ صنعت الٰہی کرد — نظر بروئے تو چون چشم صبحگاہی کرد
نداشت دست ز قتلم دو چشم سفاکش — نگاه شوق بسے گرچه عذرخواہی کرد

صفائے آئینۂ طلعتِ ترا نازم — کہ مہ بہ پیشِ تو اقرارِ روسیاہی کرد
بعشق قانع بخونِ دلم نمی خواہم — غذائے خویش چو منعم ز مرغ و ماہی کرد
شدہ است دیدۂ نرگس ازاں سبب بے نور — کہ پیشِ چشمِ تو دعوی خوش نگاہی کرد

نبودہ است چنیں خشمگیں ز عذرِ گناہ
دلِ حزیں عبث اظہارِ بیگناہی کرد

۱۱

شب بے تو تا سحر دلِ شیدا طپیدہ بود — لختِ جگر ز دیدۂ پرخوں چکیدہ بود
جانا بیا بیا ز کجا میرسی بگو — شب ہا کہ بودہ گلِ وصلت کہ چیدہ بود
در گوشۂ فراق نہ کس بود ہمنفس — ما بودہ ایم و ایں دلِ حسرت کشیدہ بود
دور از رخت چگونہ قرارت بود بگو — آں خستہ کہ پہلوئے تو آرمیدہ بود
آبے نداشت با تنِ صافی تو یاسمیں — گلہا بہ پیشِ روئے تو رنگِ پریدہ بود
رسوائے شہر گشت بہ عشقِ تو عاقبت — بیچارہ دل کہ گوشۂ عزلت گزیدہ بود
زاں نورِ عارضے کہ کند جلوہ در نقاب — خیلِ فرشتہ دامنِ عصمت دریدہ بود

چوں من کہ ہست بے ہنرے ہیچکارہ
تا **باقر** ایزدم بچہ کار آفریدہ بود

۱۲

گل کرد موسمِ گل رطلِ گراں تواں زد — ساقی صلائے عیشے در بوستاں تواں زد
تاکے علم بر اوجِ عیشِ جہاں تواں زد — از آہ گرم برقے در ایں و آں تواں زد
در تنگنائے ہستی اے دل چہ مست خوابی — بیدار خیمہ بیروں زیں خاکداں تواں زد

واعظ ز نطق عیسے افسانہا چہ خوانی | حرفے ز لعل نوشش آن جانِ جاں تواں زد
از مین ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں | دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد

آں جاکہ عشق بخشد معراج سر بلندی
سرِ پا بذوق مستی بر فرقداں تواں زد

13

خیالِ قامت او در دلِ افگار میگردد | بہ اندازے کہ گوئی سرو در گلزار میگردد
نظر بکرہ بمن اے آنکہ از فیضِ نگاہِ تو | برنگ غنچہ وا صد عقدۂ دشوار میگردد
ندیدم جلوۂ رویت بخواب اے وائے محرومی | نصیبِ من کجا ایں دولتِ بیدار میگردد
زباں ہر چند وقتِ جلوہ اش نکشاید از حیرت | بعرض مدعا شوقم لبِ اظہار میگردد
بروش گریہ ہا ہر چند آبے میزند لیکن | کجا بختِ من از خوابِ گراں بیدار میگردد

نباشد دل چساں مشتاق اشعار خوشت باقر
کہ شیریں کام جاں زیں شیوۂ گفتار میگردد

14

عشوہ و غمزہ و ناز وصفِ مژگانے چند | غارتِ کشورِ دل ساختہ ترکانے چند
جلوہ گاہِ رخ خوبِ تو بود دیدہ و دل | دارم از دولت حسنِ تو پرستانے چند
ز دست روشن ہمہ دیر و حرم و خانۂ دل | یک فروغ است کہ شد شمع شبستانے چند
مطرب امشب بہ نے از نغمہ ام آہنگ دمید | کز دمِ گرم دلم سوخت نیستانے چند
نہ ہمیں کشتۂ نازِ تو عزیزِ مصر است | ہست بر گردن تو خون عزیزانے چند
اندریں فصلِ گل اے ناصح ناداں چہ کنی | پند توبہ ز پئے توبہ پشیمانے چند

گاه در حلقهٔ زلف و گہے در چاه زنخ | یوسف دل شده زندانی زندانے چند
جلوه از ناز لفبر ما بسوئے منتظراں | تا فشانند به پائے تو دل و جانے چند
چند داریم نہاں راز محبت که زند | ہر خدنگ مژه ات زخم نمایانے چند
زہر باشد به مذاقش خود اگر تریاق است | نیست بیمار تو منت کش درمانے چند
وه چه نیرنگی عشق است که با دیدهٔ تر | دارم از زخم سنانت لب خندانے چند

باقر از بس نے کلک تو حلاوت بار است
آب گردند ز غیرت شکرستانے چند

۱۵ سوسن بچمن یاد گل روئے تو میکرد | سنبل سخن زلف سمن بوئے تو میکرد
زو تاب دگر رشتهٔ دیوانگیم را | ہر شانه که مشاطهٔ بگیسوئے تو میکرد
شد رشتهٔ پیوند گلوئے سر گردوں | آہے که اسیر خم گیسوئے تو میکرد
اے وائے که بیمار غم عشق تو از جاں | میرفت و ز حسرت نگہے سوئے تو میکرد
از سوزن عیسیٰ نه پذیرفت رفوئے | زخمیکه بدل غمزهٔ جادوئے تو میکرد

شد شیوهٔ تو بسکه تماشائے حسیناں
باقر دل شیدا گله از خوئے تو میکرد

۱۶ بہر بزمے نقاب از عارض خود یار بکشاید | بچشم عاشقاں صبح قیامت بار بکشاید
به بندد خوں ز غیرت در جگر صد نافهٔ چیں را | گره را چوں صبا زاں طرهٔ طرار بکشاید
من آں میخوردهٔ رندم که از فیض نگاه من | برنگ غنچهٔ گلہا در خمار بکشاید

فتد در خرمنِ جان و دلِ کروبیاں آتش — به آه و ناله لب را چوں دلِ بیمار بکشاید

به بند و بلبلِ دلخسته منقارِ ترنم را
بهر جا خامهٔ باقر لبِ گفتار بکشاید

۱۷

لب هر غنچه بگلزار اگر میخندد — دهنِ زخمِ من اینجا بجگر میخندد
چشم از حسرتِ دیدارِ تو خوں میگرید — زخمم از شوق سنانِ تو شکر میخندد
نسبت طرفه به اضداد بود طبع مرا — خیر بر حالت من گرید و شر میخندد
گزراں تر بود از برق اگر خود سبک است — غفلت آرا بخرامِ تو شرر میخندد
گر گشاید دلم از جلوهٔ رویت چه عجب — لب هر غنچه به نزدیک سحر میخندد
مانده حیرت زده صاحب هنراں در کارم — که همه عیبم و عیبم به هنر میخندد

باقر اندر سخنِ نغز حلاوت بارت
لذتے هست که بر شهد و شکر میخندد

۱۸

دل هر قدر که ناله و فریاد میکند — ترکِ جفا شعارم بیداد میکند
لعل لبش که خنده بحالم زند مگر — تدبیر واشدِ دل ناشاد میکند
هر مرغ خوش ترانه بگلها دریں چمن — ذکرِ جفا شعاری صیاد میکند
نازش جفائے تازه دهد لحظه غمزه اش — قانون فتنهٔ دگر ایجاد میکند
نازد بخویش خوبی از و حق بدست اوست — گر ناز ها بحسن خداداد میکند
دستے کشاده ام که بدستِ سبو دهم — تا پیر میفروش چه ارشاد میکند

بر دوش بر فگنده یکے دامِ زلف را — تسخیر صد هزار پریزاد میکند

هر لحظه آں نگار فراموش کار را

باقرؔ عبث عبث دلِ من یاد میکند

۱۹ از دردِ دلِ زار پس از مرگ رہا شد — بیمار مرا کنجِ لحد دار شفا شد

دینداری و کفر است پئے کافر و دیندار — وین مذہب عشق است کہ مخصوص بما شد

شد صبحِ قیامت بہ نظر جلوہ گر امروز — تا بند قبا از تنِ سیمینِ تو وا شد

بر شمس و قمر سکہ زند داغِ جبینش — ہر کس بہ ارادت بدرت ناصیہ سا شد

جانا بدلِ سنگ تو ہرگز نہ اثر کرد — از جوشنِ افلاک بروں تیرِ دعا شد

تا دامنِ او گر نرسیدہ است چہ حاصل — گر اوجِ غبارم ہمہ بر اوجِ سما شد

فارغ شدہ از قیدِ دو عالم دلِ شیدا — تا بستۂ آں سلسلۂ زلف دوتا شد

شب بے تو ہمہ شب مہِ من با تو چگویم — بر جاں حزینم کہ چہا رفت و چہا شد

بر روئے حسینانِ جہاں باز نہ افتد — چشمیکہ تماشائی آں حور لقا شد

از باقرؔ شوریدہ سرِ خستہ چہ پرسی

جاں داد بعشقِ تو براہِ تو فدا شد

۲۰ بہ نخلِ ایں چمن کے بلبلِ من آشیاں گیرد — برنگِ غنچہ از تنگی دلم زیں گلستاں گیرد

تو در دستِ رقیباں میدہی دستِ حنائی را — مرا از فرطِ غیرت آتش اندر مغزِ جاں گیرد

نشانِ نخچیر میگردد خدنگِ مرگ شادی را — چو آں صید افگنم در دستِ خود تیر و کماں گیرد

ز کهسار آمد ابر نوبهاران کو سبک روحی / که در گلشن رسد مستانه و رطل گران گیرد

ز بس خو کرده ام بی لعل شیرین تو خو کردن / مرا اندر گلو حلوا برنگ استخوان گیرد

فغان کز دور باشش حسن حال دل بپیش او / بگفتن در نمی آید وگر گویم زبان گیرد

بسان باقر بیدل غریق بحر عصیانم
خدایا دستگیری کو که دست بیکسان گیرد

۲۱

ز فیض مقدمت جانان گل از خاشاک میروید / ز عکس قامت تو سرو ناز از خاک میروید

پریشان سنبل از گل در هوای کاکلت خیزد / بشوق جلوه ات گل با دل صد چاک میروید

ببین تاثیرهای انتظار بی شمار من / گل نرگس پس از مردن مرا از خاک میروید

مگر خوی دل بیرا و کرده است دریوزه / گل جور و جفا کز گلشن افلاک میروید

گل عنابی سرهای شهیدان وفا هردم / بشاخ خنجر تو ای بت سفاک میروید

چنان در خاطرش رو کرد عشق من که تو گوئی / که تخمی در زمین کارند و بر افلاک میروید

ز چین ابروش هرچند زهر تلخ میبارد / ز شکر خندهٔ او هر نفس تریاک میروید

ز بس بگریستم بی تو پس از مردن ز خاک من / بجای نرگس ای جان دیدهٔ نمناک میروید

جدا سازد سرم چندانکه از تن شهسوار من
سری دیگر ز صیدم باقر از فتراک میروید

۲۲

محرم معنی صد شیوهٔ جادو گردد / غمزه چون همدم آن چشم سخن گو گردد

چون رخ قبله نما روی بسوی تو گرد / دل سودازده هر جا و بهر سو گردد

سایۂ گر فتد از وحشت حالم بہ چمن — سرو تمکین خرامش دم آہو گردد

نتواں رست ازیں سلسلہ ہرگز یارب — کس مبادا کہ اسیرِ خمِ گیسو گردد

قتلم از تیغ تو خود راحت جانست ولے — انچہ ترسم کہ نہ آں ساعد و بازو گردد

بنشیں ذرہ بہ پہلوش کہ بیمار ترا — حالتے ہست کہ پہلو نہ ز پہلو گردد

تیغ بر فرق سرِ دین مسلماں راند — شانہ چوں در خمِ آں کاکل ہندو گردد

جنبشِ ناز کجا عشوہ و انداز کجا
من گرفتم کہ مہِ نو خمِ ابرو گردد

۲۳

بکوئے تو بود گر در جہاں آسودگی باشد — بگردِ کعبہ گشتن حاصلش فرسودگی باشد

جمالِ عارضِ گلہا کشد آخر بنقصانے — ترا پیوستہ حسنِ روئے در افزودگی باشد

زآبِ زہد و تقویٰ شستہ شد دامن حریفاں را — مرا تا چند یارب خرقہ در آلودگی باشد

گدائے کوئے جاناں شو کہ کامِ دو جہاں یابی — بخود چیدن بتاجِ خسروی بیہودگی باشد

باہلِ فیض لازم میشود در دسرِ نقصاں — کہ شاخِ صندلے پیوستہ صرفِ سودگی باشد

چہ حاصل از سجودِ کعبۂ ایماں کہ باقر را
نہادن سر بپایت مایۂ بہبودگی باشد

۲۴

آنرا کہ نفس و بال باشد — کے خواہشِ ملک و مال باشد

در مجلسِ دوست بادہ خوردن — در مذہبِ ما حلال باشد

زہرے کہ بہ آبِ خنجرِ تست — در کامِ دلم زلال باشد

بپا خواست زهرا و بنشست شاه | پرستار زهرا آمد از مهر ماه

بپایش سپهر از ستاره نثار | فراوان قمر و ریخت از زرنگار

قمر خالی از شتر و از حریر پر | فروریخت از قصر فیروزه در

زبانش بروی پاچین پدید | همه رنگ سرخ و سیاه و سفید

بسیمین ورق بی بنان و قلم | عطارد زده نقش زرین رقم

نگارنده خط زیبا و زشت | بسی راز بی کلک کاغذ نبشت

بجنباکری زهره شادان بچنگ | بزد زخمه بر بربط و عود و چنگ

بمالید زمزم بمالید عود | بسوزاند مجمر بسائید عود

نوای مزامیر داود عود | براه عراق و عرب میسرود

بیاراست مجلس بعشرت بپیش | طرب گمگمک گشت زاندازه بیش

در ایوان چارم درخشنده خور | ز فیروزه افشاند الماس و در

بپنجم فلک ترک گردان سپهر | ابا ترک و تاجیک آمد بمهر

بگردون گردان بگرداند خوی | ره جنگ بسپرده شد صلح جوی

چه طومار پیچید یرلیغ جنگ | فرا کرده فرمان صلحی بچنگ

دارد مزه که شهد دشنام — از قند لبت سوال باشد

قدّ تو که ثمرهٔ وجود است — در گلشن جهان نهال باشد

پنهان نظرے بسوئے عشاق — زان چشم چه احتمال باشد

آنے و بفرقتت زمانے — غیرت ده ماه و سال باشد

بیصرفه بخود که همچو باده — خون دلمت حلال باشد

کن محو بغمزه هستیٔ ما — از ما اگرت ملال باشد

داری سے تپشے زیاده امروز — شیدا دل من چه حال باشد

شیدا اے روئے و ابروتست — گر بدر و گر هلال باشد

باقر تو گر مرید عشقی

طرز سخن تو دال باشد

۲۵

زنسیم نخل طوبی نه چنان رمیده باشد — که بسایهٔ قد تو دلم آرمیده باشد

تو بیا پئے نمازش که مریض درد عشقت — بعدم شتافت امشب خبرت رسیده باشد

نه چگونه پاره زین غم بلجد کنم کفن را — که بمرگ من گریبان چو توئے دریده باشد

تو عتابها بقاصد بکنی و من بدل خوش — که بکام دل حدیثے ز لبت شنیده باشد

بمذاق تلخ دارد مزهٔ نشاط عالم — دل هر که لذت غم بجهان چشیده باشد

همه تن زجوش خجلت کند آب عطر گل را — عرقیکه از جبینت ز حیا چکیده باشد

نشد از قضا نصیب دل ناشکیب باقر

که بکامِ خود زمانے بہ برش کشیده باشد

۲۶ زبندِ درد هر آن دل که رسته می آید — زبندِ غمزه ات آخر شکسته می آید

چه جائے مرغِ دلِ من که طایرِ قدسی — بدامِ حلقهٔ زلفِ تو بسته می آید

زبسکه بسته ره آنجا هجومِ دل آن شوخ — زکوئے خویش برون جسته جسته می آید

شکار افگن ما بین که دامِ زلف بدوش — بعزمِ صیدِ من پاشکسته می آید

به بین بگوشهٔ چشمش که سوئے تو باقر

زجلوه گاهِ دو عالم گزشته می آید

۲۷ درِ معنی بروئے صفحه چون کلکِ من افشاند — نے کلکم زاستغنا بہ نیسان دامن افشاند

زبس گلچینِ حسنِ گلعذارے بوده ام گلشن — شود گر خاکِ من بادِ صبا در گلخن افشاند

برنگِ سبزهٔ خوابیده جان تازه باید — هر آنکو جان بپائے آن بتِ نسرین تن افشاند

هلاکِ جلوهٔ آن شهسوارِ آسمان سیرم — که ماهِ نو دل و جان را بنعلِ توسن افشاند

دیت ها داده باشد شوخِ سفاکم اگر یکره — شهیدانِ محبت را گلے بر مدفن افشاند

لبِ زیبِ مسی را چون تبسم آشنا سازی — چمن زارِ ادا ها صد بهارِ سوسن افشاند

صفائے گوهرِ آویزهٔ گوشِ ترا نازم — که بر هر دانه اشں عقدِ ثریا خرمن افشاند

هوادارِ صبا گردیده ام باقر که تا یکره

غبارِ مقدمش چون سرمه در چشمِ من افشاند

۲۸ گشته دگر یه هر اموچو رخ یارِ سفید — پیشِ چشمم نشود ابرِ گهر بار سفید

سوخت خونم زتف عشق بدانساں کہ مرا — تارہائے رگِ جاں گشتہ چو زنار سفید
می تواں ساخت بایں بخت سیاہت کہ دلا — بخت عاشق نشود چوں دلِ بدکار سفید
ایں قدر از نشۂ حسن سیہ مست مشو — زانکہ روزے شود ایں طرۂ طرار سفید
عطر بیز است بدانساں کہ نگردد ہرگز — پیش زلفِ سیہت نافہ تا تار سفید
از خیالِ خطِ سبزِ تو صفایافت دلم — روئے آئینۂ ما گشت ز زنگار سفید
قدر و قیمت نہ نہد نقد دل و جان بر تو — چوں شود پیشِ رخت روئے خریدار سفید

باقر ایں از چہ مقام است کہ کس را نشود
پیشِ رنگیں سخنت نغمۂ گفتار سفید

۲۹

کافرِ عشق تو اے کاش دلِ زار شود — تارِ زلفت بہ گلو رشتۂ زنار شود
چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم — تو سرِ بام مرا جا تہہ دیوار شود
گرد آں مہ چہ عجب گر بنشینند اغیار — دیدہ باشی بچمن پہلوئے گل خار شود
امن از جملہ بلاہا ز خدا میخواہم — غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود
کہنہ زخمِ دل من بہ نکند ہیچ دوا — خطِ سبزِ تو مگر مرہم زنگار شود
ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند — طالعِ خفتہ محال است کہ بیدار شود
حرف باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوے — گرچو منصور سرِ او بہ سرِ دار شود
چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخلِ امید — سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود
چشمۂ نوش بود لعلِ لبِ شیرینت — دہ زلالے کہ دوائے دلِ بیمار شود

بس خطرناک بود وادیِ عشق توچیان — طے بہ بینم ز من این وادیِ پرخار شود

لذتِ می بہ چشی گر تو بہ رنداں زاہد — رہنِ میخانہ ترا جبہ و دستار شود

دست بردار ز جور اے بتِ سنگیں دلِ من — چند ازیں پیشہ دلِ زارِ من افگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت — استلام تو کنم بختِ من ار یار شود

پر حذر باش از آں دم کہ مرا در دلِ شب — گرم روسوئی فلک آہِ شرر بار شود

ناتوانی اگر این ست چہ گویم پس ازیں — بر درت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقرؔ آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سرِ زلفِ تو گرفتار شود

۳۰

شگفتن یکدمے زاں لعل خندانم نمی آید — علاجِ دردِ دل از آبِ حیوانم نمی آید

فراق از حد فزوں گردید و جانانم نمی آید — ندارم چارہ جز مردن کہ درمانم نمی آید

توانم داشتن در سینہ رازِ عشق را پنہاں — چہ سازم ضبطِ اشک از چشمِ گریانم نمی آید

بتقوی سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی — برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید

خوشا وقتے کہ شاخِ گل مرا بود آشیاں ہمدم — دریں ویرانہ ہم بوئے گلستانم نمی آید

ز دستِ وحشتِ دل نیست یک روزے نصیبِ من — کہ صد چاک از گریباں تا بدامانم نمی آید

چہ میپرسی ز احوالم چہ گویم با تو اے ظالم — چہا جورے کہ از دستِ تو بر جانم نمی آید

تو از حرفِ غلط بیجا فریبم میدہی قاصد — عبث گوئی کہ می آید کہ می دانم نمی آید

کجا شد غالبِ شیریں نوا باقرؔ کہ آہ اکنوں

صدا زاں طوطیِ ہند خوش الحانم نمی آید

۳۱

سوئے من آں نگار بناز و ادا رسید — نازد بخود دلم که به ایں مُدعا رسید

مضمون عشقِ من چه قدر شهره شد بدهر — ایں قصه از کجا بکجا تا کجا رسید

جا یافت عاقبت دلِ محزوں بکوئے دوست — بیمار دردِ عشق بدار الشفا رسید

از فتنهٔ خطا دلِ زلفِ تو قصه‌ها — با سنبل و بنفشه ز بادِ صبا رسید

از خونِ من فدائے تو خوش بسته نگار — از باغِ دهر طرفه بدستت حنا رسید

شد بوسهٔ لبِ تو نصیبم هزار شکر — بیمار دردِ عشق به آبِ بقا رسید

دستِ تهی ز زر دل خالی ز مدعا — خوش دو دستے ز بخششِ مولا بما رسید

جانا به تبت و بخبتا و ختن بچیں — هر جا نسیمِ طرهٔ تو مشک سا رسید

آمد ز یار نامه بخطِ شکستهٔ — بهرِ شکست خسته دلم مومیا رسید

اکنوں ز راهِ لطف چه جوئے نشانِ او — بیچاره خستهٔ تو بملکِ فنا رسید

آساں شود چه مشکلِ من چوں نمی تواں — دستے بطرفِ دامنِ مشکلکشا رسید

باقر بخود بناز که امشب بخانه ات
زریں کله بہیتے مه گلگوں قبا رسید

۳۲

سحرگه چوں ز پهلوئے من آں دلدار برخیزد — نفس از سینه ام آهسته چوں بیمار برخیزد

رسد تیغِ قضا در دستِ جلادِ اجل هر گه — مسیحِ من ز بالینِ منِ بیمار برخیزد

ز لوحِ دل چساں بیروں برم نقشِ خودی یا رب — خوشا وقتیکه از آئینه ام زنگار برخیزد

کسے کو مست افتاد است و بیخود در سر کویت | کجا ممکن که روز حشر هم هشیار برخیزد

حذر از ناله ام ظالم که سقف آسمان سوزد | هر آن آه و فغانے کز دل افگار برخیزد

چنان رنجوری من گشت باقر در اثر کامل

که عیسی از سر بالین من بیمار برخیزد

۲۳ خوش طالع آن خسته که بیمار تو باشد | فرخنده اسیرے که گرفتار تو باشد

یک جلوه درین خانه بفرما که دل من | آئینه صفت طالب دیدار تو باشد

گر آب حیات است که سیراب نسازد | آنرا که جگر تشنهٔ دیدار تو باشد

خوشتر بود از حقهٔ یاقوت و گهرها | هر سینه که گنجینهٔ اسرار تو باشد

عیشے که برد رشک بر راحت فردوس | آسودگی سایهٔ دیوار تو باشد

وابسته دل خستهٔ عشاق چو گوهر | در هر شکن طرهٔ طرار تو باشد

نے این دل بیتاب که صد برق تجلی | فرسودهٔ جولانگه رهوار تو باشد

با شهد و شکر کار ندارد که دل من | لذت چش شیرینی گفتار تو باشد

محبوب شود هر که محب تو بجان شد | مطلوب شود هر که طلبگار تو باشد

آتش فگن خرمن حسن مه کنعان | اے مهر لقا گرمی رخسار تو باشد

در قالب ایمان و تن کفر رگ جان | کافر پر از رشتهٔ زنار تو باشد

باقر بغم عشق بکن گریه که روزے

هر قطرهٔ اشکے در شهوار تو باشد

گفتم بلائے ہجر زسر وا شود نشد ۳۴ سامان عیش وصل مہیا شود نشد
ہر چند خواستم کہ چو گل از نسیم آہ بشگفتہ غنچۂ دلِ شیدا شود نشد
دور از درِ تو مردم و بوده است مُدعا در کوچۂ تو منزل و ماوا شود نشد
خوننا بہ جگر چہ قدر خورده ایم آہ تا انصراف دل سوئے مولا شود نشد
رفتم بہ بابِ رحمتِ او قفل بستہ بود ماندم بہ انتظار کہ در وا شود نشد
زین داغ سوختم بلحد آہ تا شبے شمعِ مزارم آن رخِ زیبا شود نشد
از بہر غارتِ دلم آماده گشتہ بود آں لشکرِ مژه کہ صف آرا شود نشد
صد مرحلہ مجاہده کردم بنفس خود صبر از نظارۂ رخِ زیبا شود نشد
از کوچہ ات نرفت تو ہر چند خواستی دیوانۂ تو بادیہ پیما شود نشد
گفتم کہ فوج نالہ و فریاد و زاریم با لشکرِ غمت علم آرا شود نشد
خوں شد زبس طپیدن شبہائے انتظار دل بے تو یکدمے نہ شکیبا شود نشد
بُردم متاعِ دل ——— تا آں نگار مائل سودا شود نشد

باقر دعائے ایں دلِ محزونِ بیقرار
امید داشتم کہ پذیرا شود نشد

ے کے جانب فردوس نظر داشتہ باشد ۳۵ آنکس کہ بکوئے تو گذر داشتہ باشد
دلتنگ بود غنچہ صفت در چمنِ دہر ہر کس کہ چو گل خرمنِ زر داشتہ باشد
پروا نکند گر شکنندش چو سرِ زلف سودائے تو ہر کس کہ بسر داشتہ باشد

آں برقِ جمال است کز و خیرہ شود چشم — آں کیست کہ او تابِ نظر داشتہ باشد

در بحرِ رضا ہر کہ در انداخت دلِ خود — از موجِ حوادث چہ خطر داشتہ باشد

بے زحمتِ رفتار کند سیرِ دو عالم
باقر بوطن ہر کہ سفر داشتہ باشد

۳۶ دل او را چہ غم از گردشِ دوراں باشد — نظرِ ہر کہ سوئے خواہشِ یزداں باشد

زخمیِ تیغِ ادائے تو بود جن و بشر — کشتۂ غمزۂ تو گبر و مسلماں باشد

یک تجلی ز جمالِ تو رباید ز ہوش — ناظرِ جلوۂ تو موسے عمراں باشد

برد سر بگریبان خجالت ۔ بالفرض — پیشِ روئے تو اگر یوسفِ کنعاں باشد

مردہ دل را بسخن زندۂ جاوید کند — لبِ نوشِ تو لبِ چشمۂ حیواں باشد

یک وجب جائے بکوئے تو پئے خستہ دلاں — خوشتر از ملکِ جم و تختِ سلیماں باشد

زندہ میدارد م امیدِ وصالت ورنہ — جاں سپردن بغمِ ہجرِ تو آساں باشد

نیست ممکن شود از قید رہا ہر کہ چو من — بستۂ سلسلۂ کاکلِ پیچاں باشد

تو کجا و سرِ عشاق و فا پیشہ کجا — این نہ امریست کہ در حیطۂ امکاں باشد

نیستی از نظرم دور کہ آئینہ نمط — عکسِ رخسارِ تو در دیدۂ حیراں باشد

ہرگز م روئے ارادت نتواں شد باقر
جز بآں کوئے اگر روضۂ رضواں باشد

۳۷ روئے تو تہ زلف بہ طرزِ عجب افتاد — گویا بہ یدِ قدرتِ زنگی حلب افتاد

با آنکه گناهے نه نمودیم ندانیم — کیں در دولت از من بکدامی سبب افتاد
چوں حسنِ دل افروز تو در جلوه گری شد — در ملکِ عجم غلغله و در عرب افتاد
خوش بود دلِ من به تمنائے تو اکنوں — با رنج و تعب کار به هر روز و شب افتاد
تا در دِ طلب نیست ز غمهاست فراغت — رحم است براں دل که بدر دِ طلب افتاد
از داغِ غلامیِ تو شد جبه نشاں مند — عشقِ تو بدل اے شهِ اُمّی لقب افتاد

از رنج و الم داشت فراغے دل باقر
بیچاره رخت دید و برنج و تعب افتاد

۳۸
ز مژگان و ز ابرو نیزه و شمشیر میسازد — بجولاں آمد و اقلیم دل تسخیر میسازد
بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را — نگاهِ گرم پاکاں قلب را اکسیر میسازد
بروں از خانه چوں آید بتِ رنگیں عذارِ من — جهاں را از تحیر پیکرِ تصویر میسازد
دلا ضبطِ نفس فرما که عاشق را به پیشِ او — بیانِ مدعا شایستهٔ تقریر میسازد
گهے خوں گرید و گه ناله ها سر میکند عاشق — کند تا مهرباں او را چها تدبیر میسازد
عجب نبود که سر را بر دمِ تیغِ تو افشانم — که عاشق را غمِ جانانه از جاں سیر میسازد
ز تیغِ انتظارم میکشد از جانبِ کویش — چرا پیکِ صبا در آمدن تاخیر میسازد

تو کارِ خود بحق بسپار و از تدبیر فارغ شو
که باقر نظمِ کارِ دو جهاں تقدیر میسازد

۳۹
ز نورِ عشق چو دل را جلا توانی کرد — به یک نظر مسِ خود کیمیا توانی کرد

توئی که باختهٔ بارقیب نردِ دغا
چه ممکن است که با ما وفا توانی کرد

ز تیغ عشوه بکش یا به تیر غمزه بدوز
بکن هر آنچه تو اے دلربا توانی کرد

به چشم سر رسدت جلوہ‌ہائے عالم غیب
اگر تو دیدهٔ دل را جلا توانی کرد

تو غیرتِ لبِ عیسے مریمی لیکن
دوائے دردِ دلِ من کجا توانی کرد

منم که حاجتِ خود را ز تو همی خواهم
توئی که حاجت ما را روا توانی کرد

ز فیض طینتِ لطف و کرم خوش است بکن
رعایتِ دل عشاق تا توانی کرد

نه آمدی دم نزعم ولے براهِ کرم
برائے مغفرتِ من دُعا توانی کرد

هوائے بام تو میداشت دل به سر لیکن
مقام بر سرِ کوئے زنا توانی کرد

ز بارگاهِ خدا جز خدا مخواه دگر
به بارگاه خدا گر دعا توانی کرد

تو طاعتے نه نمودی بشرط خود باقرؔ
عبادتے که نمودی قضا توانی کرد

۴۰
تنت لطیف ز نسرین و نسترن باشد
قد و رخ تو خوش از سرو و یاسمن باشد

بصد لجاجتِ رضوان نه من روم در خلد
اگر بگلشنِ کویت مرا وطن باشد

بغیر نکهتِ زلفت نسازوم به دماغ
نسیم خود اگر از وادیِ ختن باشد

صفِ ملک به تماشا رود بهر بزمے
که عارضِ تو دران شمع انجمن باشد

نسیم صبح چه سازم که واشد گل من
بفیض خندهٔ آن غنچهٔ دهن باشد

اگر جهان همه بیگانه ام شوند چه باک
گر آن یگانه صفت آشنائی من باشد

گشود از جبین بسته چین و گره — بر افکند خفتان و خود و زره

فراتر از و با فرح مشتری — ببازار مهرش زجان مشتری

بکالای جان نقد مهرش خرید — بنوعی همه جنس مهرش گزید

ز درگاه مهرش بر آورد سر — سعادت شدش بهره و سعدی ثمر

بمهرش چه سر برد دل با یقین — سعادت گرفت از سیار و یمین

چو بر بام فرش دهل زد زحل — ز سیار ثابت گذشت از محل

سعادت از او مشتری کرده وام — چه آمد غلامی دهل زن ببام

بر آن انجمن انجم افشان بمهر — بپا پی بشادی و عشرت سپهر

در آمد چو سیاره ثابت بسیر — گریزان ز نشتر و گرایان بخیر

بخوبی مبدل نظر های بد — برون از ره کار روانها رصد

بسیر سلیمان بسی دیو و دد — بیک پهنه از شش سو و چار حد

بخوبی سر شد کردار بد — نه دیوی ز دد رنجه نه از دیو دد

یکی طرفه افعی که بی غیظ و خشم — بکان زمرد بر افکنده چشم

پر از مهر سر چشم خالی ز خشم — ندیده زیان از زمرد بچشم

یکے بدولت وصلش اگر رسم باقر
زہے کرم ز کرمہائے ذوالمنن باشد

۱۸۱

آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند — می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند — تا بعد ازیں ز غمزۂ وابرو چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش — باشد ز لطف حاجت ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادائے او — بیہش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا ز سیر فرو ماندہ خاطرم — خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقش پا کند
خواہد اگر بمسندِ جم جا دہد مرا — خواہد بساط کلبہ ام از بوریا کند
نشتر شکن بقلب من آید نوائے عشق — کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم بہ ارجمندیٔ بختِ خودم کہ دوست — ما را برنگ سایہ نہ از خود جدا کند
باید بہ ہر کسے کہ بجوید رضائے حق — خود را باو سپارد و محوِ رضا کند

اذنے بدہ کہ باقر مسکیں بپائے سر
بر درگہِ تو آید و بر تو دعا کند

۱۸۲

ایکہ ایام تو خوش دور ز غم میگذرد — تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگذرد
گر بدر یوزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو — کہ گدا بر در ارباب کرم میگذرد
شرح حالِ غم شبہائے فراقت چہ کنم — موج اشک است کہ ہر شب بسرم میگذرد
ساکنِ عرصۂ ہستی چہ خبر میدارد — تا چہ بر سالکِ صحرائے عدم میگذرد

تو بخلوتگهِ دلهائے حزیں جلوه فروش
طالبِ روئے تو در دیر و حرم میگذرد

من بقربانِ خرامِ تو چها فتنه و شر
دم رفتارِ تو در زیرِ قدم میگذرد

کیست این بادشهِ حسن که در موکبِ ناز
با چنین شوکت و شان جاه و حشم میگذرد

کرسی و عرش بجان ناصیه فرسائے درت
رقمِ حکمِ تو بر لوح و قلم میگذرد

از خطِ پشتِ لبِ غیرتِ یاقوت کسے
رشکها بر خطِ یاقوت رقم میگذرد

هر که از کشمکشِ قید به اطلاق رسید
از حدِ عالمِ امکان بقدم میگذرد

باقرا تا بسر افتاد هوائے سخنم
فوجِ معنی است چو در ملکِ دلم میگذرد

۴۳ زاں رخِ آئینه سیما ماه و پروین ساختند
نافهٔ آهوئے چیں زاں خطِ مشکیں ساختند

دل پے نظارهٔ روئے حقیقت میطپد
شاهدِ حسنِ مجاز از بهرِ تسکیں ساختند

شاهدِ مقصود در آغوشِ دلها جلوه داشت
جستن از دیر و کلیسا رسم و آئیں ساختند

از لبِ معجز بیانت هیچ نگشاید مسیح
داروئے دردِ دلم زاں لعلِ نوشیں ساختند

جوهرِ جسمِ لطیفت جمله از سیم و زر است
تا چرا اے مه دلت از سنگ و رویں ساختند

فیضِ اصدق بے نیازم ساخت از دنیا و دوں
آنکه سنگِ آستانش کعبهٔ دیں ساختند

هر که باقر از خمِ تسلیم جامے در کشید
تلخیِ ناکامیش در کام شیریں ساختند

۴۴ مستغنیم ز فصلِ خزان و بهار کرد
سیماب وار هر که دلم بیقرار کرد

آن سرو چون گذشت بگلشن بپای او | فصل بهار خرمن گلها نثار کرد

در کام ذوق تلخی ناکامیم نماند | تا مست ساقیم ز مے خوشگوار کرد

از باده داشتم سر پرهیز ساقیا | مستانه نرگس تو مرا میگسار کرد

از یاد او دمے ندهد روئے غفلتم | یادم گهے نه آن بت نسیان شعار کرد

آسوده بوده ام ز غم روزگار حیف | فکر دل شکسته مرا سوگوار کرد

دلهائے عاشقان شده پامال توسنش | جولان به شیوه عجب آن شهسوار کرد

باقر خموش باش به تقدیر دم مزن
خوش کرد هر چه خواهش پروردگار کرد

۴۵

درد در دل عشق در جان ریختند | گل به گلشن دُر به عمان ریختند

حامل بار محبت کس نه بود | این بلا بر جان انسان ریختند

تا بگردون رفت موج اشکها | چشم گریانم چه طوفان ریختند

هر سخنهائے تو شیرین تر ز قند | در دهانت شکرستان ریختند

گریه در چشم عنادل کرد جا | خنده در اهل گلستان ریختند

فتنه و آشوب و طوفان بلا | سرمه سان در چشم جانان ریختند

درد را میرم که در دامان درد | از کرم گلهائے درمان ریختند

مرغ دلهائے اسیر دام عشق | در کمند زلف پیچان ریختند

از خرام قامت رعنائے تو | فتنها بر سرو بستان ریختند

آب رحمت بر سرِ اہلِ کرم　　خاک در چشمِ لئیماں ریختند

حضرتِ صائب بطرزِ ایں غزل
خوش غزل باقر بہ دیوان ریختند

۴۶ بوئے گیسوئے کسے باد صبا می آرد　　نکہتِ نافۂ آہوئے ختا می آرد

بس نیازِ دلِ بے صبر و تمنائے من است　　کہ ترا بر سرِ ایں نازو ادا می آرد

میرسد بر سرم امروز مسیحا نفسم　　تا دلِ خستۂ ما را چہ دوا می آرد

از سرِ انگشتِ تو تا در کفِ دستت جا یافت　　سرِ خطِ خونِ من آں رنگِ حنا می آرد

جاں سپردن برہِ دوست حیاتیست آید　　ایں فنائیست کہ تا حشر بقا می آرد

قدرِ ایں بادۂ گلرنگ چہ دانی زاہد　　صیقلے ہست کہ در سینہ صفا می آرد

باقر از سیلیِ سرپنجۂ افلاس منال
ذلِ فقر است کہ در ظلِ ہما می آرد

۴۷ ہیبتِ شاں رختِ لشکرِ قیصر شکند　　زورِ بازوئے تو شاہا درِ خیبر شکند

لمعۂ روئے تو تاب از رخِ خورشید برد　　سطوتِ جاہِ تو ہنگامۂ محشر شکند

تو بہ آں شوکت و شانی کہ بہ پیشِ تو کجا　　کلہِ ناز بسر خسرو و خاور شکند

کثرتِ تشنہ لباں گاہِ صلائے کرمت　　کوزہ بر کوزہ لبِ چشمۂ کوثر شکند

من بہ پیشِ تو کمر بستہ بخدمت شب و روز　　وائے بر من کہ دلم دستِ ستمگر شکند

خسروا یک نگہے از سرِ لطف و کرمت　　نفسِ امارۂ ما چوں بتِ آزر شکند

ایکه تو در دل من خار ستم میشکنی دست و بازوئے ترا حیدر صفدر شکند

مرہم زخم غم و رنج تو داری و مرا نشتر درد و الم در دل مضطر شکند

یا علیؑ شیر خدا بندۂ خود را دریاب تا کجا کار مرا چرخ ستمگر شکند

در ہوائے صفت عظمت و شانت شاہا
بال پرواز خیال دل باقر شکند

۴۸ جور گردوں ہر نفس ما را ز صد جا بشکند بخت وا ژوں در دل من صد تمنا بشکند

ہمچناں باشد براہ عشق لیلے گرم رو قیس را در پا اگر صد خار صحرا بشکند

کشتی خود را بطوفان بلا انداختم چوں حبابش نیست غم گر موج دریا بشکند

صنعت دست کہ باشد تا کند پیوند او خود اگر دست قضا آئینۂ ما بشکند

ماہ من چوں از مے گلگوں برافروزد غدا گرمی بازار حسن مہر و مہ را بشکند

جز یکے نبود میان وحدت و کثرت وجو چوں کسے عینیت گرداب و دریا بشکند

از دماغ او فرو ریزد خمار احتساب محتسب در بزم می گر جام و مینا بشکند

در بزم شراب چشم مستت شیشۂ دل را مبادا بشکند

گوہر مقصود می آید بدستش ہر کسے
پا بدامان توکل باقر آسا بشکند

۴۹ شب بشوق جلوۂ او دل بسے بیتاب بود فرش راہ انتظارش دیدۂ بیخواب بود

کرد مست و بیخودم طرز کلامت دلربا ہر سخن از لعل تو گویا شراب ناب بود

از خدا میخواستم چون مدعا پیشِ نظر | قبلهٔ ابروئے جاناں حلقهٔ محراب بود
سر بکف آمد دلِ من بر سرِ میدان عشق | رستمِ وقتِ خودش بود استی یا سهراب بود
غوطها در موجِ اشکم خورد و چشمش وا نشد | طالعِ شوریدهٔ من آنچناں در خواب بود
اے اجل افگندهٔ ما را کنوں بر روئے خاک | بسترم در زندگی از قاقم و سنجاب بود
من فدایش بوسهٔ او شد دوائے دلِ مرا | لعلِ نوشش قرص گل یا شربت عناب بود
شب عجب بزمے پُر از انوارِ حق دیدم بخواب | جلوه فرما یار بود و مجمعِ احباب بود

شب که در یاد بنا گوشش دو چشمم میگریست
دانهائے اشک من باقرؔ در خوش آب بود

۵۰ کسے این رتبهٔ و شانے ندارد | شود کس چوں تو امکانے ندارد
بطرزِ جامهٔ عریانیم بیں | که داماں و گریبانے ندارد
به تدبیرِ علاجِ ما مکوشید | مریضِ عشق درمانے ندارد
خوشا آں خاطرِ جمعے که هرگز | سرِ زلفِ پریشانے ندارد
مترس از کس بیا در خانهٔ ما | درِ درویش دربانے ندارد
دلِ من از خدنگت هست خالی | خلیل امروز مهمانے ندارد

سراپا جرم او بیجرمی اوست
که باقرؔ هیچ عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاطِ عالمِ رنگ بقا ندارد | مانندِ غنچه و گل بوئے وفا ندارد

رسمِ وفا نباشد در شهر خوبرویان آنکس که خوبرو شد مهر و وفا ندارد

بردار پرده از رخ بهرِ خدا که چشمم بے دیدنِ جمالت نور و ضیا ندارد

از زلف او که آرد چون بوئے گل نسیمے راہے خود اندر آنجا پیکِ صبا ندارد

آہستہ دشنہ راند تا جاں دہم بسختی آں سنگدل ہلاکم آساں روا ندارد

اکسیر خاکساری کردہ است زر مسِ من بے دولت است آنکس ایں کیمیا ندارد

عیسی تو از علاجم آخر شدی پشیماں گفتم کہ علتِ دل ہرگز دوا ندارد

گر بگذری بسویم بر دیدہ ات نشانم کیں خانۂ محقر یک بوریا ندارد

از غمزہ جاں ستانی از عشوہ دلربائی کس ایں نمط بہ من ناز و ادا ندارد

چوں آں سخن کہ آید زاں لعلِ شکر ینت شیرینی و لطافت آبِ بقا ندارد

شاہنشہیست اصدق در ظلِ کفشِ پایش تا ثیر ایں سعادت بالِ ہما ندارد

غیر از خدا بگوید پیشِ کہ حالتِ دل

آنکس کہ ہمچو باقر غیر از خدا ندارد

۵۲ ز تابِ عارض گرمت نقاب میسوزد ز گرمجوشی وصلت حجاب میسوزد

ز حسن و عشق تو داستانسرائے خوابم مگو فسانہ کہ در دیدہ خواب میسوزد

ز رشکِ نکہتِ گیسوئے عنبریں کسے بنافِ آہوئے چیں مشکِ ناب میسوزد

شبِ فراق ز آتش فشانیِ شوقت بسینہ ام دلِ پر اضطراب میسوزد

فشاں ز لطف بہ نظارۂ رخت آبے دلم بہ ہجرِ تو یا بوتراب میسوزد

چه برنگم که لبِ نازکت چناں شیرینست | که حلق و سینه ام این شهد ناب میسوزد
زسوزِ ہجر بہ تنہائی آں چناں سُوزم | که مرده در لحد اندر عذاب میسوزد
پیالهٔ زشبوئے خودم بده ساقی | که کام تشنه بشوقِ شراب میسوزد
چساں بسینهٔ من جا کند شکیب و قرار | که جان و دل ہمه از اضطراب میسوزد
بشوقِ وصل بنا گوش و گوشوارهٔ او | گہر بہ بطن صدف از عتاب میسوزد
محبت است چه آتش که در دلِ ہر کس | فتاد یک شررِ او شتاب میسوزد
بیاد آں لب و چشمش اگر کشم دم گرم | بخلد چشمهٔ شهد و شراب میسوزد
زجا روم نه به حسنِ بتان جلوه فروش | دلم بعشقِ تو عصمت قباب میسوزد
بجائے آب شرر ریزد از زچشم چه دور | بدیده برقِ نگاهِ تو آب میسوزد
چه دلبری تو که در آتشِ محبت تو | هنوز طفلی و ہر شیخ و شاب میسوزد

مپرس حال که باقر بعشق شعله رُخے
طپد دل و جگر از التهاب میسوزد

۵۳ کشاده بند قبا بیحجاب می آید | ہہ من است که مستِ شراب می آید
بدیده خوں شود و میچکد برنگ سرشک | اگر بہ ہجر تو یک لحظه خواب می آید
چه تیز میرسد از کوئے دوست قاصدِ من | مگر زپیکِ صبا ہم شتاب می آید
خیال جلوهٔ جاناں و دورِ لشِ در قبر | فرشته ایست که بہرِ عذاب می آید
زجذب عشق غبارِ رہت مرا از دور | برنگِ سُرمه بچشم پُر آب می آید

بنازه میرسد آن نازنین سوار من — گروه خلق روان در رکاب می آید

پیام وصل فرستاده ام باد باقر
به بینم از طرفش چون جواب می آید

۵۴

دردِ تو ز دل هرگز بیرون نتوانم کرد — آخر چه کنم دل را گر خون نتوانم کرد

زیباست سیه غالت در کنج لب میگون — در باده ولیکن خوش افیون نتوانم کرد

این است اگر دوری از وصل محال است این — کین دیدهٔ پرخون را جیحون نتوانم کرد

نازم کرمِ او را کز ناز نفرماید — من عاشق بیدل را محزون نتوانم کرد

تو قصهٔ خود برگو لیلی صفتم گوید — من گوش به احوالِ مجنون نتوانم کرد

هر آنچه دهند اے دل قانع نتوان بودن — دانی ز حد قسمت افزون نتوانم کرد

میگفت حزین باقر با عجز و ادب با من
یک شعر چو اشعارِ تو موزون نتوانم کرد

۵۵

بس خواستم ز دوست که مهمان شود نشد — زینت فزائے کلبهٔ احزان شود نشد

چین بر جبین ز کینه شود گاه دیدم — یکدم ز ناز خرم و خندان شود نشد

دامن زند همیشه پئے قتل بے گناه — گاہے ز شرم سر بگریبان شود نشد

من چون کنم برودت تنهائیم بکشت — آغوش گرم از و به زمستان شود نشد

هر چند فکر کرد معالج و لے صحیح — بیمار دردِ عشق ز درمان شود نشد

در وصل هم نکرده جدا پردهٔ نقاب — در بر کشیده خواستم عریان شود نشد

از صدمهٔ فراق ز بیتابی و قلق | یکدم خموش این دلِ نالاں شود نشد
نفسِ خبیث گشته بعصیاں چناں دلیر | کز کثرتِ گناه پشیماں شود نشد
بد خو دلم نگشت ز عشقِ بتانِ نفور | این گبر خواستم که مسلماں شود نشد

باقر بپا فتادم و بس خواستم ولے
یکذره مهرباں دلِ جاناں شود نشد

۵۶ کرد جا چوں بدل از هیچ مداوا نرود | عشق دردیست که از دارو عیسیٰ نرود
تو چه زیبا بخرامی که به زیبائی آں | بر گلو خنجرِ بیدادِ تو زیبا نرود
جا گرفته است بکوئے تو غبارم ز انساں | که بصد حیله چو نقشِ قدم از جا نرود
من اگر اذنِ تو باشد بر کابِ تو روم | کس پئے سیر بقربانِ تو تنها نرود
تشنهٔ شربتِ وصلِ تو عجب تشنه لب است | آبِ خضر است اگر در پیش از جا نرود
پرده بردار ز رُخ بهرِ تماشا امروز | دلِ عاشق ز پئے وعدهٔ فردا نرود
قیدئ سلسلهٔ زلفِ تو گردید دلم | این چناں سلسلهٔ هست که از پا نرود
شوقِ وصلِ تو فتاده است بدانساں در دل | که اگر خاک شود نقشِ تمنا نرود
سوئے جنت مگر از جبر کشندش ورنه | ساکنِ کوئے تو در خلد به عمدا نرود

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر
دلِ آگاه پئے هیچ تمنا نرود

۵۷ چوں کسے رازِ محبت را بدل پنهاں کند | نشئهٔ این بادهٔ اهلِ درد را عریاں کند

چو تریاق اگنده زهرش بکام | بسینه زده در دل چرخ گام

سراپای دیده بهر کشوری | بمنظور ناظر بخوش منظری

ثری تا ثریا بوجد و نشاط | بگسترده از عیش و عشرت بساط

فزاینده عیش و زداینده غم | چه شیرین شکر در دهن تلخ سم

بپرداخت دخت پیمبر سرا | سراپا ز بیگانه و آشنا

بفرمود فرمان ده انبیا | بفرخ رخی رخ بخیر النسا

سپس گفت ای نازپرورد من | دوای دل و داروی درد من

ز دونان رسن برده‌ام درد و رنج | من رنجه‌ام در سرای سپنج

ز تاب تب اندر تنم تاب نیست | بدیده ز بی‌تابیم خواب نیست

بیار آن کسای یمانی بمهر | تن از سوز تب پوش و از تاب چهر

تن آسان و آسوده زیر کسا | بیاسایم از صبحدم تا مسا

پذیرای فرمان فرخ رسول | بفرخندکی فرخجسته بتول

شکفتید و چون غنچه گل شگفت | چه دانی چه گفت و چه پاسخ شنفت

چه بود آن کسا و که آورد تفت | که بود آنکه اندر دل برد رفت

پاک کن اشکِ مرا از چشم زاں اندیشه کن　　عالمے سازد خراب این قطره چوں طوفاں کند

چوں ز دستِ نازنینِ خود بریزی مَے بمے　　هر لبِ زخمِ مرا مانندِ گل خنداں کند

میکند از یک نگه دلهائے عالم صید خود　　چوں سمندِ ناز را آں شوخ در جولاں کند

روشنیِ اهلِ دل هرگز نماند در لباس　　شمع نورِ خویش در فانوس چوں پنهاں کند

حلِ عقدِ مشکلم سازد که از فیضِ نظر　　مشکلِ ما را اگر مشکلکُشا آساں کند

دشمن از تیغِ جفایت گر کُشد باقر چه غم
زنده از اعجاز لب آں عیسیِ دوراں کند

۵۸

هر خوبرو ز غصّه بدل خار بشکند　　چوں آں نگار طرّهٔ طرّار بشکند

از جلوهٔ رخ تو حسینانِ عصر را　　از جوشِ شرم گرمیِ بازار بشکند

کافیست گیسوئ تو پئے بستنِ دلش　　زنجیر اگر بپائے گرفتار بشکند

هر لحظه غمزه ات بدلِ عاشقِ حزیں　　صد نشترِ الم پئے آزار بشکند

سرخوش ز نرگسِ تو چناں شد که رندِ مست　　خمهائے باده را سرِ بازار بشکند

از لطف یکدو حرف ز بیمار پرسیت　　تبهائے کهنه از تنِ بیمار بشکند

اے ترکِ آنچناں تو مسلماں نژاده　　کز غمزهٔ تو لشکرِ کفّار بشکند

از مشک بیز نکهت و از بوئے جانفزا　　زلفِ تو قدرِ تبت و تاتار بشکند

مانند میلِ سرمه در آرد بچشم اگر　　خارِ رهت بپائے طلبگار بشکند

تو آں گلی که در چمن آئی اگر بناز　　از جلوهٔ تو رونقِ بازار بشکند

نازم به این خرام که از جوشش انبساط　　خلخال پای تو دمِ رفتار بشکند

من چون شکسته دل نه بمانم که روزگار　　کارِ مرا چو زلف بهر بار بشکند

منصور اگر ز فیض نگاهم برد نصیب　　زنار کفر خویش سرِ دار بشکند

دلهای بسته وا شود از غنچهٔ دهن　　چون قفل خامشی دمِ گفتار بشکند

از درد دل چو ناله کنم گنبدِ فلک　　از یک شرار آه شرربار بشکند

از مستیِ نگاه تو در محفلِ شراب　　ساقی پیاله بر سرِ میخوار بشکند

چون در رکاب تو نتواند رود ز خشم　　شمشاد پای خویش بگلزار بشکند

آن کیست در زمانه بفرما که همچو من　　شکّر بهر سخن دم گفتار بشکند

فریاد زین ستم که مرا بند استخوان　　از غیظ و غصه چرخ ستمگار بشکند

ما را چه غم که خدا ناخدای ماست　　گو کشتیم به چشمهٔ زخار بشکند

یکره اگر کرشمهٔ چشمِ تو بنگرد　　پیمان زهد زاهد دیندار بشکند

باشیم ما به عهد و به پیمان خود همه　　صد بار اگر معاهده آن یار بشکند

گر بهر دیدنت سر نگهی بی ادب رود　　پای نظاره دیدهٔ بیدار بشکند

بوده است قسمتم که فتاده است بر سرم　　باری که کوه را کمر این بار بشکند

پیشش حلاوتِ سخنِ من چه دم زند　　طوطی هزار قند بمنقار بشکند

هر کس شکست تن بدل اوست گردنش　　یارب ز گرز حیدر کرّار بشکند

هر پارهٔ دلم بکفِ دست آن نگار　　چون دانه در شکنجهٔ عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تاثیر ناله ام
مطرب اگر به بربط خود تار بشکند

۵۹

او بکاشانه چرا سرو چراغان دارد | هر که از عارض تو شمع شبستان دارد
سنبل از زلف و ز عارض گل خندان دارد | طرفه یاقوت لب و گوهر دندان دارد
چه بلا سیل سرشک است ز چشمم در جوش | کشتی نوح کند غرق چه طوفان دارد
از نگاهی ز دل خلق برد صبر و قرار | طرفه سحر نظر آن نرگس فتان دارد
شربت خضر بود لذت یک بوسهٔ آن | از لب آن شوخ مگر چشمهٔ حیوان دارد
داد بیداد که آن کافر بدکیش ز کین | باز ترکانه سر قتل مسلمان دارد
پرده از مهر رخ او که تواند برداشت | شوق نظاره عبث این دل نادان دارد
دلبری شیوهٔ ناز است و پی فتنه گری | از دو گیسو مه من سلسله جنبان دارد
جوهر تیغ تو نازم که چسان از اثرش | هر گل زخم دل من لب خندان دارد
میکند قصد هلاک من شیدا شب هجر | شیر قالین صفت شیر نیستان دارد

نیست آسان شب من صبح بگردد باقر
طول چون روز قیامت شب هجران دارد

۶۰

ز نور روی تو هر دیده که روشن شد | ز فیض یک نظرش خار زار گلشن شد
ز ناز یار رخ روشن چو شد سوار سمند | ز جلوه مشرق خورشید پشت توسن شد
نه بازگشت چو ره یافت چین طرهٔ تو | خوشا ز بهر همای دلم نشیمن شد

متاع طاقت و صبر و قرار ما را سوخت ‌‌ نگاه گرم ز چشم تو برق خرمن شد

بقدر حوصله بخشند زاهدا منزل ‌‌ ترا بهشت و مرا کوئے یار مسکن شد

دلم ز پرده ازین ره کند تماشایت ‌‌ درونِ سینه ام از غمزهٔ تو روزن شد

پئے نظارهٔ تو در چمن گل و سوسن ‌‌ تمام چشم بگردید و محو دیدن شد

بحال خویش خدایا بهند میلرزم ‌‌ خوش آن کسیست که او را مدینه مدفن شد

گهے که خلقت انسان ز آب و گل گردید ‌‌ تنت ز آئینه گشت و دلت ز آهن شد

هر آنچه داشت دلم از متاع هوش و خرد ‌‌ فدائے یک نگهِ آن نگارِ پرفن شد

توان مشاهدهٔ انقلاب دهر نمود ‌‌ کسیکه بود مرا دوست بیش دشمن شد

ز هوش رفت بیک جلوهٔ رخت باقر

قد تو موسیِ ما را نهال ایمن شد

۶۱

اسیرِ زلف تو گشتم بلا همین باشد ‌‌ مریض عشق شدم ابتلا همین باشد

غبارِ مقدم او کرده دیده ام روشن ‌‌ ز کحل طور نگر توتیا همین باشد

نهادهٔ بسرم تیغ و گفتهٔ جد اوست ‌‌ فدائے ناز تو جانم ادا همین باشد

برو نما دل و دین میکنی طلب آرے ‌‌ برائے همچو رخے رونما همین باشد

بدست صدمهٔ هجران سپردنِ عاشق ‌‌ طریق مهر و شعارِ وفا همین باشد

گهے ز لطف رساند شمیم طرهٔ او ‌‌ امید من ز نسیمِ صبا همین باشد

بشمع روئے تو پروانه سان دهم جان را ‌‌ مراد خاطرم اے دلربا همین باشد

بکوئے دوست چو بسمل طپیدن و مردن | عروج رتبۂ اہلِ وفا ہمیں باشد

زناز باقر دلخستہ را بکش در بر
پئے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

۶۲

بہ تلخی میدہد جان و دلم تسکیں نمی یابد | کہ ہم یک بوسہ زاں لعلِ لبِ شیریں نمی یابد
چہ رنگے ہست در رویت کہ رنگِ گل پر وازِ وے | چہ بوئے ہست در زلفت کہ مشکِ چیں نمی یابد
تو داری سختئ در دل کہ مثلش سختئ ہرگز | اگر خواہد کسے از سنگ و از روئیں نمی یابد
بحسنِ خود بود شاداں بہ یکتائی بود نازاں | کہ چوں خود خوبروئے آں بتِ خود بیں نمی یابد
حذر از غیر میدارد بمن سازد بناچاری | کہ یک عاشق چو من آں کافرِ بد دیں نمی یابد
بود سر گرم عشرت خسرو و با ایں مشقتہا | متاعِ عیش را فرہاد از شیریں نمی یابد

بکامِ دل رسد اغیار از دستِ تو یا قسمت
مرادِ خویشتن را باقر مسکیں نمی یابد

۶۳

درد ہا میدہد و در پئے درماں نرود | قاتلِ ماست کہ بر خاک شہیداں نرود
بر سرِ نعشِ من آئی تو اگر جلوہ کناں | جاں محال است کہ در قالبِ بیجاں نرود
گر تو یکرہ نگری طرۂ خوباں زاہد | از تو سودائے سرِ زلفِ پریشاں نرود
روشِ عرفی و جامی ہمہ سہل است ولے | در رہِ حافظ ما ہیچ غزلخواں نرود
نیست روزم کہ بہ سودائے تو از دستِ جنوں | تا بداماں مہ من چاک گریباں نرود
از جفائے فلک اے وائے چہ نالم کہ من | آفتے نیست کہ از گردشِ دوراں نرود

جذبهٔ عشقِ زلیخا بروش موی کشاں — یوسف از خود طرفِ مصر زکنعاں نرود
دیں پناه است زبس آں بت نصرانی من — میل طبعش طرفِ ہیچ مسلماں نرود
از وطن دور فتادیم بغربت لیکن — از دلم ہیچ گہے یاد عزیزاں نرود
بے رخِ شعلہ برافروز تو باشد نہ شبے — کز دلم تا بفلک نالهٔ سوزاں نرود
هر که شد بادشہِ ملک قناعت باقر
خاطر او طرفِ ملک سلیماں نرود

۶۴ تائب زعشق ایں دل ناداں شود نشد — ایں گبر خواستم که مسلماں شود نشد
در شوق سوختیم که آں ماهرو مرا — یک شب زناز شمع شبستاں شود نشد
بگریستم بسے به تمنا که روزیم — یک بوسه ازاں لب خنداں شود نشد
خون دلم شراب نمودم جگر کباب — تا یک شبے بیاید و مهماں شود نشد
نازم ترا جنوں که بجوشِ تو دست من — فارغ زشغل چاک گریباں شود نشد
سویم ندید یک نظرے گرچہ خواستم — گفتم که مهرباں دل جاناں شود نشد
چشمِ ترم نمود عیاں گرچه خواستم — رازِ دلم نهفته و پنہاں شود نشد
باقر بسے زجوش ندامت گریستم
تا محو و شسته دفترِ عصیاں شود نشد

۶۵ تا بعشقِ یار بے پروا دلم دیوانه شد — خویش با من غیر گشت و آشنا بیگانه شد
بسکه در عشقِ سرِ زلفِ تو از جاں گفته‌ام — پاره هاے استخوانم کاکلت را شانه شد

تا دلِ بلبل شرارِ آتشِ گلها بسوخت ‌ ‌ ‌ این دلِ دیوانه بر شمعِ رخت پروانه شد

برهمی رُوداد تقوی را بدورِ نرگست ‌ ‌ ‌ شیخِ شهر افتاد مست و محتسب دیوانه شد

نے بشهرِ خویش تنها شهرهٔ عشقت شدم ‌ ‌ ‌ در دیارِ دوردست این قصه و افسانه شد

عارج بالم وصالم بعد صد رنج و تعب ‌ ‌ ‌ باعثِ این شانِ رفعت همت مردانه شد

بسکه میگریم بیادِ حلقهٔ گوشِ کسے ‌ ‌ ‌ قطرهاۓ اشکِ چشمم گوهرِ یکدانه شد

میکنم یادِ تو وازبهرِ ذکرِ نامِ تو ‌ ‌ ‌ قطرهٔ اشکِ مسلسل سبحهٔ صد دانه شد

گر بسوزد پاک زین آتش دل و جانم چه دُور ‌ ‌ ‌ سینهٔ گرمم زتابِ عشق آتش خانه شد

چون نشد از خانقه ممکن حصولِ مدعا
باقرِ بیچاره آخر راهیِ میخانه شد

۶۶

دلِ زارم بعشقش مبتلا شد ‌ ‌ ‌ چه شد ناگه گرفتارِ بلا شد

زخوبانِ فتنه آرا کس چنین نیست ‌ ‌ ‌ بلاۓ جان رخت نامِ خدا شد

بجز سُویت ندارم هیچ میلے ‌ ‌ ‌ دلم پاک از همه حرص و هوا شد

باین مهر و وفا جور و جفا ها ‌ ‌ ‌ عبث دل بر تو ظالم مبتلا شد

برنگِ غنچه خون شیدا دلِ من ‌ ‌ ‌ بشوقِ آن بتِ گلگون قبا شد

بگاهِ بوسهٔ آن روۓ رنگین ‌ ‌ ‌ جبینِ او عرق ریز از حیا شد

بهر بزمیکه رفتی از سرِ ناز ‌ ‌ ‌ بلند آنجا صداۓ مرحبا شد

بلا خود بوده است آن دستِ رنگین ‌ ‌ ‌ بلا اندر بلا رنگِ حنا شد

بمرگ من مبیرم الفتش را — سیه پوشش از پے رسم عزا شد
بشوق دست او خود نامهٔ شوق — روان چابک تر از پیک صبا شد
بنازم رافت اورا که باقر
بحالم مهربان بهر خدا شد

۶۷ چند دل از ستمت شکوهٔ بیداد کند — تا کجا از تو جدا ناله و فریاد کند
به برد عرض شهیدان دل بیتاب اگر — جنبشے نیز تهٔ خنجر جلاد کند
عجبے نیست ز لطف و کرم او که گہے — جلوه آرا شود و خانه ام آباد کند
دل چو تسلیم نمودم همه لطف و کرم است — هر قدر جور و ستم بر من ناشاد کند
پند ناصح که بود تلخ تو از گوش قبول — بشنوی گر اثرِ سیلے استاد کند
چون فراموش ز دل کرد باین زندگیم — چه امید است پس از مرگ مرا یاد کند
فارغ از نقش و نگارم که خیالِ تو بدل — کار صنع قلمِ مانی و بهزاد کند
مردم آنجا و شدم خاک و لیکن ترسم — که صبا خاک من از کوئے تو برباد کند
هست امید ز ساقی که درین بزم شراب — یکدو جامے من خسته هم امداد کند
باقر از شیوهٔ جور و ستمِ یار مرنج
دل عشاق محال است که او شاد کند

۶۸ زان لب نوش دل من مئے نابے نکشید — وین جگر تشنه ز تیغش دم آبے نکشید
غنچه سان خون نشود چون دل حسرت آگیں — کز رخ لاله رخان بند نقابے نکشید

چون تواں دامن وصل تو کشیدن در خواب   هر که در عمر برخ چادر خوابی نکشید

بسکه بوده است فسان[1] دیده دمِ خنجر تو   بسملت زود ز جاں رفت و عذابی نکشید

وای قسمت که دلِ خوں شده ام چندیں سال   خدمتِ پیر مغاں کرد و شرابی نکشید

لطف یکسو که گهی آں بت سفاک من   چیں بر ابرو زده هم تیغ عتابی نکشید

کرد برباد همه عمر بخلوت زاهد   در خرابات مغاں بادهٔ نابی نکشید

باقرِ خسته جگر تشنه بحسرت جاں داد
یکدم از چشمهٔ حیواں تو آبی نکشید

۶۹

دلم پامال رفتارِ تو باشد   هلاکِ طرزِ گفتارِ تو باشد

خریدار تو صد همچوں زلیخا   ز یوسف گرم بازارِ تو باشد

رها گردد ز هر قیدی هر آنکو   اسیرِ زلفِ خمدارِ تو باشد

بنازم دولتِ بیدار بختی   که چشمش محوِ دیدارِ تو باشد

بسوزد آنکه قصرِ آسماں را   دلا آهِ شرر بارِ تو باشد

بیا ای دل تواں با او نمودن   ز هر جنسی که در بارِ تو باشد

بیا جانا بکن سودا که باقر
به نقدِ جاں خریدارِ تو باشد

۷۰

یک ادای تو بمن بر کرمت دال نشد   هیچگه از طرفت پرسشِ احوال نشد

زخمیِ تیرِ نگاهِ تو نشد کو جگری   واں دلی کو که ز رفتارِ تو پامال نشد

---

[1] فساں بفتح اول سنگی باشد که کارد و شمشیر بداں تیز کنند (برهان قاطع)

داشت در پنجهٔ ادبار مرا نفس لعین — بکفتے غنیمت کہ از زشتی اعمال نشد

میتراود ز تو بیصرفہ بسے تقوی و زہد — زاہد اے وائے کہ یک قال ترا حال نشد

باقر رحمت حق باد بر آنکس کہ چو من
طالب جیفۂ دنیا و زر و مال نشد

۱۷ ز روئے جلوہ آرائے تو روزم روضۂ گل شد — شب من از سر زلفت خیابانے ز سنبل شد

تو باشان غرور حسن آنجا محو استغنا — دل بیچارہ اینجا کشتۂ تیغ تغافل شد

بیا اینجا و مستی کن بذکر نام حق ہمدم — کہ در عشرتگہ جاناں بلند آواز قلقل شد

مرا چوں دید گفتا از کجائی کیستی برگو — فدائے ناز او جانم چہ خوش گرم تجاہل شد

پر و بال عنادل در ہوا واسوخت در گلشن — بلندا مشت مگر یارب شرار آتش گل شد

گہے طناز سرو ناز گاہے نعرہ زن قمری — گہے رخسار گل گردید گہ فریاد بلبل شد

لب از فریاد بر بندم چساں ضبط نفس سازم
کہ درد فرقتش باقر فزوں تر از تحمل شد

۷۲ تا روئے رشک سوسنت از غازہ گلگوں میشود — ایں چشم محو جلوہ ات از گریہ پرخوں میشود

یک نگاہ ناز کن اے جان جاں تا بہ شود — ہاں از علاج عیسیم درد دل افزوں میشود

رو میشود عناب را از جوشش غیرت سیہ — ہر گہ ترا زیب مسی آں لعل میگوں میشود

با غیر تا دیدم ترا روزے بعشرت ساختہ — در سینہ داغ غیرتم ہر روز افزوں میشود

روزے بدیدم زلف تو چوں ابر بر ماہ رخت — ہر گہ کنم یاد ایں ادا ایں دیدہ جیحوں میشود

بیان بدیع معانی زبان — نیارد که گنگست در این بیان

حصاری که شسته رخ چرخ بلند — بپاپیش پای خرد کنده بند

گرت زآلت نه فلک نردبان — نشاید رسیدن ببالای آن

بکوتاهی آید زبان دراز — نسازد بدانائی افشای راز

شکرریز شد بسته زین شکرش — که شکر نهفتند در گوهرش

بجز مهرش از مهر بر هرچه هست — بدلهای کوبان بر افشانده دست

فروزد چه شمع فروزان جمال — چه پروای پروانه از پر و بال

پر افشان میان بسته بگشوده بال — جز از سوختن کی بود هم خیال

چگویم ز چیزی که ناید بوهم — بزرگست معنی نگنجد بفهم

بجائی که برتر از او جای نیست — خرد را و اندیشه را پای نیست

در آن پهنه کز پویه ماند خرد — نیارد ره اندیشه آنجا برد

نیارد خرد درک و فهم سخن — چو جوئی ز اندیشه و وهم و ظن

بخیر الوری فرخجسته کسا — بیاورد فرخنده خیر النسا

همیر بدانسان که فرموده بود — بپوشید چه دیده روی و غنود

بس کرده افزون مستیم خالِ لبِ میگون تو — هان نشه بالا میشود در مَی چو افیون میشود
معشوقه عاشق میشود چون پخته شد سودای عشق — لیلی بکارِ عاشقی همرنگ مجنون میشود
از مدتے لب تشنهٔ آب دمِ تیغ توام — وین خشکیِ کام و دهان هر روز افزون میشود
ما از سیه بختی خود باقر همی نالیم آه
تا تیره روزِ من چو شب زان زلف شبگون میشود

۷۳
شب تاریک من از روئے تو پر نور شود — بے سرِ زلف تو روزم شبِ دیجور شود
خط مشکین لب یار چو مذکور شود — از پے زخم دلم مرهم کافور شود
تو چنان بادشهِ کون و مکانی که شها — کفش خدام درت افسر فغفور شود
ذات حق چون نفسنا عین وجودت گردد — هر بُنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود
از فروغِ رخ پر نور تو گردد بیهوش — قامتت از پے موسی شجرِ طور شود
چند معموره بگردد ز نگاهش ویران — مست از باده چو آن نرگس مخمور شود
گر دهد حادثه اجزائے وجودم برباد — نیست ممکن خط عشق تو ز دل دُور شود
از تهِ زلف اگر جلوهٔ رویت بیند — ماه در پردهٔ ابر آید و مستور شود
اے پسر غره مباشی بجوانی زنهار — که قریب است کنون مشک تو کافور شود
از غم و غصه نگردد به اجل چون نزدیک
هر که باقر نمط از انجمنت دُور شود

۷۴
شوقم براهِ عشق بکوئے تو میکشد — داماں دل گرفته بسوئے تو میکشد

عذرم بنه که شدتِ بیتابیِ دل است / دستم اگر نقاب ز روئے تو میکشد

مستی چنان فزود بدورت که محتسب / در مجلسِ شراب سبوئے تو میکشد

نازم باوجِ مرتبۂ تو که جبرئیل / از چاه زمزم آب وضوئے تو میکشد

سوزد زغصّه روئے حسینانِ روزگار / مشاطه غازۂ که بروئے تو میکشد

دوری ازو نخواسته با آنکه صد عذاب / بیچاره دل ز آتش خوئے تو میکشد

صد در برو کشاده زفیضِ تو می‌شود / در شب دلیکه نعرۂ هوئے تو میکشد

باقر بخود ببال که در جرم بوسه یار
زنجیر زلف بسته گلوئے تو میکشد

۷۵ سیه ابر آمد از کهسار و گلشن سبز و خندان شد / بیا ساقی بده جامے که فصلِ نوبهاران شد

چمن شد روضۂ رضوان ز حسنِ عارضِ گلها / خیابانِ ارم از سرو گلشن را خیابان شد

تجلی گاه ایمن شد ز نورش کلبۂ تارم / بگاهِ وصل در آغوش چون آن شوخ عریان شد

به هجرِ تو معاذ الله دو چشمِ اشکبارِ من / ندانم بحر قلزم گشت یا دریائے عمان شد

بیاید بر سرِ من معذرت خواهان بحمد الله / که یارم از جفائے خود پس از عمرے پشیمان شد

مدامم گوهرِ اشک است در دامن که میریزد / تو گوئی دیدۂ دریا فشانم ابر نیسان شد

بهر روئے چو روئے گل چو بلبل میدهم جان را / دلِ من مشتهر در عشق در شهرِ حسینان شد

نه تنها غمزه و نازش بلائے اهلِ مجلس شد / بخوبی شهرتِ او آفتِ خلوت نشینان شد

ز راهِ راست دور افتاد یا رب دستگیری کن

دلِ بیچارهٔ باقر اسیر مکر شیطاں شد

خیز و برگرد سرشس گرد که دلدار آمد — بخت خوابیده به بین طالع بیدار آمد ۷۶

نشود حسنِ خدا داد بخلوت مستور — یوسفِ مصر زکنعاں سوئے بازار آمد

دوش مطرب غزلے خواند بصوت عجبے — که برقص از طربش هر در و دیوار آمد

صادقاں راست بصحبت اثرِ طرفه به صدق — که چو منصور انا الحق زسرِ دار آمد

در رهِ عشق ندانسته نهادند قدم — کیست آنکس که دریں راه خبردار آمد

به تمنائے بنا گوش تو از چشم ترم — قطرهٔ اشک برنگِ درِ شهوار آمد

غافلاں را نبود بار بخلوتگهِ دوست — هر که آمد به ادب آمد و هشیار آمد

هر حدیثِ تو بدلها در صد فیض کشاد — حقهٔ لعلِ تو گنجینهٔ اسرار آمد

حذر از باقر دلخسته که آں سوخته جاں

در سرِ کوئے تو با آه شرربار آمد

اے خوشا آنکس که شب را با تو فردا میکند — خویش را در انجمن بهرِ تو تنها میکند ۷۷

سیر از سیر دو عالم فارغ از کون و مکاں — پا بداماں کرده در کوئے تو ماوا میکند

در بروئے خویشتن بربسته از هر دو جهاں — بر مصلی کرده جا ذکرِ تو شبها میکند

در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو — خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکند

پائے در زنجیرِ عزلت گه بود خلوت گزیں — چاک دامن کرده گاهے رو بصحرا میکند

از نگاهِ فیض خود میسازد احیائے قلوب — وز دمِ جاں بخشِ خود کارِ مسیحا میکند

باقرِ عصیاں شعارت از تو یارب کریم
حشر را در زمرهٔ ایشاں تمنا میکند

۷۸

نگهتِ زلفِ کسے باد صبا می آرد | نافهٔ مشکِ ختن از پئے ما می آرد

صورتِ شیخ فرود آر به آئینهٔ دل | صورتِ شیخ بدل نور و ضیا می آرد

دردمند آمده ام بر تو منِ خسته که درد | خستگاں را بدرِ دار شفا می آرد

گاه بر سر زنم و گاه بنالم اے وائے | بر سرم جور و جفائے تو چها می آرد

میرسد قافلهٔ یار سفر کرده مگر | مژدهٔ آمدنش بانگ درا می آرد

قطره از خوں دلم مال و تماشا فرما | که بپائے تو چه خوش رنگِ حنا می آرد

خنده زن شد چمن آمد بخرام ابرِ بهار | ساقیِ من مئ خورشید لقا می آرد

میرسد خرم و خنداں ز سرِ کوچهٔ یار | مژدهٔ وصل مگر پیکِ صبا می آرد

می رسد ساقی و با خود ز خراباتِ مغاں | ساغر و شیشهٔ می نامِ خدا می آرد

هر که افتاد دریں دیر ندانم تقدیر | بکجا می برد ایں راز کجا می آرد

سرو و گل تازه و تر شد بچمن فصلِ بهار | بلبل و فاخته را نغمه سرا می آرد

گر بکارِ تو فتاد عقده چه رنجی اے دل | رحمتِ حق ز پئے عقده کشا می آرد

فتنهٔ چشم تو نازم که یک دیدنِ او | بر سرِ ناله و فریاد مرا می آرد

جذبهٔ عشق مرا بیں که دلِ سنگ ترا | از سرِ جور سرِ مهر و وفا می آرد

زیبِ بستر بود و لیک نیاید به برم | چه بلائے بسر ایں شرم و حیا می آرد

میرسد عیسی مریم بسرِ من بینم گر پے دردِ دلِ من چہ دوا می آرد

شرم از کردۂ خود دار کہ باقرؔ عملت
ہیچگاہے بدلت خوف خدا می آرد

۷۹

ہر نفس از تو جدا نالہ و آہم باشد گر نہ پرسی تو مرا آہ چہ حالم باشد

ہرگز از دردِ دلِ زار شفا ممکن نیست خود معالج اگرم عیسے مریم باشد

جانگزا ہست بسے درد دل از فرقت تو ہست بسیار فزون انچہ کم از کم باشد

ہرگز از قید بلا نیست رہائی ممکن ہر کرا بند دل آن طرۂ پرخم باشد

چارۂ کار ندانم زکہ پرسم چہ کنم گر پے زخم دلِ خستہ چہ مرہم باشد

بر تنِ زار ہر آن داغ کہ از ہجر تو بود امشب از جلوۂ تو نیر اعظم باشد

بندۂ نازِ توام ہرچہ بخواہی فرما سرِ تسلیم بہ پیشِ تو مرا خم باشد

حل ہر مشکل من ہست بدستت یا شیخ دستگیرم چو توئی پس چہ مرا غم باشد

ضعفم افگند بکوئے تو وگرنہ چو صبا تا ببامِ تو پرم گر پر و بالم باشد

چہ بگویم کہ ز جور و ستمت باقرؔ را
آہ ہر روز و شب و نالۂ پیہم باشد

۸۰

دلِ شیدا طلب روئے تو ہر جا میکرد گہ سوئے مسجد و گہ رو بکلیسا میکرد

لب لعلِ تو کہ شب خندہ چو گلہا میکرد دہن تنگ ترا شرح معمّا میکرد

من فدائے لب لعل تو کہ از خندۂ ناز مائلِ خندہ چو گل غنچۂ دلہا میکرد

یاد آن عهد که در کوئے تو مسکین دل من | روزها شور و فغان ناله به شبها میکرد
میکند خندهٔ تو انچه کند شربت خضر | میکند لعل لبت انچه مسیحا میکرد
بود زانجمله دل خستهٔ من نیز یکے | چشم فتان تو چون غارت دلها میکرد
خوش رسیدی بسروقت ز جامے بنواز | ساقیا بس دل من میل بصهبا میکرد
توبه کردم ز مے ناب و پشیمان گشتم | ہائے او محو ز دل کاوش غمها میکرد
حالیا آه به پیشِ که برم مشکل خویش | رفت آنکس که مراحل معما میکرد
سجده گاهِ دل و دین شیخ من و مرشد من | پیر اصدق که علاجِ دل شیدا میکرد
گریه میکرد چو شبنم چو سحر دیدهٔ من | دهن زخم دلم خنده چو گلها میکرد

باقرِ خسته زجان رفت و نشد روزی او
بوسهٔ کز لب لعل تو تمنا میکرد

۸۱

بندهٔ عشق توام خلق خدا میداند | کشتهٔ ناز توام جلّ و علا میداند
دلِ من زلف ترا دام بلا میداند | روئے پرنور ترا شانِ خدا میداند
عشوه و غمزه و شوخی همه ختم است برُو | نیست شوخے که چو او ناز و ادا میداند
انچه بر ما گذرد پیش تو خواهد گفتن | حالتِ زار مرا پیک صبا میداند
درد عشق است که آورد لب جان حزین | کیست آنکس پے این درد دوا میداند
دلِ آگاه من خستهٔ رخ مهر و قمر | پیش خورشید عذارِ تو سها میداند
گرچه طفل است همه دلبر من لیک چها | شیوهٔ ناز و ادا نامِ خدا میداند

دارم امید ز لطفش که گشاید گرہے　　عقدۂ کار که آن عقده کشا میداند

از عتاب و ستم و جور و جفا ہا بروئے

انچه کردی تو دلِ باقر ما میداند

۸۲

دل من بیقراری میباشد　　بے تو سیماب واری میباشد

بلبلے ہمچو من به گلشن نیست　　گرچه بلبل ہزاری میباشد

دل پُر از درد و بیتو دیدۂ من　　دایماً اشکباری میباشد

چه گنه کرده ام بگو کز من　　دل تو پر غباری میباشد

زلف تو دایما بخوشبوئی　　رشکِ مشکِ تتاری میباشد

دل شیدا بدوریِ رویت　　دایما سوگواری میباشد

جائے زلفت برخ بود آرے　　بر سرِ گنج ماری میباشد

ہست باقر چه رند میخوارے

دایما در خماری میباشد

۸۳

آن مه توجہے بمن اصلا نمیکند　　از یاد بردو پرسشے از ما نمیکند

صد نامۂ نیاز فرستادمش ولے　　او نامۂ ز بہر من انشا نمیکند

میرم ستمگریش که خلقے به تیغ ناز　　از جاں ہلاک سازد و پروا نمیکند

صد بار میروم بدرش جبه سا ولے　　درباں چه کافرست که در وا نمیکند

آن مست ناز ما است که در بزم میکشان　　میلے بسوئے ساغر و صهبا نمیکند

صبر و سکون ربودی و بازش نمیدهی — مسکین دلم ز شرم تقاضا نمیکند

بخشند خلد و روضهٔ رضوان اگر باو
باقر بغیر کوئے تو ماوا نمیکند

۸۴
دل سوداز دهٔ شورش جانم دادند — چشم خونبار و دم شعله فشانم دادند

شکر لله که ز فیضان نهانخانهٔ غیب — معجز ناطقه و سحر بیانم دادند

گلرخے سیم تنے سرو قدے مهر وشے — شاهدے غنچه لبے موئے میانم دادند

آه گرم و دم سرد و لب خشک و غم عشق — انچه میخواست دل خسته همانم دادند

از قد راست اگر ناوک دلدوز ترا — از قد خم شدهٔ طرفه کمانم دادند

زاهد از من مطلب رهروی حل و حرم — در ازل سلک ره عشق بتانم دادند

باقرم با طرف خانقهٔ شیخ چه کار
خدمت میکده و پیر مغانم دادند

۸۵
چو گرم جلوه فرمائی بطرز دلربائی شد — دل زاهد برون از قید رسم پارسائی شد

به رخسار حسینان جلوه ها فرمود و شد پنهان — چو آن خلوت نشین جانانه گرم خود نمائی شد

نماند اکنون به نزد من بهائے وصل او باقی — مرا دین و دل دیوانه صرف رونمائی شد

ز فرقش تا قدم بحر لطافت میزند موجے — عیان از صورت پاکش چه شان کبریائی شد

تنش رنگین چو گل در وصل شد از جوش آغوشم — ز نقش بوسه هائے من کف دستش حنائی شد

نه چیدم یک ثمر از باغ حسن یار یا قسمت — دلم صد پاره همچون گل ز درد نارسائی شد

نماند اندر جهان یک ذره رسمِ راستی باقی — دلش را با دلِ عاشق چو میلِ کج ادائی شد

شدم از سجدهٔ دیر و حرم مستغنی ای زاهد — سرم چون بر درِ آن شوخ گرمِ جبهه سائی شد

ز دردِ فرقتش باقر ز جان رفتم بحمدالله

کز آزارِ دلِ شوریده ام اکنون رهائی شد

۸۶

شب زینت آغوشِ من آن ماه لقا بود — هر گوشه ام از خانه پر از نور و ضیا بود

نظارگیش غرقهٔ دریای فنا شد — آن حلقهٔ نافِ تو چه گرداب بلا بود

ننمود جدا از رخ خود پرده شبِ وصل — آن مایهٔ نازم چه قدر پر ز حیا بود

از چاشنیِ زندهٔ جاوید بگشتم — گوئی که لعابِ دهنش آبِ بقا بود

بر من چه شوی خیره اگر روی تو دیدم — آنکس که ترا پرده برانداخت صبا بود

از دردِ دلِ زار ز جان رفت و شفا یافت — بیمارِ غمِ عشق نه محتاج دوا بود

هرگز بدو چشمم نکند جلوه بجز دوست — هر سو نگریستیم خدا بود خدا بود

میگشت نگاهم طرفِ گردشِ رویش — آری طرفِ قبله رخ قبله نما بود

در رقص و طرب آمده لولی فلک شب — آن شوخ بطرزِ عجبی نغمه سرا بود

ما شکوه نداریم از آن انچه تو کردی — از جور و جفا مهر و وفا جمله بجا بود

دستی به سرش نه ز سرِ مهر که باقر

یک عمر بخاکِ درِ تو ناصیه سا بود

۸۷

دنیای دنی اگر نباشد — غم نیست که خوبتر نباشد

بصرفه بود دلا کشیدن آهے که درد اثر نباشد
از دشمن و دوست تا نخواهی نفعے ز من و ضرر نباشد
حاصل چه شود ز چشم بینا گر بر رخ تو نظر نباشد
درد از جگر و دلش چه خیزد آنرا که دل و جگر نباشد
کن دانه اشک من دُرِ گوش جانا به ازین گهر نباشد
خوں خود بودم ز زخم در جوش حاجت پئے نیشتر نباشد
گر خانهٔ ماست خلد دوزخ باشد چو ترا گذر نباشد
عاشق دگر اند نیز دانم دانی که چو من دگر نباشد
پیشِ که بنالم از تو اے وائے هرگز به منت نظر نباشد
کو سوئے دیار عشق بازی راهے که دران خطر نباشد
عشق است به گلستان عالم نخلے که درو ثمر نباشد
دردا که بمیرم از تپِ دل وز حال منت خبر نباشد
باشد بوجود خوش اقامت گر سوئے عدم سفر نباشد
میلے چه کنی به سیم و زر کو هم رتبهٔ پشه پر نباشد
باقر چه کنی هوس وصالش
قدرِ تو بایں قدر نباشد

۸۸ گوش کن حالِ دل دیوانه ام باید شنید داستانم خوش بود افسانه ام باید شنید

بپوشید پوشیدهٔ رویش برد | خداوند پیمبر در دل بُرد برد
بپوشید رخشنده رخسار مهر | ببرد بیان ماه تابان بمهر
خداوند بی پرده در پرده شد | زمین بنده اش و آسمان برده شد
ابر پردهٔ بُرد حق حقیق | نهان بود و پیدا علی بالیق
بزیر کسا خفته بیدار دل | بدل احسنق را سوی خالق مدل
چه بیدار دل در دل بُرد خفت | بشد طاق ز اغیار و با دوست جفت
تن آسوده زیر کسا عقل کل | بیاسود چونانکه در کلّه گل
بتابید بی پرده از پرده نور | ببام و در از روی آن نور طور
بیاسود آسوده زیر کسا | پیمبر در ایوان خیر النسا
ز رخشنده خورشید فرخ رسول | شد آزرم طور آستان بتول
کسای یمانی با کسون عرش | ببالید زین فخر فراوان زرش
همه پردهٔ عرش راحت بود | وبه پردهٔ برد در تار و پود
ز پرده شکفته رخ عقل کل | چو در سبز کلّه رخ سرخ گل
مهی کز فروغ رخش ماه مهر | درخشان درخشان ز گردان سپهر

بر امیدِ وصل خواند و موکشان کردم برون — قصهٔ بر حمی جانانه ام باید شنید

محتسب را بین که مینا هم شکست و جام هم — هم برون کرد از درِ میخانه ام باید شنید

سینه ام بشگافت وگر دید از طپید نها برون — طرفه احوالِ دلِ دیوانه ام باید شنید

می فزاید در دل عشاق ذوق تازهٔ — در دلِ شب نعرهٔ مستانه ام باید شنید

مست شد از ساغرِ می چهره چون گل برفروخت — سوخت بر شمع رخش پروانه ام باید شنید

کهنه شد منسوخ گویا قصهٔ فرهاد و قیس — بهترین قصها افسانه ام باید شنید

گرچه رندم باقرا شبها پس دیوار من
ذکر تسبیح ملک از خانه ام باید شنید

۸۹

بکامِ من فلک دوران ندارد — بسوئے من گذر جانان ندارد

بیا بنگر گلِ حسن قدیمش — گلِ گلشن بقا چندان ندارد

برو عیسیٰ ز نبضم دست بردا — مرا دردیست کان درمان ندارد

نباشد گل رخے سیمیں تنے کو — دلے از سنگ و از سندان ندارد

بہ پیشِ جلوهٔ تو کیست کو چشم — برنگِ آئینه حیران ندارد

بود کانِ لطافت چون گر آن شوخ — ز دُرِ دندان لب از مرجان ندارد

نه خواهم جلوهٔ حورِ بهشتی — که ناز و غمزه چون خوبان ندارد

نباشد ابر نیسان گرچه مدرا — چو من چشمِ گهر افشان ندارد

خلیلم گرچه بس مهمان نواز است — ولے جز مفلسی سامان ندارد

مرا باقر دلِ زاریست شیدا
که تابِ فرقتِ جانان ندارد

۹۰ ترا مسکین دلم شب یاد میکرد　　ز دردِ دوریت فریاد میکرد
تغافل پیشه جانانِ من ای کاش　　به یک دیدن دلِ من شاد میکرد
بدل میداشت گر یک ذره رحمی　　چرا بر من چنین بیداد میکرد
بجولان گاه شب اشهب همی راند　　کفِ خاک مرا بر باد میکرد
دیار و شهر کان بودی مقامش　　بخوبی خلق و نو شاد میکرد
نپرسی تو اگر حالِ دلِ زار　　که پاسِ خاطرِ ناشاد میکرد
نشستی یکدمی گر پهلوی من　　دلِ ویرانه ام آباد میکرد
به درسِ عاشقی باقر بمکتب
عجایب بحث با استاد میکرد

۹۱ زینتِ آغوشِ من شب آن بتِ مه پاره بود　　از نسیمِ عیش چون گل غنچهٔ دل پاره بود
بیقرار از جوششِ دل بوده ام سیماب وار　　دوش زیبِ بسترم آن آتشین رخساره بود
کام جان شد شکرین از بوسهای او مگر　　لعل نوشینِ چو گلبرگِ تو شکرپاره بود
دیدمش بر بام و سرگرم تماشایش شدم　　هر گلی از باغ او چیدن گلِ نظاره بود
هیچ تاثیری نشد از آهِ جانسوزم درو　　گوهرِ دل از شکستن شیشهٔ صدپاره بود
بعد مردن همچو طفلان بوده ام بر دوش غیر　　جنبشِ نعش از پی من جنبشِ گهواره بود

شب بہ آغوشم مستی آں بتِ میخوارہ بود مائلِ بوس وکنارم بے حجاب و بے خطر

باقرِ دلخستہ را در جوشِ وحشت سربسر
گرد باد آسا بدیدم در رہت آوارہ بود

۹۲
نشدم شاد چہ میبایدکرد دلِ ناشاد چہ میبایدکرد
کامراں شد چو ز شیریں خسرو گفت فرہاد چہ میبایدکرد
دلِ آباد من اے وائے بہ عشق رفت برباد چہ میبایدکرد
پیش ازیں انچہ توکردی با من جور و بیداد چہ میبایدکرد
ملک الموت چو آمد ناگہ گفت شداد چہ میبایدکرد
بار عشقت کہ گراں است ازکوہ بر سرافتاد چہ میبایدکرد
قامتِ یار و رخش میباید گل و شمشاد چہ میبایدکرد
ہیچ گاہے بسلامم صد حیف نہ کنی یاد چہ میبایدکرد

دادخواہ آمدہ باقر تو اگر
ندہی داد چہ میبایدکرد

۹۳
عاشقِ روئے تو از جان و جہاں میگذرد طالبِ کوئے تو از کون و مکاں میگذرد
نالہ ہیہم ز دلِ ما و فغاں میگذرد چوں خدنگے کہ بصورت ز کماں میگذرد
اندریں دار فنا نام و نشانش باقیست ہرکہ در عشق تو بے نام و نشاں میگذرد
آن نہ برق است کہ بر اوج بہ بینی بتیاب نالۂ ما بفلک شور فشاں میگذرد

بخت خوابیده بهوش آ و نظر کن سویش کیست زین ره که چنین جلوه کنان میگذرد

خوش تماشاست بروئے قمر ابریست تنک آنکه از حقه بروئے تو دخان میگذرد

پاسبان در خود گو که به بیند که بشب کیست در کوچه تو نعره کنان میگذرد

تو چه داری خبر اے مست تغافل همه ناز تا چه شبها بسر آه کشان میگذرد

دوش رفتی بچمن بلبل و گل گفت بشوق که درین باغ عجب سرو روان میگذرد

دولت وصل کجا ذکر تمنائے وصال سخنے هست که گاهے بزبان میگذرد

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر
ها بهارے که بر و باد خزان میگذرد

۹۴
هر خوبرو به پهلوئے خود خارش بشکند چون آن نگار طره طرارش بشکند

از جلوه رخ تو حسینان عصر را از جوش شرم گرمی بازارش بشکند

کافیست گیسوئے تو پے بستن دلش زنجیر اگر بپائے گرفتارش بشکند

هر لحظه غمزه ات بدل عاشق حزین صد نشتر الم پئے آزارش بشکند

سرخوش ز نرگس تو چنان شد که رند مست خمهائے باده را سر بازارش بشکند

از ناز یکدو حرف ز بیمار پرسیت تپهائے کهنه از تن بیمارش بشکند

اے ترک آنچنان تو مسلمان نژاده کز غمزه تو لشکر کفارش بشکند

از مشک بیز نگهت و از بوئے جانفزا زلف تو قدر تبت و تاتارش بشکند

مانند میل سرمه در آرد بچشم اگر خار رهت به پائے طلبگارش بشکند

توآں گلے کہ در چمن آئی اگر بناز — از جلوۂ تو رونقِ گلزار بشکند

نازم باین خرام کہ از جوش انبساط — خلخال پائے تو دمِ رفتار بشکند

من چوں شکستہ دل نہ بمانم کہ روزگار — کارِ مرا چو زلف بہر بار بشکند

منصور اگر ز فیض نگاہم برد نصیب — زنارِ کفر خویش سرِ دار بشکند

دلہائے بستہ وا شود از غنچۂ دہن — چوں قفل خامشی دمِ گفتار بشکند

از دردِ دل چو نالہ کنم گنبدِ فلک — از یک شرارِ آہ شرربار بشکند

از مستیِ نگاہِ تو در محفلِ شراب
ساقی پیالہ بر سرِ میخوار بشکند

۹۵

چو صبحدم دل خود رفتہ ام بہوش آمد — صدائے صل صلوٰۃ السحر بگوش آمد

بخواستم ز سرِ بستر و وضو کردم — زباں بہ نغمۂ تکبیر در خروش آمد

رخِ خودم بسوئے قبلہ کردہ استادم — دو دست من پئے تحریمہ تا بدوش آمد

نماز را بخشوع و خضوع کردہ ادا — نشستم و دل شوریدہ ام بجوش آمد

بذکر حق شدہ مشغول بودہ ام سرخوش — کہ ناگہاں بسر گوشم ایں سروش آمد

کہ گرچہ ہست نمازِ تو در شریعت راست — ولے نہ در خورِ مستانِ بادہ نوش آمد

نماز کن کہ دراں گم شوی ز ہستی خود — نمازِ عشق کہ حیرت وش و خموش آمد

بنوش بادۂ عرفاں و آں بود عارف — کہ رازِ غیب بدانستہ پردہ پوش آمد

رسپس شدم متحیر کہ چوں شوم عارف — کہ ناگہاں ز درم پیر میفروش آمد

پیاله داد بدستم که هان بنوش ز شوق | طرب نما که ترا وقت نای و نوش آمد
ببال بر خود و بر بخت ارجمند بناز | که بر تو رحمت یزدان حق نیوش آمد

سپاس دار که مشاطه ام ترا **باقر**
ز دست من ببرت یار حله پوش آمد

۹۶ بشوخی دامن خود بر میان پیچیده می آید | پریشان کاکل و مست و نظر دزدیده می آید
قبائی سرخ در بر غازه در عارض حنا بر کف | زهی چون شاخ گل جنبان ز پا لغزیده می آید
ز دولت خانهٔ خود بر سر من در دل شبها | نقاب افگنده بر رخ از عسس ترسیده می آید
مگر از جانب جانان پیام وصل می آرد | ز کوشش قاصدم شادان بخود بالیده می آید
بسویم چون نمی آئی ز جوش غم مرا شبها | فغان از سینه آه از دل سرشک از دیده می آید
به بزمش میرود شادان دل شیدا امیدانم | ز باغ عارض آن گل چه گلها چیده می آید
بسی غلطیده در کویش نشد پامال رفتارش | دل حرمان نصیبم از درش رنجیده می آید
فلک را سینه بشگافد اگر آید بجان او | ازان درد و تعب کان بر دل غمدیده می آید

خجل از کرده و از شومی خود منفعل یارب
بدرگاه تو **باقر** با قد خمیده می آید

۹۷ فدای او که بکونین پادشاهی کرد | جهان گرفت و بعالم جهان پناهی کرد
بلند دید به خسرویش در آفاق | نظام سلطنت دو جهان کماهی کرد
جبین نهاد به امرش ز ذره تا خورشید | قبول طاعت او ماه تا بماهی کرد

سپاس و منت ایزد که در همه عالم غلامی درِ آن شه مرا مباهی کرد
به هر دو کون چو خورشید سربلندی یافت کسیکه سجدهٔ آن عرش بارگاهی کرد
نشان پائے ترا سجده ریز جن و بشر درِ ترا ملک و ملک قبلہ گاهی کرد
به نامرادی خود ساز و دم مزن باقر
که هرچه کرد بتو مرضیِ الٰهی کرد

۹۸ مباز عشق که سیمین تنان بدل سنگ اند جفا شعار و ستم پیشه مائلِ جنگ اند
ز ننگ و نام چه جوئی ز عاشقان کین قوم ز دست دادهٔ ناموس و نام و هم ننگ اند
خوش آن کسان که بیادِ دو چشم و سبز خطت ز شاربان می ناب و خوگر بنگ اند
مقیم کوئے تو هرچند خوش دل اند ولے ز دست جور و جفائے تو عاجز و تنگ اند
ز درگهِ تو اسیرانِ حلقهٔ زلفت روند چون که به کوئے تو پائے در سنگ اند
اگر بحُسنِ تو سنجند خوبرویان را فدائے تو که بحسنِ تو سنگ پاسنگ اند
قیاس سیرت پاکان بخود مکن کینان بصُلح با دگران و بخویش در جنگ اند
مخور فریب که این زاهدان ریش سفید اسیر سلسلهٔ گیسوان شب رنگ اند
ز دوستان جهان باش پُر حذر باقر
عدو به باطن و در صورت آشنا رنگ اند

۹۹ مرا که تشنه لب افتاده ام ایاغ دهید بخانهٔ دل تاریک من چراغ دهید
بهار میرسد و فصل گل دماغم نیست به یک دو ساعتِ پر باده ام دماغ دهید

کجا فتاده و کجا شد از و نشانے نیست | روید و از دل گم گشته ام سراغ دہید
شکسته بال و پر افتاده ام درون قفس | مرا ز خانهٔ صیاد جانب باغ دہید
کنید بیخودم اے ساقیان بزم حضور | ز کار دین و ز دنیا مرا فراغ دہید

صفیر خامهٔ باقر بمدعی به برید
نوائے بلبل دستان سرا بزاغ دہید

۱۰۰ ز راهِ قرب دور افتی اگر رنگ ریا باشد | حضور ہی میکنی حاصل اگر صدق و صفا باشد
صفیرم کس نمی‌شنود منم تنها درین گلشن | نباشد بلبلے اینجا که با من ہمنوا باشد
ز عکسِ آن تنِ رنگیں که تابد از لباسِ تو | شود روشن که برگِ گل ترا زیرِ قبا باشد
ز بزمت دیر می‌آید ز بختِ نارسا نالم | شوو پے پائے رفتارش اگر قاصد صبا باشد
رُبا ید خنده ات ہوش و نماید غمزه ات بسمل | گرا اے جانِ جاں خنجر تو چنین ناز و ادا باشد
چرا اے من بقربانت ز من بیگانه میگردی | که تو درد ہرا گر جوئی نه چون من آشنا باشد
شہیدِ نازِ او باشد بخاکش ہر طرف رقصاں | زمینِ کوچهٔ جاناں زمینِ کربلا باشد
ز مژگانش ہمی رُوبم که خاکِ آستانِ او | بفرقِ سر بود صندل بدیده توتیا باشد
توئی گر عاشقِ صادق ز جورِ او منال اے دل | بمذہبِ عاشق بیدل چه آرنج و بلا باشد
اگر خوں ریختی ما را میندیش اے بتِ کافر | که قتلِ عاشقِ بیدل بمعشوقان روا باشد

به دردِ عشقِ محبوبان مبادا ہیچ کس یارب
برنگِ باقر بیدل اسیر و مبتلا باشد

۱۰۱

عاشقت ناله از بلا نکند — میرد از درد و دل دوا نکند
چوں منِ سادہ دل مسلماں را — عاشقِ روئے تو خدا نکند
آنچه تو کردۂ بمن جاناں — آشنائے به آشنا نکند
اوست مالک چه تاب شکوۂ اوست — حاجتم را اگر روا نکند
گه زند تیر و گه سناں در دل — عشوه و غمزه ات چها نکند
میدهد جاں دلم بناکامی — پیش تو عرض مدعا نکند
ملک دل شد خراب و بیا کم — توبه از جور و از جفا نکند
تاب دیدار من ندارم واو — نظرے سویم از حیا نکند
دیگراں مال و زر بیفشانند — ویں گدا جز سر فدا نکند
شاهدِ تو خلاف مطلب تست — خضرِ مقصود رهنما نکند
مشکل خود کجا برو باقر
گر به پیش تو التجا نکند

۱۰۲

دلم از نعرۂ خود بیخود و در حال میباشد — نه چوں صوفی برقص از نغمۂ قوال میباشد
دراں شبها که با شد آمدِ آں شوخ رقاصم — دو گوشم فرش راهِ نغمۂ خلخال میباشد
چه حاجت با شراب و ساغر و مینا بود ما را — ایا غم از شرابِ عشق مالامال میباشد
دلا بے روزه بودن خوش بود از صوم آں صایم — که در رمضاں بشوقِ آمدِ شوال میباشد
بیادِ حق بماں هر دم از و غافل مشو هرگز — که ابلیست همیشه در پئے اضلال میباشد

ز ضبطِ گریه نتوانی نهفتن راز عشق اے دل
که ظاهر صورتِ انسان به باطن دال میباشد

به بر دارش به ایمان از جهان یارب که باقر را
بدل خوفِ سعیر و دهشتِ اغلال میباشد

۱۰۳

دل وا منم بجانب کوئے تو میکشد
شوقم بهر زمانه بسوئے تو میکشد

واعظ بمجلسِ تو کند کار مطربی
زاهد به بزم باده بسوئے تو میکشد

آشفته شد مزاج ز نازک مزاجیت
دل صد مهاز تندیِ خوئے تو میکشد

صد چاک میشود دل من همچو شانه ات
مشاطه شانه را چو بموئے تو میکشد

از دور جلوهٔ تو عیان دیده ولے
زلفِ سیاه پرده بروئے تو میکشد

ما از کجا و طوف حریمت شهنشها
این بنده پروریِ تو سوئے تو میکشد

از کس چه حاجت است که برسم نشانِ تو
ما را براه قرب تو بوئے تو میکشد

باقر که بندهٔ تو بود چون فقیر مست
بر درگهِ تو نعرهٔ هوئے تو میکشد

۱۰۴

دل خستهٔ اندازهٔ رفتار تو باشد
جان شیفتهٔ لهجهٔ گفتار تو باشد

نازم بجمالِ رُخِ خوبِ تو که یوسف
جان باختهٔ گرمیِ بازار تو باشد

تیغیکه ازان ریختهٔ خون عزیزان
تیغ دو دم ابروئے خمدار تو باشد

از دهر بود فارغ و از قید دو عالم
آزاد بود هر که گرفتار تو باشد

رو می نکند جانب رضوان که دلم را
آسایشے در سایهٔ دیوار تو باشد

سراپای در پردهٔ برد برد ... همانا که شد پردهٔ نور برد

نداند که پا چشم تا زبان ... بدیع معانی نماید بیان

خدایت اگر خوانم این خود خطاست ... خدا گو خدا جوی کی خود خداست

خدائی نه لیکن بذات خدا ... نه از خدا گیر موجدا

علی و خدایت شناس و بس ... نیارد کند فهم این نکته کس

رهی رهروی رهنما و دلیل ... علی الله والله یهدی السبیل

باوج فلک از حضیض زمین ... بعیب قران و بعشرت قرین

ملک در فلک داده بسط بساط ... فلک در فلک با سرور نشاط

طربناک قدوسیان در فلک ... طرب جوی کروبیان با ملک

بیاراست رضوان بهشت برین ... بپا خواست از جا که حور عین

بنظاره قدوسیان هر طرف ... پر و بال بگشاده بربسته صف

طرب ریز ابر و طرب بیز باد ... طرب خیز چون آتش خاک باد

زمین و زمان را طرب در طرب ... ز شادی دخت امیر عرب

ز آب طربناک در مغز جان ... بعیش و نشاط و طرب انس و جان

بنشاط

دارد صدفِ سینہ پُر از گوہرِ مکنوں — رندے کہ دلش محرمِ اسرارِ تو باشد

جانا سببِ رفعتِ سرہائے بلنداں — پامالیِ جولانیِ رہوارِ تو باشد

کے مائلِ نظارۂ خوباں شود آں چشم — کز جانِ مہ من طالبِ دیدارِ تو باشد

من گم شوم از خود چو بیابم خبرِ تو — اے خوشش دل آنکس کہ خبردار تو باشد

ہر تیرِ جفائے ز کماں سر شودم گفت
باقر ہدفش سینۂ افگارِ تو باشد

۱۰۵

بسوئے خانہ ام آں شوخ امشب بے حجاب آمد — برفتن پائے او لغزاں عجب مستِ خراب آمد

دو روزے بودہ ام موجود معدوم کنوں ہستے — مرا ایں ہستیِ موہوم در رنگِ حباب آمد

بہار آمد زند گل خندہ و بلبل زند چہ چہ — بگلشن سروِ من با مطرب و چنگ و رباب آمد

بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوۂ رویش — مرا ایں دولتِ بیدار خود امشب بخواب آمد

بملکِ دلبری شاہی تعالی اللہ چہ زیبائی — کتابِ حسنِ خوباں را جلالت انتخاب آمد

بمضمونِ فراقِ او نوشتم نامۂ شوقے — خطم ناخواندہ با قاصد زجاناں بجواب آمد

مگر مشاطہ وا کردہ است زلفِ عنبرینش را — مشامم را ز کوئے او چہ بوئے مشکناب آمد

بحالِ زارِ او رحمے کہ مسکیں باقرِ بیدل
بہ بزمت با دلِ نالاں و با چشمِ پر آب آمد

۱۰۶

چہ عبث فغان و آہے کہ دراں اثر نباشد — بروم ز جاں سپے تو و ترا خبر نباشد

تو و صحبتِ رقیباں بنگر بحالِ زارم — کہ مرا بعشقِ رویت ز کسے خبر نباشد

چه سُرین که کوهِ سیمیں چه میاں که تارِ زلفت — نه چنیں سُرین بخوبی و چناں کمر نباشد

رهِ عشق را بنازم که مصوّن بود ز آفت — نه چنیں رہے قدم زن که دراں خطر نباشد

به تمنّیٔ وصالت من و صدمهٔ فراقت — شجریست نخلِ عشقت که درو ثمر نباشد

همه شب بکنجِ غزلت نظرِ من است و راهت — چه کنم بحالِ زارم که ترا نظر نباشد

چه کنم نعیمِ جنّت چمنِ ارم چه سازم — بفرازِ بامِ وصلت اگرم گذر نباشد

تو علاجِ دردِ سر کن سرِ من جدا ز تن کن — چو جُدا شود سر از تن خلشی دگر نباشد

مئے ناب ده تو ساقی که بود علاجِ دردم — که می است آں دوائیکه درو ضرر نباشد

بکف است نقدِ همّت ز عطائے دوست باقر
زر و سیم در کفِ من چه شود اگر نباشد

۱۰۷

فروغِ روئے تو جانا در انجمن باشد — چنانکه شمع فروزنده در لگن باشد

زمینِ کوئے تو از خون کشتهٔ نازت — همیشه منبتِ نسرین و نسترن باشد

مرا که جورِ عزیزاں رساند جاں برلب — بطبع کربتِ غربت به از وطن باشد

گلِ شگفته ز غیرت همیں شود غنچه — ز ناز چوں لبِ لعلِ تو خنده‌زن باشد

چو غیرِ حق نبود در دلِ شکسته چه دُور — سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

ز قدر و قیمتِ حسنت چه کم شود شیریں — که زینتِ کفت از خون کوهکن باشد

مریز در تهِ خاک آبروئے من یارب — نهاں ز شرم چو رویم تهِ کفن باشد

میانِ ما و صنم ز اختلافِ ملّت و دیں — تفاوتیست که در شیخ و برهمن باشد

بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست کسیکه دشمن من شد عزیز من باشد

تو خورد سال تراقدر باقر نشناخت
که باقر تو تراعاشق کهن باشد

۱۰۸
جانم به رجا و بیم باشد بر جادهٔ مستقیم باشد
جز بی تو سخن بکس نسازم گر همسخنم کلیم باشد
من جز درِ تو نه جا پذیرم گر خلد و گر نعیم باشد
ترسی چه ز پرسشِ عملها ربِ تو دلا کریم باشد
بختت نبود اگر بکامت خامش که خدا حکیم باشد
ای طبع حکیم شو معالج نبضِ قلبم سقیم باشد
از خنجرِ غمزهٔ تو ظالم زخمی دلِ من دو نیم باشد
در عشق جدا ز نام و ننگم از طعن کسی چه بیم باشد
باقر تو کجا و عشقبازی
شانت بخدا عظیم باشد

۱۰۹
شمع من جلوه کنان چون ز میان برخیزد دود آه از دل من شعله فشان برخیزد
عاشق خسته ز بزمِ تو ز بیمهری تو از سر حسرت و غم اشک فشان برخیزد
جان دهد هر که جگر سوختهٔ وصلت دوست روز محشر ز لحد تشنه دهان برخیزد
عاشقِ روی تراگر سوی جنت طلبند نیست ممکن ز درت شیفته جان برخیزد

هر که از سیر جهان رسته نشیند بدرت | زین و آن فارغ و از کون و مکان برخیزد
پشت پا گر بزنی بر لحدِ کشتهٔ ناز | از تهِ خاک که بیتاب و توان برخیزد
همچو سیماب بغلطم به سرِ بسترِ خویش | چون مهِ من ز برم جلوه کنان برخیزد
گرچه چشمم بزند آب بروی‌اش بختم | ممکنی نیست که از خواب گران برخیزد
میزند دم ز توکل عبث آن گرسنه چشم | کز سرِ بسترِ خود از پیِ نان برخیزد
ای خوشا حال که سودازدهٔ ات روز نشور | از لحد نعره کنان جامه دران برخیزد
آتشِ عشق بدل هر که بجوشد به سحر | همچو اژدر ز دهن شعله فشان برخیزد
کشورِ دل چو شود تختگهِ شاهِ یقین | لشکرِ شک بَرَد و فوجِ گمان برخیزد
آنکه یکسان بودش ماضی و هم مستقبل و حال | از سرِ سرمد و هم دهر و زمان برخیزد

باقر از تلخیِ ایام نشسته است حزین
وقت این است که مسکین زمیان برخیزد

۱۱۰

آمد گهی که آید و مهر و وفا کند | می بینمش که جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند | تا بعد ازین ز غمزه و ابرو چها کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش | باشد ز لطف حاجت ما را روا کند
زاهد اگر بصومعه بیند ادای او | بیهش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنون که پا ز سیر فرو مانده خاطرم | خواهد که جا بکوی تو چون نقش پا کند
خواهد اگر ببستد جم جا دهد مرا | خواهد بساط کلبهٔ ام از بوریا کند

نشترِ شکن تقلیب بن آید توای عشق | کارم تمام مطرب شیرین نوا کند
نازم به ارجمندیِ بخت خودم که دوست | مارا برنگ سایه نه از خود جدا کند
باید به هر کسیکه بجوید رضائے حق | خود را باو سپارد و محو رضا کند

اذنے بده که باقرِ مسکین بپائے سر
بر درگہِ تو آید و بر تو دعا کند

۱۱۱

کافرِ عشق تو اے کاش دلِ زار شود | تارِ زلفت بگلو رشتۂ زنار شود
چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم | تو به سرِ بام و مرا جانبِ دیوار شود
گرد آں مہ چہ عجب گر بنشینند اغیار | دیده باشی کہ بچمن پہلوئے گل خار شود
امن از جملہ بلا ہا ز خدا میخواہم | غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود
کہنہ زخمِ دل من بہ نکند ہیچ دوا | خط سبز تو گر مرہم زنگار شود
ہفت دریا اگر ش بر رخ و بر سر ریزند | طالعِ خفتہ محال است کہ بیدار شود
حرف باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوئے | گر چو منصور سرا و بسر دار شود
چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخل امید | سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود
چشمۂ نوش بود لعل لبِ شیرینت | وہ زلالے کہ دوائے دل بیمار شود
پس خطرناک بود جادۂ عشقِ تو چناں | طے بہ بینم ز من ایں وادیِ پُرخار شود
لذتِ می بچشی گر تو بر نداں زاہد | رہن میخانہ ترا جبہ و دستار شود
دست بردار ز جور اے بت سنگیں دل من | چند ازیں تیشہ دلِ زارِ من افگار شود

بسته ام رخت سفر جانب منزلگاهت — استلام تو کنم بخت من ار یار شود

پر حذر باش از آه دم که مراد دل شب — گرم رو سوی فلک آه شرر بار شود

ناتوانی اگر این است چگویم پس ازین — بر درت آمدنم آه چه دشوار شود

باقر آزاد بود کی رسد آن وقت خوشی

که بدام سر زلف تو گرفتار شود

۱۱۲

ز هیر فتنه دل خود فگار نتوان کرد — نگاه شوق به روی نگار نتوان کرد

بکیش عشق دل و جان چه قیمتی دارد — بپای یار که او را نثار نتوان کرد

بیار باده که ابر است دلکشا ساقی — حذر ز باده بفصل بهار نتوان کرد

اگر بعشق تو مردم چه جای افسوس است — دو دیده را بغمم اشکبار نتوان کرد

ز درد عشق اگر سینه شق شود چه غم است — تپ درون به کسی آشکار نتوان کرد

ز سیر گلشن و گلها چه بشگفد دل من — امالهٔ غم یار از بهار نتوان کرد

بیا بیا ز هجر میرسی بیا جانا — به بر در آ ز من خسته عار نتوان کرد

فدای شان تو ای خواجه ام که گفت ترا — ز خیل غلامان شمار نتوان کرد

تویی بسایهٔ نعلین خواجگان باقر

ترا هراس ز روز شمار نتوان کرد

۱۱۳

در دل نبود جز به تمنای محمد — لبریز سر ماست ز سودای محمد

خورشید غلام رخ زیبای محمد — طوبی است بجان بندهٔ بالای محمد

سوءِ ادب است اینکہ کنم دعوی عشقش — باشد چو خدا عاشق شیدائے محمدؐ

عیسیٰ بدہد جان و خضر نقد دل از کف — بر غمزہ ات اے نرگس شہلائے محمدؐ

در عرض غرض پیش کسے لب نکشایم — جز سرورِ خود حضرتِ والائے محمدؐ

از بہر شفائے منِ دلخستہ بود بس — حرفے ز لب لعل شکر خائے محمدؐ

گردد چو خراماں ز رہِ ناز کنم من — ایں دیدہ و دل فرش کفِ پائے محمدؐ

رفتم خرد و ہوش بتاراج نگاہش — شد جان و دلِ من ہمہ یغمائے محمدؐ

گر دست دہد از مدد بخت بلندت — برگرد دلا گرد سراپائے محمدؐ

زنجیر گسل شد دلِ دیوانہ باقر
در عشق تو اے زلفِ چلیپائے محمدؐ

۱۱۴

شب زینت آغوش من آں ماہ جبیں بود — اقلیم نشاط و طرب من زیر نگیں بود

فارغ شدہ عیش و نشاطِ دو جہانم — تا درد و غمت در دل من گوشہ نشیں بود

______ وز نقش خیالم بدلم بود — جز عشق تو دیدیم نہ آں بود نہ ایں بود

گفتم کہ بدرد و غم عشقِ تو بمردم — گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود

______ دشنۂ عشقِ تو بر انداخت — دل در صدف سینہ عجب دُرِّ ثمیں بود

از ناز ز من حال شبِ ہجر چہ پرسی — جانا چہ بگویم کہ چناں بود و چنیں بود

______ آمدی و باز برفتی — ہر ہر نفس من نفسِ باز پسیں بود

______ آں بارگہ و قصر بلندت

آخر نہ مقامِ تو ہمیں زیر زمیں بود

۱۱۵ ——— دوریِ تو اے ستم ایجاد نماند | کشتِ ہجرِ تو مرا حاجت جلاد نماند
ہر کجا گوش کنم شہرتِ عشقِ من و تست | قصۂ عاشقیِ شیریں و فرہاد نماند
بستۂ سلسلۂ زلفِ تو آں کیست کہ نیست | خالی از عشقِ تو یک بندہ و آزاد نماند
شکوہ کردم ز فراموشیِ او گفت کہ من | خواستم بس کہ ترا یاد کنم یاد نماند
خود کجا لطف کہ از خشم و عتابت اے شوخ | ہیچگاہے دل غمدیدۂ من شاد نماند
دم تصویرِ تو از غیرتِ حسنِ رویت | بے جنبشے در قلمِ مانی و بہزاد نماند

من بقربان تو از لطف بفرما نظرے
باقرِ خستہ کہ او لائقِ بیداد نماند

۱۱۶ حالِ دردِ دلِ من خلق کجا میداند | انچہ بر من میگذرد بے تو خدا میداند
گر بیاید بسرم عیسیِ مریم چکنند | بمن آرید کسے را کہ دوا میداند
چہ نویسم کہ بہ پیشِ تو نخواہد گفتن | شدتِ شوقِ مرا پیک صبا میداند
سخنم را بہ نہد معنے دیگر چہ عجب | نکتہ سنجیِ صنم نکتہ سرا میداند
گر بیاید سرِ بالیں دمِ نزعم چہ عجب | کشتنِ بیگنہاں آنکہ روا میداند
بوسہ چند بدہ زانکہ دلِ تشنہ لبم | لعلِ نوشیں ترا آبِ بقا میداند
ناخنِ لطف ترا عقدہ کشائیست شعار | بندہ اتشان ترا شانِ خدا میداند

زد بکارم گرہے بختِ زبونم یا شیخ

باقرِ خسته ترا عقده کشا میداند

۱۱۷
چشم بد دور وجودت چمنے ساخته اند قامت وروئے ترا سرو وسمنے ساختہ اند
قامتت سرو ورخت گل لب لعلت غنچه این سروپاے ترا خوش چمنے ساخته اند
مطرب وساقی ومی صحبت رندان ست بپا اندرین جمع چه خوش انجمنے ساخته اند
مشک بیز است سرِ دامن صحرا که توئی گوئیا در خم زلفت ختنے ساخته اند
چند ز گلها وسمن دوخته اند از پے کشتهٔ نازت کفنے ساخته اند
عاشقاں واشده از جامهٔ عریانی خود بر تن از خاک درت پیرهنے ساخته اند
از پے شهرتِ حسنِ رخ شیریں در دهر همچو فرهاد بسر تیشه زنے ساخته اند
میزنی لاف ز اسلام چه باقر که ترا
از پے مهر بتاں برهمنے ساخته اند

۱۱۸
دل نهاں با تو بدادیم وندانستیم ننگ وناموس مرا عشق تو برباد کند
تو ز حالِ دل من هیچ نداری خبرے دل ما هست که هر لحظه ترا یاد کند
از کرم رنجه قدم کرده در خانهٔ من
حق تعالی ز کرم خانه ات آباد کند

۱۱۹
آهے از دل غمم برون ندهد دود این آتشم برون ندهد
پیشگاهِ رخت ز غیرت حسن چشم خونناب نم برون ندهد
تا دُرِ اشک نیست گوهر عفو موج بحرِ کرم برون ندهد

بنطاز چار عنصر و دو اپس — زنش جدّه پیغمبر حق شناس

سر بانوان بانوی بانوان — پی خدمت شه ستان و نوان

که آسود آسوده خرم روان — بگنجی بگنجینه گنج روان

تفاخر زمین را بر افلاک شد — که گنجینهٔ گنج لولاک شد

بگنجینه آن گنج اسرار و سر — بر بستر کبری چو جان مستتر

بگنجینه فرمود فرخ بتول — که مهر تو بر سینه مهر قبول

چو مهر تو مختوم خاتم بود — طفیلیت تا خاتم آدم بود

شرف خواستی زین شرف الهی — که ختم الرسل را نشیمنگهی

خداوند خداوند زین پیش و پس — نداوند فخر و بهایت بکس

همایون بزی شاد و سرخوش بپای — که دلکش سرائی و خرم بنای

فضایت برازیت معمور باد — هوایت همه عشرت و سور باد

بطوف حریم تو رکن و حرم — فشانند زمزم ز سر تا قدم

بگرد تو ننشسته گرد بدی — که سر تا بپا فرّه ایزدی

بهشتی همانا بدین زیب و فر — بدنیا فرستاده ات دادگر

بی وجودِ حقیقتِ واجب — ممکنی را عدم برون ندهد

آنچناں محو روئے تست دلم — که چو آئینه دم برون ندهد

گر بجنّت کشند عاشق را — از درِ تو قدم برون ندهد

دل عاشق غمِ محبّت را — از بلا و ستم برون ندهد

تا ندانند غیر در مکتوب — راز عشقت قلم برون ندهد

گر رود نقد جاں رود لیکن — ممسک از کف درم برون ندهد

دید صد نامه ام مگر آں شوخ — رقمی از قلم برون ندهد

از لبِ نوشش چوں چکد تریاق
افعی زلف سم برون ندهد

ردیف ذال

زهرِ غمت در کام جاں چوں شیرهٔ ایجاں شد لذیذ　　بیماریِ عشقت مرا در دل ز درماں شد لذیذ　۱

از شوق جا دادم بدل پیکاں خونخوارِ ترا　　جانا بکامِ ما هستم تکریم مهماں شد لذیذ

نظارهٔ رخسار او خوش آیدم از سیر گل　　از شهد و شکر بوسهٔ آں لعل خنداں شد لذیذ

خو کرده ام تا ایں چنیں بر تلخیِ هجران تو　　چوں لالهٔ نعماں مرا ایں داغ حرماں شد لذیذ

زنده میسازد دلِ عشاق طرز نطق او　　از دمِ عیسی سخن زاں لعل خنداں شد لذیذ

کے حزیں پیشت زند دم هم چه جائے عرفی است

باقر اشعارِ خوشت از شعر سلماں شد لذیذ

ردیف را

۱	گریہ شد کار دل از پستۂ خنداں تو دور	روز غم زرد شد از سیب زنخدان تو دور
	زہر غم ریخت بجاں غمزۂ شیریں کارت	چشم بد جان من از نرگس فتان تو دور
	جلوہ آراست گلے تازہ و شاخ سنبل	چوں صبا کرد ز رخ زلف پریشان تو دور
	تا اجل می نشود دست و گریبان با من	نشود دست من از گوشۂ داماں تو دور
	یوسفا رنج و بلا لازمۂ حسن افتاد	نشود از تو گہے سیلئ اخوان تو دور
	قامتت سرو و رخت گل سر زلفت سنبل	صرصر حادثہ باد از چمنستان تو دور

چیست تدبیر تو اے باقر دلخستہ کہ شد
پائے رفتار تو بے منزل جاناں تو دور

۲	غیر حق ہرچہ بود اے دل شیدا بگذار	خواہش روئے خوش و زلف چلیپا بگذار
	دست از حرص کش و کنج قناعت بگزیں	الفت مال و زر و دولت دنیا بگذار
	بوریا فرش کن و کہنہ گلیمے در بر	شو ز پشمینہ برول اطلس و دیبا بگذار
	در گریباں تامل سر فکرت در کش	دیدہ بربند ز ہر دید و تماشا بگذار
	دیدۂ انجمن و فرق بہ بیں خلوت جمع	چشم بینا بکشا دیدۂ اعمی بگذار

تا تواں رازِ محبت نتواں کرد عیاں — سازِ ضبطِ نفس و نالهٔ شبها بگذار

باقر ازو سوسهٔ غیر تهی کن دل را
از سرِ داعیه برخیز و تمنا بگذار

۳

تو مولا سیّدی اشرف جهانگیر — تو آقا سیّدی اشرف جهانگیر

فتادم بر درت دستے بدستم — خدارا سیّدی اشرف جهانگیر

بسوئے من ز رحمت یک نگاهے — بفرما سیّدی اشرف جهانگیر

ز بهرم مجلسے از رافت و مهر — بیارا سیّدی اشرف جهانگیر

توئی آنجا معین و دستگیرم — هم اینجا سیّدی اشرف جهانگیر

منِ جاں داده را از ندهٔ فرما — مسیحا سیّدی اشرف جهانگیر

توئی حلال مشکلِ من — تو بکشا سیّدی اشرف جهانگیر

بفرما سرفرازم بر سرِ من — بنه پا سیّدی اشرف جهانگیر

بفرما چشم کورم را ز رحمت — تو بینا سیّدی اشرف جهانگیر

مرنج از من کنم گر بهرِ مطلب — تقاضا سیّدی اشرف جهانگیر

ترا خوانم بهر دشت و بیاباں — بصحرا سیّدی اشرف جهانگیر

نباشد چوں تو کس از خیلِ خوباں — دل آرا سیّدی اشرف جهانگیر

بفرما دعوتم را از سرِ لطف — پذیرا سیّدی اشرف جهانگیر

بگرداں دست شفقت بر سرِ من — خدارا سیّدی اشرف جهانگیر

بود ذات و صفاتت شان رحمت — سراپا سیّدی اشرف جہانگیر

فشانم جاں بپایت گشتہ ام من — مہیا سیّدی اشرف جہانگیر

شد از نور رخِ پاکت مدینہ — کچھوچھہ سیّدی اشرف جہانگیر

جمالِ روئے خود بکرہ بہ باقر
تو بنما سیّدی اشرف جہانگیر

ردیف زا

۱
یک نگه کردی و رفتی رفته از کارم هنوز — از نظر پنهان شدی و محو دیدارم هنوز
قیس را شد لنگ اسپ ناله در صحرائے عشق — برق آسا گرم جولان است رهوارم هنوز
ناتوانی گرچه پے کرده است پائے رفتنم — در طریقِ عشقبازی گرم رفتارم هنوز
شدتِ دردِ دلِ شیدا تمامم کرد آه — دست بر دل میگذارد بدگمان یارم هنوز
گرچه واعظ میکند تلقینِ اسلامم بسے — سجدهٔ بت میکنم در بندِ زنارم هنوز
گرچه در عشقِ تو کردم خانمانِ خود خراب — لیک وصلت را بنقدِ جاں خریدارم هنوز
تو ز قیدِ دوستیِ خود رہا کردی و من — در خمِ زلفِ چو زنجیرت گرفتارم هنوز
حاصلے باقر نمیگردد و لے تخمِ امید
در زمینِ دل عبث از سادگی کارم هنوز

۲
دل بسودائے تو بے تاب و توان است هنوز — بر درت همچو جرس گرم فغان است هنوز
گرچه بربسته میان از پے طوف حرمم — لیک پیشِ نظرم روئے بتان است هنوز
شعلهٔ شوقِ تو هر چند چو شمعم بگداخت — رازِ عشق است که در سینه نهان است هنوز
خطِ سبز ارچه برآورد رخِ همچو گلشن — خندهٔ لعلِ لبش آفتِ جان است هنوز

واعظِ شهر ترا گرمی بازار نماند　　معدنِ فیض درِ پیرِ مغان است هنوز

برق آه است که بسوزد دلِ سودازده را　　آتشِ ناله همان شعله‌فشان است هنوز

ناتوانیست که افسرده دلِ زار از و　　دلِ بیتاب بشوقِ تو طپان است هنوز

پرتوِ ظلِ صفاتت همه جا جلوه‌گر است　　کنهِ ذاتِ تو مگر سرِّ نهان است هنوز

تو گذشتی ز سرِ عهد و ز پیمانِ خودت
باقرِ دل‌شده بر عهد همان است هنوز

۳

خیز و کن زود وضو میرودت وقتِ نماز　　پای رفتار تو لنگ و سفرت دور دراز

لطف فرما و کرم کن به من ای بنده‌نواز　　بر درت هست ز کونین مرا روی نیاز

یاورم نیست کسی جز تو خدایا مددی　　نیست کس مونس و دلسوز ندارم دمساز

خشم‌آلوده نگه را چو بسویم انداخت　　طایرِ دل شده ناگاه شکارِ شهباز

عاشقِ روی بتان شو که بچشمِ عارف　　جلوه‌گر نورِ حقیقت شود از نورِ مجاز

بی‌نصیب است ز نظارهٔ حسنِ رخِ دوست　　آن سیه‌دل که ندارد دلِ او سوز و گداز

گر دهی بوسه ز لعلِ لبِ نوشین چه شود　　ای همه شوخی و انداز سراپا همه ناز

گاه دستِ کرم از ما نمودی کوتاه　　ماه من باد ترا سلسلهٔ زلف دراز

نیست یک جلوه‌گری غیرِ تو در ملکِ وجود　　نبود هیچ نظیرِ تو نداری انباز

چون توان داشت نهان رازِ نهانِ عشقت　　اشکِ گلرنگ و رخِ زرد چو گردد غماز

اندرین راه مزن گام که ای دل نرسی　　منزلِ عشق بود پرخطر و دور دراز

کس ندانست ورا سایهٔ دیوار کجا است کیست آنکس که بر در راه تجلّو نگه ناز

هست سُلطانِ کونین بدستِ محمود گر رسد یک نفسی در کف او زلف ایاز

آبروی خودش از کثرت عصیان خود ریخت

باقر امید به پیش تو چه دارد اعزاز

بس زبون و زار باشد بی تو احوالم هنوز در شبستانِ الم دور از تو میسنالم هنوز ۴

گفته بودی یک شبی با ناز آیم بر برت زین مسرّت جان من بر خویش میبالم هنوز

چون کنم طولِ زمانِ روز فرقت را بیان میشود یک روز در هجرِ تو یک سالم هنوز

در قفس بی طاقتی شد مانع پرواز من سوختن صیّاد میخواهد پر و بالم هنوز

گرچه باقر گشته ام از دام خطِ آور ها

دانه آسا میفریبد دانه خالم هنوز

سرم از عرش باشد برتر امروز که سودای تو دارم در سر امروز ۵

چنان نبود ز چشم چشمهٔ خون که مژگانش بدل زد نشتر امروز

کدامی فتنه قد آمد لب بام که در شهر است شورِ محشر امروز

نباشد چون تو سفاکی درین عهد توئی تیغ ستم را جوهر امروز

چنان طوفان نمود اشکم که گردید در و دیوار دیوار و در امروز

جبین سودم بباب عشق از صدق خرد را قفل بستم بر در امروز

نصیبِ اوست فردا جام کوثر کسی شد مستِ عشق حیدر امروز

پے گم کردۂ راہِ طریقت بجز اصدق نباشد رہبر امروز

توئی سلطان اقلیم معانی

ترا باقرؔ نباشد ہمسر امروز

ردیف سین

شد داغ دل خسته برنگ پرِ طاوس — از بس زند آن شوخ خدنگ پرِ طاوس

مستانه بدیشان ز طرب چون نکند رقص — هان کشور حسن است به چنگ پرِ طاوس

هم چشمی داغ دل سودازدهٔ من — هرگز نکند دیدهٔ تنگ پرِ طاوس

عشرت ده صد جلوهٔ باغ است بهارش — نازیم بدین شوخیٔ رنگ پرِ طاوس

باقر چه بود گلشن کشمیر به چشمش
دیداست هر آنکس که فرنگ پرِ طاوس

عاشقِ روے توایم آخر ز یارِ ما مپرس — ساکنِ کوئے توهستیم از دیارِ ما مپرس — ۲

در تمنایش ز دردِ انتظارِ ما مپرس — بے چراغِ روشن از شبهائے تارِ ما مپرس

بوسهٔ لعلت بنقد جان نماید آرزو — از تمنائے دلِ امیدوارِ ما مپرس

شمع ساں از سر تا بپا از جلوهٔ او سوختم — روئے آتشناک او بنگر ز کارِ ما مپرس

روکش باغ ارم باشد دلِ پر داغ ما — هیچ از رنگین بهارِ لاله زارِ ما مپرس

شب براهِ انتظارش نکفیں خوابش نبرد — حالِ زارِ دیدهٔ اختر شناسِ ما مپرس

بمان نغز سرسبز و اسپید روز — که در تو است خورشید گیتی فروز

بفرخندگی باش و فرخ بپای — که بر سر سپروت خداوند پای

بیا جاودان باش شاداب و شاد — که ویرانها از تو آباد باد

بپائید گیتی خدا جاودان — خجسته پی و فرخجسته بمان

ز تو دست اندیشه کوتاه باد — بلند آستان برتر از ماه باد

بگردش ابر گرد دلکش سرای — بدانسان که بایست خانه خدای

زده پشت پا بر سرای سپنج — چو گنجور گردید در گرد گنج

خرامان بدید از خرم بهشت — ز خود بیخود از خود خود بهشت

ز خود بیخود و گشت در بیخودی — نگهبان آن فرّهٔ ایزدی

بنزدیک چشم دل از دور بود — بگنجینه و گنج گنجور بود

غم از دل کمی کرد و شادی فزود — ز مرآت دل زنگ اندوه زدود

قرار و سکون طاقت و صبر و تاب — ز دل شد بدانسان که از دیده خواب

در حجره بربست و بگشاد چشم — بگنجینه گنجور بی غیظ و خشم

در بسته بگشود تا که ز هم — درآمد ز در [illegible] و حرم

تو کریمی بادشاها از کرمهایش ببخش
کرده هائے باقرِ عصیان شعارِ ما مپرس

۳
کن رحمتے واز عملم یا خدا مپرس — شرمنده ام ز کردهٔ خود از خطا مپرس
اے دل برفت هر چه ازو ماجرا مپرس — با جور او بساز ز مهر و وفا مپرس
گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیست — رازِ حریم یار ز بادِ صبا مپرس
گردن تواں نهاد به تیغِ جفائے او — با درد دل بساز ز دلبر دوا مپرس
دل بردهٔ ز دست من اکنوں ز حال دل — از من فدائے ناز توائے دلربا مپرس
از فرق کرده سر برسیدم بکوئے یار — بگذشت بر سرا نچه ز رنج و بلا مپرس
زهر آب غصه ریخت بکامم نمود تلخ — عیشم چگونه آں بتِ شیریں ادا مپرس
رقصاں بوجد و حال به بیں شیخ شهر را — با لحیهٔ سفید وز صدق و صفا مپرس
دی شب به انتظار قدوش و مید صبح — دردِ شبِ فراق چگویم دلا مپرس

باقر خمش تو محرمِ رازِ دلم نهٔ
خوں شد دلم چگونه ز بهر خدا مپرس

ردیف شین

۱

نظاره یکی حور و ملک گر بکنندش / مشکل که بهر ناز و ادا دل نه دهندش

در چاه زنخ گه دل دیوانه کند بند / گه میکشد از ناز ز گیسو بکمندش

هر لحظه خیال قد رعنائی تو در دل / شوخی است پریزاد که در شیشه کنندش

سر رشتهٔ زلفت نگذارد دل عاشق / گر همچو سر طرهٔ خوبان شکنندش

این فتنه که دارد روش گردش گردون / آموخت مگر شیوهٔ جولان سمندش

باقر سر خود ساخته وقف ره خوبان
تا در دم رفتن سر پایی بزنندش

۲

به تغافل نظر لطف خود ای جان مفروش / یاد عشاق و فا پیشه به نسیان مفروش

دارم اشکی که جهان است از و طوفانی / من ای ابر تو این دیدهٔ گریان مفروش

جام حرمان زده ام وز تو تهی کاسه ترم / داغ حسرت بمن ای لالهٔ نعمان مفروش

نیست چون جلوه گه یار ترا خانهٔ دل / زاهد خشک عبث سر بگریبان مفروش

زاهد از باده بود پیکر ما نورانی / پیش روشن گهران گوهر عرفان مفروش

دل بتدبیر مبند آبروئے عشق مریز تیشه بر زخم مزن درد به درمان مفروش

هر لبِ زخم دلم از تو بود خنداں تر بمنِ خسته تو اے گل لبِ خنداں مفروش

بمرادِ تو بہائش ندہندت باقر

گوہر پاک دلِ خود بچنیناں مفروش

۳ من و شوق روئے آں مه که ندیده ام هنوزش چه بود مئے وصالش که نچشیده ام هنوزش

تو فسانه ام بگفتی ز کسے شنیده باشی تو بگو بگفت ہے ہے نشنیده ام هنوزش

برہش چناں برفتم که بماند پائے رفتن بکجا است منزلِ او نرسیده ام هنوزش

تو بیا بگفت با من که ز ربط مهر با تو سر رشته که دارم نبُریده ام هنوزش

ز سرِ نیاز گفتم که غلام تست باقر

به چگونه شد بگفتا نه خریده ام هنوزش

ردیف ضاد

در عشق چو بسمل دل دیوانه کند رقص   در شعله چو افتاد بلے دانه کند رقص ۱

در شوق بناگوش تو از جوش طربها   در بطنِ صدف گوهر یکدانه کند رقص

یکره سوئے میخانه گر از ناز برآئی   مستانه خُم و باده و پیمانه کند رقص

هر جا همه مستند به اندازهٔ خود ها   بلبل بچمن چغد بویرانه کند رقص

آندم که به گلزار تو از ناز خرامی   هر سرو سهی بیخود و مستانه کند رقص

یاد آیدم از گرد سرت گشتن خویشم   بر گرد رخِ شمع چو پروانه کند رقص

باقر بیکی گردش آن نرگسِ جادو
زاهد بدر میکده رندانه کند رقص

ردیف ضاد

۱
نه فروغِ رخ شمس و قمری بود غرض — لمعه رُوے توزیں جلوه گری بود غرض
ریختم اشک پئے ناقه به آئینۂ دل — مقدمِ محمل یار سفری بود غرض
ره سپردیم سُوئے کعبه وگه جانبِ دیر — جلوهٔ روئے توزیں دربدری بود غرض
بر جمالِ تو نیفتاد مرا نورِ نظر — آه زیں چشم مگر بے بصری بود غرض
بود مقصود حدیثِ تو شنیدن از سمع — دیدنِ روئے تو از دیدهٔ وی بود غرض
سوئے مسجد بکشد صبحگهم بہرِ نماز — بوئے زلفت ز نسیمِ سحری بود غرض
مژدهٔ وصل رسانذی بفدایت جانم — قاصدا از تو همیں خوشخبری بود غرض
اشک و آه است کزاں شهرهٔ عشقِ تو شدم — ورنه ایں راز کرا پرده داری بود غرض

کشتۂ شوق تو بوده است بدل باقر را
کے تماشائے رخِ حور و پری بود غرض

ردیف ظاء

نصیحتِ تو بود جمله از ریا واعظ　دلِ تو نیست به اخلاص آشنا واعظ ۱

فتادهٔ ز رهِ صدق و راستی بس دور　کجا دلِ تو کجا جلوه خدا واعظ

هنوز قشری و دم میزنی ز کهنه علوم　بذوق مغز نگردیده آشنا واعظ

ز من که ساکن میخانه ام چه میپرسی　که شیخ شهر کجا ماند و کجا واعظ

کنی مطالعه گر آں رخِ کتابی را　دهی ز جبه و دستار رونما واعظ

نکرده اند چو قسمت ترا دلِ صافی　مباش غره برین ریش باصفا واعظ

حدیث رتبهٔ اهلِ کرم وظیفهٔ تست　بطرز خوب کنی عرض مدعا واعظ

فتادهٔ پیٔ قصرِ شاربِ رندان　دراز باد ترا ریش خوشنما واعظ

ز اجتهاد بر اعلام دین خطا گیری　تو رستگار بناشی ازین خطا واعظ

ز بابِ علم و عمل خود نگشتهٔ آگاه　براه دین که ترا کرد پیشوا واعظ

سرِ نیاز بخلوت نه بر زمین سائی　میان جمع بمنبر کنی دعا واعظ

تو مگذر از حد خدمت به پیشِ او باقر

که رند وضع تو هستی و پارسا واعظ

ردیف غین

۱

یار دیرینه مرا از نظر انداخت دریغ ‌‌ ‌ از وفا تاخت عنان و بجفا ساخت دریغ

راز عشق تو بدل بود نهان همچو شرر ‌‌ ‌ اشک غماز مگر پرده برانداخت دریغ

زخمیِ تیر نگاهِ تو نگشتم گاهے ‌‌ ‌ بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ

مایهٔ عیش و نشاطِ دو جهان رفت بباد ‌‌ ‌ لشکرِ غم طرفِ کشورِ دل تاخت دریغ

عقلِ بیچاره نهان بود پس پرده هنوز ‌‌ ‌ عشق سفاک بجانها علم افراخت دریغ

ساخت با غیر و برید از من و پیمان شکست ‌‌ ‌ با من آن جانِ جهان نرد دغا باخت دریغ

در حریمش چو بناگاه رسیدم باقر

حالتِ زار نپرسید و نه بشناخت دریغ

۲

جمال دوست ز تو ماند در حجاب دریغ ‌‌ ‌ ز روئے دوست نبرداشتی نقاب دریغ

ز تاب عشق نکردی جگر کباب دریغ ‌‌ ‌ ز خون دل نکشیدی شراب ناب دریغ

نگشت هیچ گهے قسمتِ تو هشیاری ‌‌ ‌ ز نوشِ بادهٔ غفلت شدی خراب دریغ

رسید جان ز جگر تشنگی بلب لیکن ‌‌ ‌ نداد ساقی ما یک قدح شراب دریغ

اگرچه جلوهٔ حسن تو شد جهان افروز
بماند روی تو در پردهٔ نقاب دریغ

سحاب فیض ببارد ز آسمان شب و روز
تو قطره آب نخوردی ازین سحاب دریغ

جهان همه صدف سرّ عالم معنی است
تو زین صدف نکشیدی دُر خوش آب دریغ

فگنده ام دل خود را بر آتش عشقت
هنوز پخته نگردید این کباب دریغ

مدار زهد به کم خوارگی و بیداریست
تو بیخبر همه مصروف خورد و خواب دریغ

یکی بغور نه نگریستی بصفحهٔ دل
بماند محو دو چشمت به صد کتاب دریغ

بجان رسید چها زان نگاه سحر آمیز
ز دل شکیب ربود و ز دیده خواب دریغ

گذشت عمر و نه شد سرمه قسمت چشمم
ز گرد راه شهنشاهِ بوتراب دریغ

اسیر عشق رخ خود نموده باقر را
تو زلف خویش فگندی به پیچ و تاب دریغ

۳

کند بخاطر جانان گذر دروغ دروغ
به آه و نالهٔ عاشق اثر دروغ دروغ

ز حال خستهٔ من پرسی از دلت بس دور
کنی ز لطف تو بر من نظر دروغ دروغ

تو سنگدل ز تو آید که در رگ جانم
ز نوک غمزه زنی نیشتر دروغ دروغ

ز سادگی به یقین دانم و تو هر روزی
دهی ز آمدن خود خبر دروغ دروغ

بخنده گفته فرستادهٔ که می آیم
بخانه ام تو شوی جلوه گر دروغ دروغ

ز راه عشق نگر دم چه گوئی ای زاهد
مرد که هست درین ره خطر دروغ دروغ

پئی تو سبحه و سجاده بس بود زاهد
ز عشق دم مزن ای بیخبر دروغ دروغ

جواب نامهٔ معشوق قاصدا معلوم زنی چه دست به جیب و کمر دروغ دروغ

فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب چه حیله آوری از درد سر دروغ دروغ

درستیِ سخن و صدق وعده ات دانم کنی ز وصل خودم بهره ور دروغ دروغ

به فرقتت به غم و رنج و غصّه ساخته ام مده ز آمدنِ خود خبر دروغ دروغ

بکنج فقر به تقدیر گشته ام قانع من و محبت گنج و گهر دروغ دروغ

سخن درست بگویم به پیش جلوهٔ او شعاع شمس و فروغِ قمر دروغ دروغ

فتاده است ز پا باقر تو در راهت
رود ز کوئے تو جائے دگر دروغ دروغ

۴ میلے نکرد سوئے من آں ماهرو دریغ از رخ کشیده پرده نشد روبرو دریغ

بهرِ نماز عشق نه کردم طهارتے از آب دیده گرچه نمودم وضو دریغ

خلقے کنند عرض غرض پیش او مگر آں محو ناز می نکند گفتگو دریغ

از تشنگی بمردم و ساقی به بزم می ته جرعهٔ نریخت مرا در گلو دریغ

از نقش پائے یار نصیبم نه شد نشاں ماندم تمام عمر دریں جستجو دریغ

بے حرمتی بود طلبِ آبرو ز غیر از غیر حق کنی طلبِ آبرو دریغ

آمد پئے نماز به نعشم ولے ز غم اشکے نریخت آں صنمِ تند خو دریغ

دایم ستیزه میکندم و ز کرم یکے مایل به آشتی نشد آں جنگجو دریغ

با من که بنده ام بگشا در حدیث لب داری چرا به همچو منے گفتگو دریغ

باقر نه رفت داغ سیه از جبین بخت
کردم ز آب دیده بسی شست شو دریغ

کن یک شبی از روی خود در خانه‌ام روشن چراغ　　روی کن در دامنم چون در ته دامن چراغ　　۵
از درونش شب که میکردی نظر سوی برون　　بوده است از عارضت در خانه روزن چراغ
میخرامیدی به بام امشب ز عکس روی تو　　بود روشن ماه من در کوچه و برزن چراغ
کشتهٔ ناز تو من هستم شهید غمزه‌ات　　میبایدت آوردنم یک شب سر مدفن چراغ
دوست دشمن بنگرم از یک نظر از سادگی　　میفروزم هر شبی در خانهٔ دشمن چراغ
شمع روی او ایا نادیده گاهی کین چنین　　می برآرد از سر دردی رگ گردن چراغ
حالتی دارم شب هجرت که از سوز درون　　بر سر تنهائی من میکند شیون چراغ
هست در آغوشش من امشب مه من گرم ناز　　میکند نظاره باشد قابل کشتن چراغ

سوخت دل چون شمع باقر بر سیه بختی خود
در شب رحلت نشد روزی مرا مردن چراغ

ز گردون در کرد مهری طلوع	که مهرش بپا در سجود و رکوع
فروزنده گنج محاسن حسن	که بر گردن چرخ ز امرش رسن
فروزان رخش مهر انجم فروز	فروزنده اختر نیمروز
ببستان ز مهر اختر هنده سپرد	بسرو روانش سر و جان تذرو
چه فرزانه فرزندش آمد فراز	نشیب و فراز آمدش در نیاز
سر تنگ شکّر ز هم برگشود	ز شیرین شکر شور خسرو فزود
توان از تن و هوش از سر سترد	بگفتار و رفتار چون ره سپرد
بیا در همیگفت فرّخ پسر	ز فرّ تو ام تاج و افسر بسر
فضای سرا از تو پر نور باد	ز رفعت برازیت معمور باد
ز ایزد توئی بانوی هشت باغ	شبستان حق را فروزان چراغ
دمادم بدرمان دردم پزشک	عجب بر مشامم رسد بوی مشک
عجب بوی مشکم وزد بر مشام	ز مشکوی مشکین تو صبح و شام
وزد بر مشامم شمیم بهشت	بمشکو همیپر مگر با بهشت
مگر خاک ایوان تو مشک سرشت	که مشکوی مشکین تو مشکبوست

ردیف قاف

۱۱

عشق باشد منزلِ من میرسم از کوئے عشق | میرسد از هر چمن اندر مشامم بوئے عشق
نور رخسارِ محبت شمع افروزِ دل است | رُوح را مستی فزاید نکهت گیسوئے عشق
گر بنقدِ جان بدست آید خوشا بختِ بلند | زندۂ جاوید سازد مرده را داروئے عشق
میکند در یک نفس تسخیر ملکِ جان و دل | رشک سحرِ سامری باشد مگر جادوئے عشق
زهد را زد سیلی و سر پنجۂ تقوی شکست | من بلا گرداں زور و قوت بازوئے عشق
غازۂ روئے محبت ساختم خونِ جگر | شد سویدائے دلِ من وسمۂ ابروئے عشق

فارغ آمد باقرؔ از سیرِ همه شهر و دیار
هر که چوں مسکین دلِ من شد مقیمِ کوئے عشق

۲

قوام ملت و دیں حضرتِ قیام اصدق | نظام شرع متین حضرتِ قیام اصدق
بعارض شرفِ ابتلائے بینش حق | چه طرفه نور جبین حضرتِ قیام اصدق
نمود صانع قدرت بخاتم مه و مهر | ستوده نقش نگین حضرتِ قیام اصدق
علاج دردِ علیلان علتِ عصیاں | دوائے قلب حزیں حضرتِ قیام اصدق

بر روئے خاک چو بسمل طپیده ام تا رفت باوج عرش بریں حضرتِ قیام اصدق

بباطنِ دل غمگیں باقرِ مسکیں
بود چو روح قرین حضرتِ قیام اصدق

۳

میر من است و پیرم حضرتِ قیام اصدق من بنده او امیرم حضرتِ قیام اصدق
هستم ز ناتوانی چوں نقش پا فتاده باشد که دستگیرم حضرتِ قیام اصدق
از دشمنیِ اعدا باشد چه خوف مارا باشد دلا نصیرم حضرتِ قیام اصدق
شد جان و تن سراپا روشن ز نور رویش در چشم و در ضمیرم حضرتِ قیام اصدق
در گلشنش چو بلبل هر صبحدم بنالم تا بشنود صفیرم حضرتِ قیام اصدق
نقش جمال رویت چوں نقش در نگینے گشته است دلپذیرم حضرتِ قیام اصدق
از لطف کن نگاهے سوئے منِ غریبے مسکین دل و فقیرم حضرتِ قیام اصدق
از قید حزن و کربم از لطف خود رها کن در دست غم اسیرم حضرتِ قیام اصدق
رویت چگونه بینم بے نور شد دو چشم از لطف کن بصیرم حضرتِ قیام اصدق
من شاه ملک فقرم تاج من است کفشت کویت بود سریرم حضرتِ قیام اصدق
از زیستن به تنگ ام بے روئے تو نخواهم بر درگهت بمیرم حضرتِ قیام اصدق

کن از کرم نگاهے بر حال زار باقر
دلخسته و حقیرم حضرتِ قیام اصدق

۴

رحمے بمنِ شیدا یا پیر قیام اصدق بر من نظرے فرما یا پیر قیام اصدق

اے من بفدائے تو از حالِ منِ مسکیں — تا کے نہ کنی پروا یا پیرِ قیام اصدق
ہستم بہ درِ فیضت استادہ بصد حسرت — این بستہ درت بکشا یا پیرِ قیام اصدق
دور از درِ پاکِ تو آوارہ بوم تا کے — در بادیہ و صحرا یا پیرِ قیام اصدق
از شور و فغانِ خود گردیم تماشا کن — حشرے بدرت برپا یا پیرِ قیام اصدق
این ہستیِ موہوم در ذاتِ تو شد پنہاں — من قطرہ و تو دریا یا پیرِ قیام اصدق
امروز چو دستم شد در دستِ ولائے تو — ما را چہ غمِ فردا یا پیرِ قیام اصدق
از مدحتِ ذاتِ تو آریم سخن گفتن — ما را چہ بود یارا یا پیرِ قیام اصدق
تو ساقیِ بزم آرا من جرعہ کشِ فیضت — یک ساغرے زاں مینا یا پیرِ قیام اصدق
از بہرِ منِ مسکیں جز تو نبود ہادی — در دنیا و در عقبیٰ یا پیرِ قیام اصدق
در علم خدادانی در معرفت و عرفان — کس چون تو نہ بود پیدا یا پیرِ قیام اصدق

بر یادِ گلِ رویت چوں مرغِ چمن باقر
فریاد کند شبہا یا پیرِ قیام اصدق

ردیف کاف

ثنایت بیش و گفتارِ من اندک ۔۔۔ فزون حسن تو دیدارِ من اندک ۱
بود باقی به بین نقشِ سجودم ۔۔۔ بکوئے تست آثارِ من اندک
خود از فرهاد و از مجنون تو خود گو ۔۔۔ بود دگرمی بازارِ من اندک
چو دید احوال من گفتا زحسرت ۔۔۔ که خواهد زیست بیمارِ من اندک
غم و دردم بود در دهر بسیار ۔۔۔ رفیق و یار و غمخوارِ من اندک
نیم شایان لطفِ او ولیکن ۔۔۔ سرے دارد بمن یارِ من اندک

چه غم باقر که از فضلِ کریم است
فزون آسان و دشوارِ من اندک

ردیف لام

۱

دارم دلے مگر چہ دلے خوار و زار دل | سیماب وار مضطرب و بیقرار دل
زخمیِ دل و فگار دل و داغدار دل | غمگین دل و ملول دل و سوگوار دل
بیچارہ دل ز آتشِ عشقِ تو پاک سوخت | خاکستریست شعلہ صفت یا شرار دل
ہر چند دل بہدیہ سپردم باو مگر | دل نیست ہدیہ کہ پسند د نگار دل
بودہ است گوہرے بگراں مایگی علم | در دورِ عشق روئے تو گردید خوار دل
اے سرو من بیا کہ دریں موسمِ بہار | مانند ابر بے تو بود اشکبار دل
در بار چوں نہ بود متاعے ز سیم و زر | بر راہِ مقدمِ تو نمودم نثار دل
بر یادِ عارض و سر گیسوئے پرخمت | در سینہ میطپد ہمہ لیل و نہار دل
ہر لحظہ میکشد طرفے دست و حشتم | یکجا بیک دو تیرہ نہ گیرد قرار دل
آخر ز دستِ عشق چو گل چاک چاک شد | پروردہ شد چو غنچہ عبث در کنار دل
در کوئے عشق باختم آں دل کہ داشتم | گیرم کنوں مگر ز کسے مستعار دل
آہے کشد ز درد و گہے نالہ از فراق | ہاں راز عشق را نشود پردہ دار دل
شد خاک در رہت سر بامِ تو رہ نیافت | ہر چند میپرد بہ ہوا چوں غبار دل

حسنِ غیور او ست که گردد نه جلوه گر | از محو ما سوا شده آئینه وار دل
جنسے گراں بہا است بداں قدر و قیمتش | لعلے است شب چراغ و دُرِ شاہوار دل
جانا چہ یک دلے کہ فتد گر بدست من | بر پائے نازکِ تو فشانم ہزار دل
دستے بزد بدامن دنیا و لے نیافت | از کردۂ خود است بسے شرمسار دل

باقرؔ چہ احتیاج بسیرِ چمن مرا
از داغہائے عشق چو شد لالہ زار دل

۲

از عکس رُویت آئینہ فصل بہاراں در بغل | از تار زلفت شانہ را صد سنبلستاں در بغل
از آہ سوزاں سینہ ام برقِ درخشاں در بغل | از داغ ہجرانت دلم خورشید تاباں در بغل
ساقی بیا سوئے چمن جام و سبو را جلوہ کن | ابرِ سیہ آمد ببر بادِ بہاراں در بغل
چوں از بدی و نیکیم پرسند در روز جزا | از شرم عصیاں نامہ را سازیم پنہاں در بغل
زاہد بروز یں رہگذر لافِ وصالِ او مزن | گیرد کجا ہر بلہوس معشوقہ آساں در بغل
آمد بعزمِ قتل من آں ترک با طرزِ عجب | تیر و کماں زیبِ کمر شمشیر عریاں در بغل
از دل چگویم ماجرا ہر دم کشد سوئے بلا | پیدا مرا شد از کجا ایں دشمنِ جاں در بغل
در عمر کے طاعت کند ہشیار کے گردد کسے | عہدِ جوانی و جنوں پیری و نسیاں در بغل
از ہر کتاب و علمہا بیگانہ ام اکنوں مگر | اوراق بابِ پنجمی ہست از گلستاں در بغل
عمر یست کز خود بیخبر ہمدوشِ حرماں ماندہ ام | صبحِ وطن دور از نظر شامِ غریباں در بغل

باقرؔ دمِ پیریست ایں از جام و مینا درگذر

تسبیح زیبِ دست کن میدار قرآں در بغل

۳ سحر بباغ شدم تا کنم نظارهٔ گل | فزود وحشت من جیب پارہ پارهٔ گل
بروں کشند ز باغش بگو چه و بار آ | بگردش است مگر طالع دستارهٔ گل
چه تاب همسری روی او بود گل را | که در مقابله اش نیست جز خسارهٔ گل
چه نسبت است برنگینیِ رخت گل را | به عارضِ تو غلط هست استعارهٔ گل
باوج باد به پرواز بال بلبل سوخت | پریده است ز گلشن مگر شرارهٔ گل
نه خط سبز بگردِ عذار جانانست | طراز سبزهٔ ریحانست برکنارهٔ گل

چساں ز دیدن روئے تو آیدم سیری
نگشته است کسے سیر از نظارهٔ گل

۴ اے ماه لقا مهر وشا حور شمائل | گردید دل و دیدهٔ من سوئے تو مائل
از شوق زنم بوسه من آں مصحف رو را | گر دست تواں گشت بزلفِ تو حمائل
اے من بفدایت چه بگویم که چه خوبی | خوش صورت و خوش سیرت و فرخنده خصائل
اے وائے بریں گوش که نشنید حدیثت | رویت چو ندیده است ازیں دیده چه حاصل
در کون و مکاں نیست بجز روئے تو دیگر | یک ذات تو حق است و گر غیر تو باطل

حسنت بکمال است تواں داد زکوٰتش
باقر بجناب تو گدا آمد و سائل

۵ نه دل چو غنچه نه چوں گل دماغ شد حاصل | همیں چو لاله بعشقِ تو داغ شد حاصل

ز زخمهائے نگاهِ تو شد بهارستان — مرا بسینهٔ خود سیر باغ شد حاصل

به آستان تو تا پا شکسته بنشستم — ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل

بجستجوئے تو گم شد چنانکه چون عنقا — مرا نه از دل شیدا سُراغ شد حاصل

مرا ز دست تو در دور ساغرا ے ساقی — به سینه داغ بجائے ایاغ شد حاصل

کتاب خوش خط عارض بپوش زانکه مرا — ز درس عشق تو اکنون فراغ شد حاصل

ز عارض تو سیه خانه ام منور شد — زہے بکلبهٔ تارم چراغ شد حاصل

نصیحتم تو اگر نشنوی برو باقر
مرا ز پند تو شرطِ بلاغ شد حاصل

ردیف میم

۱ چو بر عزمِ طوافِ کعبۂ کویش میاں بستم — بداں ساں گرم رو گشتم کہ پائے آسماں بستم

عبث رنجیدہ از من بجانِ خویشتن اے جان — کہ من چشم از تماشائے حسینانِ جہاں بستم

درونِ خانۂ دل تا غمِ جانانہ ام جا کرد — بروئے خویشتن درہائے عیشِ جاوداں بستم

بجائے سبحۂ صد دانہ در عشقِ بتاں آخر — زنّارِ زلفِ زنّارے ز گردن تا میاں بستم

مبارک باد شوقِ کعبہ و طوفش بتو زاہد — کہ من از کعبہ احرامِ تماشائے بتاں بستم

ببارِ غافلاں ہرگز نہ دیدم گوہرِ سودے — منِ کم مایہ رختِ خود جدا زیں کارواں بستم

زبس رازِ محبت زد بگوشِ سامعاں آتش — خموشی زیں بیاں کردم زباں زیں داستاں بستم

دلِ وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں — زمن اے دوستاں عشقے کہ دامن بر میاں بستم

بیادِ جلوۂ مستانۂ آں مہ جبیں باقرؔ
شبِ فرقت لبِ خود را ز فریاد و فغاں بستم

۲ بدل چوں جان ہم آغوشیِ وصلت آرزو دارم — بچشمم جلوہ فرمائے و ہر سو جستجو دارم

ترا می بینم و خور را تماشا میکنم در تو — ز روئے روشنت آئینہ گویا روبرو دارم

ز زخمِ خنجرت باشد تنم رشکِ بہارستاں — نہ فکرِ مرہمے در دل نہ پروائے رفو دارم

حقیقت رس نهٔ واعظ عبث داری بحرِ چشم　　کجا با چوں تو بیمغزے دماغ گفتگو دارم

همه سُود و زیاں را از خدا وابستهٔ ام باقر
ز لطفِ دوست امیدے نه بیمے از عدو دارم

۳
از دردِ دل بناله زنی همنواترم　　با چشم تر ز دامن ابر آشناترم
اے سرو نازنیں به نیازم که از خلوص　　از جمله عاشقاں بدرت جبه ساترم
زیبا است جلوهٔ تو بناز بخود که من　　از حسن شاهدانِ جهاں دلرباترم
سوزِ محبت است بدل چوں شرر نهاں　　از آب دیده گرچه برنگِ حناترم
در عشق کرده است بیکتا ئیم علم　　بارِ غمت که کرد ز زلفت دوتاترم
گفتم چه با صبا برازمن باو پیام　　گفتا که از تو خود براو نارساترم

چندانکه خواستم که شوم همقریں دوست
باقر فگند چرخ ز بزمش جداترم

۴
یاد آں عهدے که طبعِ شادمانے داشتیم　　خاطرے دُور از غمِ نامهربانے داشتیم
هست سودایت که مارا کرد بے نام و نشان　　ورنه ما هم پیش ازیں نام و نشانے داشتیم
برگل اے بلبل چه مینازی که ما هم چند روز　　تکیه بر بازوئے یارے مهربانے داشتیم
جلوهٔ حسنِ تو زد مهر خموشی بردهاں　　ورنه از هجرِ تو صد شرح و بیانے داشتیم
ما همی کردیم صرفِ سجدهٔ کوئے کسے　　خود اگرچوں خضر عمرِ جاودانے داشتیم
ضبط آه آتشیں در سینه میکردیم چوں　　آتشِ عشقت بجانِ ناتوانے داشتیم

باقرؔ آں مہ نشمرد از بندگانِ خویش ما
بر جبیں از سجدۂ کویش نشانے داشتیم

۵
پریشاں گرد شوقم سر بصحرا دادۂ عشقم | بہر شہر و دیارے میرسم بر جادۂ عشقم
بغیر از نغمۂ مستانہ نتواں گوش کرد از من | نہ از ویرانہ عقلم گلستاں زادۂ[1] عشقم
برو ناصح ز پیشِ من مکن ایں ژاژ خائی ہا | بہ پندت دل چساں بدہم کہ من دلدادۂ عشقم
نیم آگہ ز حرفِ عقل و نقشِ لوحِ دانائی | سیہ مستِ میِ شوقم خرابِ بادۂ عشقم
فدائے نامِ جاناں کردم اسبابِ تعلق را | قلندر مشربم مستانہ ام آزادۂ عشقم

بکوئے عشق باقرؔ ہیچگاہے نے ز خود رفتم
برنگ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ[2] عشقم

۶
بگوشِ جاں رسد بانگ الستم | بذوقِ لذتِ ایں بادہ مستم
بزودش وا رہانم چوں تو خود گو | کہ در افتاد امانت بدستم
ز وحشت داشت مرغِ دل پریدن | بزنجیرِ سرِ زلفِ تو بستم
بپالیش سر نہم ہمچوں صراحی | کہ تا ساغر دہد ساقی بدستم
مرنج از من اگر گرمِ نیازم | کہ آخر بندۂ نازِ تو ہستم
زپا افتادہ ام بر آستانت | بدہ بہرِ خدا دستے بدستم
امامِ شہر خواند کافرم زان | کہ شاہد باز و رندو می پرستم
ز تابِ سنبلت در پیچ و تابم | ز رنگِ لالہ ات در خوں نشستم

---

[1] گلستاں زادہ بمعنی گل و سبزہ (بہار عجم) ۱۲ [2] بمعنی کاہ ربا ۱۲

پسر گفتنی گفت و مادر شنفت
بپاسخ سخن پخته و پخته گفت

بفرزانه فرزند فرمود مام
فراوانت از ایزد درود و سلام

نهان از جهانی رسول خدا
چو گنجی بگنجینه اندر کسا

پژوهش پژوهنده فرمود رفت
ره حجره بسپرد و بشتافت تفت

ز خورشید رخ روی رخشنده تافت
درنگی نکرده بره برشتافت

پس و پیش حجره ستاد استوار
ستد از پیمبر همه اذن بار

پیمبر باوازش آواز کرد
در بسته بر روی او باز کرد

سر آورد و بردش بزیر کسا
کسا گشت آئینهٔ حق نما

پیمبر چو جانش ببر برگرفت
کنار و برش مشک اذفر گرفت

بپای نبی سود رخسار و چهر
بدامن ستاره فشان شد بمهر

بپای رسول پسندیده خو
بسائید آسوده بس روی و مو

بنوی ز خورشید رخشنده ضو
همه نو گرفته همه نو بنو

بگنجینه گنج جلالی دفین
ز رخشنده خورشید ماهی قرین

پس از لمحه از در درآمد حسین
فروزندهٔ انجم و نیّرین

بخواجه اصدق ازباقر بگوئید
که من چشم دل از غیرتو بستم

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

داروئے عیسیٰ نفع نہ بخشد شربت خضری سود نہ آرد
زندہ شوم از بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فتنۂ دوراں آفت جانے گلشن جان سرو روانے
نخلِ قدِ دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کردہ اسیرِ حلقۂ گیسو طائر جانِ ہردو جہاں را
تار نفسہا موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روز قیامت لطف عمیمش دیدہ بباشد اہل جہاں را
چشم ترصد سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشر ہا حور و ملک ہا ماندہ بصد جاں گرم سجودش
قبلۂ جانہا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیرِ قضا را ہیچ کمانے نیست و نباشد ہیچ زمانے
غیر خم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقر خود را بارخدایا قبل ز وقتِ خاک شدنہا

سا ز غبارِ کوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

۸ دل بدرد آمده فریاد کنم یا نکنم پیش تو شکوهٔ بیداد کنم یا نکنم

وعدهٔ وصل ز دلدار رساندی قاصد دل ازین مژده بگو شاد کنم یا نکنم

گرچه هجر است گران حسرتِ دیدن با قیمت سر تهِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم

من بیادِ تو و نسیان تو هستم خرسند چند پرسی که ترا یاد کنم یا نکنم

من بقربان ادایت چه دهی فرمانم عرضِ حالِ دلِ ناشاد کنم یا نکنم

از پے کشتن من چیست رضائش باقر
سر تهِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم

۹ کشم جامِ محبت مشربِ رندانه دارم ز دل یا هو بر آرم نعره مستانه دارم

درین دقِ گدائی شوکتِ شاهانه دارم علم بر آسمان از همتِ مردانه دارم

گهے چینِ جبین دشنام گاهے گاه بد گفتن عجب نازک مزاجے تندخو جانانه دارم

ملاف از عشق پیشِ من که من هم چون تو اے مجنون بعشقِ بے وفا یارے دلِ دیوانه دارم

شرابِ عشق مینوشم بذوقِ آن سیه مستم کجا چون دیگران شوقِ می و میخانه دارم

نباشد بے سند عشقم ز دیوانخانهٔ جانان مزین کرده از مهر و نشان پروانه دارم

بعالم قصهٔ فرهاد و مجنون شهرتے دارد ز من گر بشنوی من هم عجب افسانه دارم

بیا و جلوه کن اینجا فدائے پرده ات جانم درونِ سینه از دل طرفه خلوتخانه دارم

بیا جانا باغوشم کنم مشاطگیِ تو برائے زلف شبرنگت ز مژگان شانه دارم

بیاید ماه من امشب درونِ خانه‌ام باقر
تعالی الله عجب رشکِ جناں کاشانه دارم

۱۰

از چه رو شمع صفت دیدهٔ گریاں دارم — یعنی چوں گل هوسِ آں لبِ خنداں دارم
آفتابی رخ او هست دلیلِ روشن — من اگر مذهب خورشید پرستاں دارم
گر چنیں غیرت گلهاست ترا نکهت و رنگ — من چو گلها نه چرا چاک گریباں دارم
نیست غم نیست بکاشانه اگر شمع و چراغ — که من از نور رخش شمع شبستاں دارم
زاهدا سجدهٔ حق از من مسکیں مطلب — که بتے دشمن دیں غارت ایماں دارم
دیدن رنگ رُخ تست به گلها مقصود — من نه بیهوده سر سیر گلستاں دارم

گفتمش یک غزلے گوش کن از من باقر
گفت خامش که بسے چوں تو غزلخواں دارم

۱۱

اے گنج مختفیم ز ظهورِ تو سوختم — غیبت نشاں من ز حضورِ تو سوختم
یکره نه همچو شمع ببالینم آمدی — سر گرم ناز من ز غرورِ تو سوختم
موسی بسوخت از شرر سنگ طور و من — اے شمع بزم حسن ز نور تو سوختم
ما محو جلوهٔ رُخ جانانه خودیم — واعظ برو ز مژدهٔ حورِ تو سوختم
خاموش مانده بود بشبها چراغ دل — ایں شمع را ز شعلهٔ نورِ تو سوختم
تا بد نه جلوهٔ تو به آئینهٔ دلم — اے شعله رو ز حسنِ غیورِ تو سوختم
از عرش بام او چه بدیر آمدی بمن — اے قاصدِ صبا ز مرورِ تو سوختم

باقر به طاعتِ تو چو بوئے خلوص نیست
از طاعتِ تو ہیچو فجورِ تو سوختم

۱۲
سرِ سودائے خوں بالا دلِ شیدائے خود دارم — بروئے مشتری شرم از زبوں کالائے خود دارم
ز سیرِ لاله زار افتاده ام فارغ که ای ہمدم — بہارِ تازه از داغِ چمن پیرائے خود دارم
بہجرش میدہم جان و ز احوالم نمی پرسد — شکایتہا ز خوئے یارِ بے پروائے خود دارم
دہد سیلِ حوادث جنبشم لیکن بحمد الله — که پائے استقامت روز و شب برجائے خود دارم

کنم ہر چند ضبطِ خویش باقر لیک نتوانم
که رازِ عشقِ پنہاں در دلِ شیدائے خود دارم

۱۳
بر شمعِ عارضِ تو چو پروانه سوختم — از برقِ جلوهٔ تو کلیمانه سوختم
صیاد بے گناه اسیرم نموده بود — تارِ قفس ز آهِ غریبانه سوختم
ناکرده طاعتے ز ثوابم کجا امید — از حشر منم مپرس که ماوانه سوختم

پروانه سوخت از نفسِ گرمِ شمع و ما
باقر ز سرد مہریِ جانانه سوختم

۱۴
شرابِ لاله رنگ و ساقیِ گلفام میخواہم — ز چشم و لعلِ نوشش شکر و بادام میخواہم
شبِ مہتاب و روئے آب و دورِ جام میخواہم — نگارِ سیم اندامے و طرفِ بام میخواہم
دلے دارم ز تیغِ انتظارِ مقدمش پر خوں — نگاہے زاں دو چشمِ مست خوں آشام میخواہم
نگر در گوشهٔ مرقد شوم ہمدوش ایں مطلب — ز بے تابیِ دردِ دل دمے آرام میخواہم

زشهر یار می آئی خدارا مژدهٔ قاصد زوصلِ آن بتِ مهوش زتو پیغام میخواهم

طفیلِ مقبلانِ خود بفریادم برس یارب نجات از دستِ جورِ نفسِ نافرجام میخواهم

نسازد بادِ ما غنچم نکهتِ دشتِ ختن یارب نسیمے زاں سرِ گیسوئے عنبر فام میخواهم

شده ام قید در خلوت اسیرِ گوشهٔ عزلت فراغے خاطرے از فتنهٔ ایام میخواهم

بصد الحاح وصد زاری ز درگاهِ خدا باقر

وصولِ مدعاے ایں دلِ ناکام میخواهم

۱۵

فارغ از کشمکشِ زحمتِ تدبیر شدیم تا بکارِ دلِ خود قانعِ تقدیر شدیم

چوں به پیشِ نظرم صورتِ جاناں آمد محوِ حیرت همه تن صورتِ تصویر شدیم

عقد از کارِ دلِ ما که گشاید هیهات بستهٔ حلقهٔ آں زلفِ گره گیر شدیم

لب شکر شکنِ یار چو آمد به سخن بیخود و شیفتهٔ لذتِ تقریر شدیم

تا درونِ دلِ بے رحمِ تو سازد اثرے گرمِ آهِ سحر و نالهٔ شبگیر شدیم

جنبش از جا نبود چوں صفتِ نقشِ قدم در سرِ کوچهٔ دلدار زمیں گیر شدیم

ساخت ما را به جوانی بغمِ عشق خراب کشتهٔ تیغِ جفائے فلکِ پیر شدیم

ما غریبیم و تبه کار خدایا رحمے بامیدِ کرمت موردِ تقصیر شدیم

محوِ دیدارِ تو تا حشر بباشیم اگر نتواں گفت که از دیدنِ تو سیر شدیم

چوں پئے فاتحه آمد سرِ مرقد به لحد

باقر استاده بپا از سرِ توقیر شدیم

۱۶

درین دو روز سرای جهان وطن چه کنم — نظارهٔ گل و سنبل درین چمن چه کنم

برنگ گل نکشاید گهی بحرف جواب — سوال بوسه ازان غنچه دهن چه کنم

صبا بیار بمن نکهتی ازان گیسو — نسیم گل چه کنم نافهٔ ختن چه کنم

برهنگی است لباسم شعار من عشق است — چه احتیاج بدستار و پیرهن چه کنم

برای مغفرت من بس است شجرهٔ پیر — بجامهٔ حرمِ محترم کفن چه کنم

زبس گناه سیاه است نامهٔ اعمال — دعا بدرگهِ غفار ذوالمنن چه کنم

تو سوی کعبه کشی آن صنم بجانب دیر — درین خصوص بگو زاهدا که من چه کنم

به بحر عشق فتادم ولی ندانستم — که این محیط بسی هست شعله زن چه کنم

تو نازنین جهانی بپای نازک تو — دُرِ سرشک فشانم دُرِ عدن چه کنم

چنان برقصم و مستی کنم که از غنیم — رسد بگوش صدای تنن تنن چه کنم

حدیث گلشن روی توام بتکرار است — حکایتِ گل و نسرین و نسترن چه کنم

برو که پند تو واعظ نمی کند اثری — بترک عشق بگوی بتو سخن چه کنم

به شوق لعل لبش جان همی دهم باقر
اگر نه بنگرد آن عیسیِ زمن چه کنم

۱۷

دردا که عمر در ره باطل گذاشتیم — دل را زبس بغیر تو مائل گذاشتیم

ما یادگار خود زطپیدن بوقت ذبح — از داغ خون بدامن قاتل گذاشتیم

طی کرده ایم راه تو تنها بپای سر — ما همرهیِ راکب و راجل گذاشتیم

تا دل به بحرِ عشق فگندیم نفس را	چوں کشتیِ شکستہ بساحل گذاشتیم
اے خضرِ رہ بیا کہ غلط کردہ ایم راہ	کج میرویم و جانبِ منزل گذاشتیم
فارغ شدیم ما ز تماشائے روئے تو	تا عکسِ تو در آئینۂ دل گذاشتیم
منعم اگر خزانہ بہ بخشد و سیم و زر	ما نقدِ دل بدامنِ سائل گذاشتیم

باقر بہ فیضِ حضرتِ غالب کہ در سخن

ما داغِ رشک در دلِ بیدل گذاشتیم

۱۸

بسوئے کعبۂ کوئے تو بیقرار روم	کنم طوافِ حریمت زِ اختیار روم
برنگِ برق بسویت رواں شوم بیتاب	بساں ابر بکوئے تو اشکبار روم
بگو نہ گونہ عقوبت جہنمم سوزد	اگر بجنتِ رضواں ز کوئے یار روم
ز برقِ جلوۂ آں روئے آتشیں سوزم	ز تاب و طاقت ازاں زلفِ تابدار روم
بسوے جلوہ گہِ آں نگارِ سیمیں تن	بہوئے نافۂ آں زلفِ مشکبار روم
اگرچہ خاکِ رہم لیکن از مروت دور	کہ سینہ چاک ز کوئے تو دلفگار روم
غبارِ رہ بہ تمنا شدم دریں پیری	کہ در رکابِ تو اے طفلِ نے سوار روم
دل است خوں بہ تمنائے روضۂ خواجہ	خوش آں دمیکہ بہ اجمیر از بہار روم
بیار ساغر و می ساقیا کہ من با تو	بہ صحنِ باغ دریں موسمِ بہار روم
بگلشنم نہ کشد دل بشوقِ لالہ و گل	مگر بہ صوتِ خوشِ قمری و ہزار روم

بقیدِ نفس گرفتار ماندہ ام باقر

برون چگونه ازین آهنی حصار روم

۱۹

به شهر آن پری رخسار بر تخت هوا رفتم | سلیمانم پی بلقیس در ملک سبا رفتم
سر تسلیم خم کردم رضا جویت بجان گشتم | ز قید کام دل افتم برون از مدعا رفتم
بر اهش پا ز سر کردم بکوی او گذر کردم | بروی او نظر کردم عجب بودم کجا رفتم
ز دل نقش دوی شستم دوی محو یکی دیدم | فنا در ذات او گشتم ز یاد ما سوا رفتم
گهی چین بر جبین گردی گهی تبسم زیر که باشی | فدایت جان من از جان ازین ناز و ادا رفتم

بوقت جلوهٔ رویش خیال رفتم ز خود باقر
که بند از گفتگو لب شد ز عرض مدعا رفتم

۲۰

دیده آماجگهٔ تیر نظر ساخته ام | سینه از بهر خدنگ تو سپر ساخته ام
بسکه از گرمی عشق تو شدم زار و نزار | از سراپای تو با موی کمر ساخته ام
دیدن سیر نبوده است حد همچو منے | از تماشای تو با یک دو نظر ساخته ام
حرمت مقدم من دارد و بر خود بنشان | بعد یک عمر بکوی تو گذر ساخته ام
نارسا بوده ام از بس ز سبکروحی خود | بهر پرواز لب بام تو پر ساخته ام
از خداهست امیدم که بمقصود رسم | سوی منزلگه معشوق سفر ساخته ام
من فدای نگهٔ فیض تو گردم یا شیخ | که مس خویش ز اکسیر تو زر ساخته ام

باقر این طرفه غزل را به تامل بنگر
صورت و معنیش از لعل و گهر ساخته ام

۲۱

بدرسگاه محبت دلا سبق خوانم　　اگرچه پیر شدم طفل این دبستانم

ز بیقراری عشقت چنان شدم که کنون　　نمانده است بجز مرگ هیچ درمانم

ز وصل دوست پیامی که قاصدا کنون　　ز حد گذشت برون اشتیاق جانانم

طراوت چمن فیض حشمت افزون باد　　که مست نکهت گلهای این گلستانم

اسیر سلسلهٔ زلف آن پریزادم　　هلاک شیوهٔ نازو بیم چه انسانم

حدیث عذر به پشت نیایدم برلب　　نمود کردهٔ خود آنچنان پشیمانم

بغیر رحمت تو چون شود سبکدوشی　　خمیده قامت من گرد بار عصیانم

ز چشم لطف خدایا بسوی من نظری　　که سرفگنده و شرمندهٔ گناهانم

بغم گناه زنده نشترم بدل هرچند　　خوشم باین که مگر بندهٔ مسلمانم

مرید حضرت عشقم بخود همی نازم　　که حب آل عبا هست دین و ایمانم

بخلق کوس سخندانیم بلند صدا است　　چه حاجت است که گویم که من سخندانم

برو به سیر گلستان بی خزان باقر

گرفته است دل از سیر این گلستانم

۲۲

جام در کف در بغل آن ماه پیکر داشتم　　در شبستان شمع از رخسار دلبر داشتم

در تماشای چمن دامن کشان رفتم ز سرو　　بسکه شوق آن قد رشک صنوبر داشتم

دی رقیب از دورباش من نه همت خورد و رفت　　بسکه از آه و فغان و ناله لشکر داشتم

بود شب آن فروشان من که رضوان برد رشک　　در چمن زار حریم دوست بستر داشتم

خضر اگر از حلقهٔ من رهبری خواهد چه دور | همچو اصحق هادیِ خود پیر رهبر داشتم
نافهٔ مشکِ ختن گویا کفِ دستِ من است | بسکه شب در دست آن زلفِ معنبر داشتم

بود باقر دی شبِ من در تجلی همچو روز
در بغل آن شاهدِ خورشید منظر داشتم

۲۳

به بوئے کاکلت مستانه چوں بوئے صبا رفتم | رها کردم ز سر دستار و از بندِ قبا رفتم
ز بس بر بود بیتابی عنانِ اختیار از من | بسوئیش شد رها قاصد من او را ز قفا رفتم
ز بس کرده است شوقِ او سبکروحم نسیم آسا | چو بوئے گل بکوئے یار بر دوشِ صبا رفتم
مرا دردیست جانفرسا که درمانش نمیدانی | معالج از سرم برخیز کز فکرِ دوا رفتم
رهِ تسلیم بسپردم بدل محوِ رضا گشتم | ز کامِ دل رها گشتم ز حرفِ مدعا رفتم
تو عهدِ خویش بشکستی ز راهِ مهر برگشتی | منِ مسکیں هماں پیوسته در راهِ وفا رفتم
بدم گفتی تو خود از ناز و خود رنجیدهٔ از من | بیا جانا کرم فرما که من از ما مضیٰ رفتم
به یثرب تاختم آخر ز هندستاں بحمد الله | که از دامِ بلا برجسته در دار الشفا رفتم

ملول از شکوهٔ اغیار پیشِ او نیم باقر
گزشتم از سرِ ایں قصه و زیں ماجرا رفتم

۲۴

بدل زد نشترے تا غمزهٔ آں چشمِ فتانم | سحاب آسا گهربار است هر رگهائے مژگانم
نشد وا غنچهٔ دل از تماشائے گلستانم | چه باشد آه تدبیرم چه سازم سخت حیرانم
برنگِ شمع امشب جلوه فرما گشت جانانم | بلائے دیں و ایمانم به شوخی آفتِ جانم

فراوان بما در درود و ثنا | فرستاد و استاد بر جا بپا

بما در همکفت فرخ پسر | زکهسار تو شاد جد و پدر

بدل مهر مهرت چو نقش نگین | بود نقش از کلک جان آفرین

ز نور تو تابنده خورشید و ماه | بصبح سپید و بشام سیاه

ولی تو را پای صدر نعیم | عدوی تو را جای قعر جحیم

هر آنچت بپرسیم پاسخ نکو | که مشکین دماغم ببرزن بکو

شمیمی رسد بر مشام از نسیم | که مشکین شود مغز جان زان شمیم

بگیسوی مشکین تو مشک ناب | همانا سرشته در خاک و آب

نشستنگهت گشته خرخیز خیز | ز بس مشکخیز آمد و مشکبیز

هوا مشک ریز و صبا مشکبیز | فلک مشکبار و زمین مشکخیز

بخاکش صبا مشک خرخیز بیخت | ز پرویزنش تبتی مشک بیخت

و یا تبتی مشک بارد سحاب | که خاکش در آمیخت با مشک ناب

درو باشش اندرون بهشتی کند | با آذرمه اردی بهشتی کند

تو گوئی ز جانان بجان از نسیم | رسد مغز مشکین و دلکش شمیم

زدردِ انتظارش بر لب آمد ناتوان جانم — تو ای عیسی تقربانت بفرما چیست درمانم

اگر خواهی هلاکم کن وگر خواهی بکش در بر — که من از جان و دل جانا ترا در خط فرمانم

من و ذکرِ تو بر لبها دلم سوی تو ای جانا — که محروم ساختی از دل نمودی قفس سیمانم

دهم در بندگی خود را بها یک بوسه میخواهم — خریدن میتوان جانا که جنسی خوب و ارزانم

بدستِ نفسِ نافرمان گرفتارم معاذ الله — چه باشد آه درمانم مریضِ دردِ عصیانم

حیاتِ جاودان بخشد مرا یک بوسه زان باقر
که جان دارو بود شیرینی لبهای جانانم

۲۵

خوش آنکه بجان طالب دیدار تو باشم — در سلسلهٔ عشق گرفتار تو باشم

چون زلف سیاهِ تو سیه روز و پریشان — چون نرگس بیمار تو بیمار تو باشم

باشم ز مقیمان سراپردهٔ نازت — همراز تو و محرم اسرار تو باشم

افتاده و واکرده نظر سوی در و بام — چون نقش قدم در پس دیوار تو باشم

چشمم برخت باشد و گوشم به حدیثت — محوِ طرب از صورت و گفتار تو باشم

سرخوش کندم چاشنیِ شربت دیدار — پامال خرامت دم رفتار تو باشم

خاکِ در تو بر سر من افسر شاهی است — سلطانم اگر بندهٔ سرکار تو باشم

گفتم که جفا تا بکجا گفت که باقر
بالله پس ازین مونس و غمخوار تو باشم

۲۶

بیا که زخمیِ شمشیر انتظار توایم — قرار و صبر و سکون رفت بیقرار توایم

بدرد عشق ز جان رفته سوگوار توایم — اسیر حلقهٔ گیسوئے تابدار توایم

نمی رویم بسیرِ چمن که خوش نکنیم — بهار گل که تماشائیے بهار توایم

بهار غنچه و گل خوش نه آیدم بدماغ — که عندلیب بهار گلِ عذار توایم

شمیم نافهٔ چنین خوش نیایدم بدماغ — که مست نکهت گیسوئے مشکبار توایم

بیا و از دم جاں بخش زنده کن ما را — که کشتهٔ دم شمشیر انتظار توایم

ازاں دو قطره زلالے که تر دماغ شویم — که تشنه کام میٔ لعل خوشگوار توایم

ترانهٔ غزلِ تازه ساز کن باقر
که گوش بر سخنِ نغز آبدارِ توایم

۲۷

جز نام تو چیزے دگرے یاد ندارم — در سبحه بجز ذکر تو اوراد ندارم

خاموشیم از ناله نه از قوت ضبط است — از ضعف مگر طاقت فریاد ندارم

جز جلوهٔ حسنت نبود هیچ بچشمم — غیر از غمِ تو در دل ناشاد ندارم

گر مهر کنی خانه ات آباد کرمهاست — در جور کنی شکوهٔ بیداد ندارم

در دیده و دل صورت رخسار تو پیداست — نقشِ تو کشد حاجتِ بهزاد ندارم

در لوح دماغم نبود غیر خیالت — در شیشهٔ دل جز تو پریزاد ندارم

معشوقهٔ من رو نکند جز بسوئے من — من شرکت معشوق چو فرهاد ندارم

در حلقهٔ می زله بر پیر مغانم — من بندگیِ خدمت زهاد ندارم

از دست خودم کش که تمنائے من این است — گردن که ته خنجرِ جلاد ندارم

از نرگس فتان تو شد وقف خرابے | ویراست کہ من مالک دل آباد ندارم
چون من نبود کس بجهان کافر مشرب | گر عشق بآن حسن خداداد ندارم
تا چند جفا بر سر مهر آے کہ اکنون | من تاب جفاے ستم ایجاد ندارم

قاصد چو ز باقر برسانید سلامے
فرمود کہ او کیست بگو یاد ندارم

۲۸

نصیب ماست در راهش فغان و جانفشانی هم | برو نازو ادا ختم است و طرز دلستانی هم
همین خواهم بصد جان بوسہ از لعل شکر خایت | نخواهم داروے عیسی و آب زندگانی هم
مرا واسوخت جان و دل بهجر آتشین رویت | شرار نالہ آتش فشان سوز نهانی هم
ندانستم کہ عشق تو بلاے جان بود آخر | ز دل صبر و سکون بربود و لطف زندگانی هم
بگردون برق بربود از دل من طرز بیتابی | ز آه و نالہ من شیوهٔ آتش فشانی هم
بقربان تو جانم ساقی گلگون عذار من | بده یک بوسہ لعلت شراب ارغوانی هم
نباشد خواهش رضوان و شوق حور و غلمانم | بوصلت از خدا خواهیم عیش و کامرانی هم

نگردد خامہ کس همنوا با خامہ ات باقر
گهر ریزی بر و ختم آمد و شکر فشانی هم

۲۹

دی شب بہ تار اشک چو مضراب میزدم | شد رقتے کہ نعره تہہ آب میزدم
خوابم نمی ربود بهجر تو شب ز اشک | آبے بروے بخت گران خواب میزدم
بر یاد روے نرگس مستانہ تو شب | جامے بروے آب بہ مهتاب میزدم

در شوق جلوهٔ تو چو از سینه میرمید | دستے بدامن دلِ بیتاب میزدم
جورِ فلک چو بر طرفِ غزنیم کشید | بر سر زدرد فرقت احباب میزدم
خونابهٔ دلست کنون قسمتم همیں | در بزم یار جام مئے ناب میزدم
در انتظار جلوهٔ نورِ رخِ توشب | آبے بروز دیدهٔ بیخواب میزدم
در شوق ابرویت بدرِ خانهٔ حرم | دستِ طلب بحلقهٔ محراب میزدم
دی میمنو زاغ خردسشے بکلبه ام | فالے خوسشے بمقدم احباب میزدم

غافل ز فیض مبدء اسباب کائنات
باقر نظر بعالم اسباب میزدم

۳۰ از شعلهٔ تجلیِ جانانه سوختیم | بر شمع آں عذار چو پروانه سوختیم
دیدم تہی ز جلوهٔ ساقی است میکده | از آهِ آتشیں خم و خمخانه سوختیم
از آهِ آتشیں دمِ نظارهٔ رخت | در جلوه گاه حسن تو مردانه سوختیم
سودائے عشق تست که بیخانماں شدم | رختِ سرا ز سوز دل و خانه سوختیم
نورِ رخے چو وادیِ ایمن بلند شد | همچو کلیم بے خود و مستانه سوختیم

باقر ز ما شنو دل دیوانه را چو شمع
از سوز عشق آں بتِ فرزانه سوختیم

۳۱ روزگاریست که ما همدم و همرازِ تو ایم | بندهٔ نازِ تو و مونس و دمسازِ تو ایم
سر بسودائے تو و محو خیالت دل زار | چشم برراه تو و گوش برآوازِ تو ایم

فرش رہ ہیم تراستبرہ نمط گرچہ ولے — للہ الحمد کہ چوں سرو سرافراز تو ایم
مایۂ طاقت و صبر است براہ تو نثار — جاں فشانندۂ تو عاشق جانباز تو ایم
بندۂ ناز و ادا کشتۂ شمشیر جفا — خستہ دل شدہ چشم فسونساز تو ایم
مطربا ہوش ربا پردۂ از ناز بسنج — کشتۂ نغمۂ تو شیفتۂ ساز تو ایم
دم رفتار تو پامال خرامت ہستیم — چشم بر روئے تو داریم نظر باز تو ایم

نہ شکیبی نہ دہی دل بقناعت باقرؔ
ما بسے تنگدل از حرص تو و آز تو ایم

۳۲

اے گلشن حسن دل نشینم — وے سرو رواں نازنینم
باشد نہ کم از علو شانت — در سایۂ تو یکے نشینم
آرم چو تو آہوئے بخواہم — در بند وصال در کمینم
ہستم بغلامیت سرافراز — گر صاحب تاج در نگینم
یک جلوہ بکن بخانۂ من — خورشید جمال مہ جبینم
دور از تو مردم و نشد آہ — یک جلوہ ز روئے تو نہ بینم
دور از تو ستادہ ام بخدمت — اذنے کہ بہ پہلویت نشینم
از تو نہ شوم جدا و لیکن — روزیکہ کنند در زمینم

باقرؔ چہ عجب ز باغ حسنش
باشد کہ گہے گلے بچینم

۳۳

چه گویم طاقتِ گفتن ندارم | که از شمشیرِ نازت دلفگارم
شبم خون شد جگر در انتظارش | نه آمد آں بتِ گلگوں عذارم
فراموشم نمیگردد که در یاد | نمی آرد بتِ نسیاں شعارم
شوی زاهد جدا از زهد و تقوی | اگر بینی سیکے روئے نگارم
بچشم این است مقصودِ دلت گر | که لختِ دل همیں از دیده بارم
بهار و باغ من جانا تو باشی | چه باشد کار با باغ و بهارم
سحر گه در گلستاں بیتو رفتم | چگویم در نظر گل بود خارم
مشو از من جدا اے من فدایت | که از تو طاقتِ دُوری ندارم
بچشمِ کم مبیں اے زاهدم زاں | که شاهد باز و رند و میگسارم

دلِ پُر درد آوردم به پیشت
چه گویم باقرِ عصیاں شعارم

۳۴

من جز تو کس آشنا ندارم | هم غیرِ تو دلربا ندارم
از زلفِ تو آورد نسیمے | ایں چشمِ من از صبا ندارم
آهے بکشید و عیسیٰ گفت | ایں دردِ ترا دَوا ندارم
اے وائے که در مشام بوئے | زاں کاکلِ مشکسا ندارم
خالق برساندم بکویت | من غیر ازیں دُعا ندارم
هستم بگدائیش سرافراز | من ما منیے جز خدا ندارم

فانی شده ام بذات پاکش　　من یاد ز ما سوا ندارم
بے جلوهٔ روئے روشن تو　　هرگز به نظر ضیا ندارم
امید قضائے جملہ حاجات
باقر بجز از خدا ندارم

۳۵
جز غیر تو با هیچ کسے ساز ندارم　　هم جز تو کسے همدم و همراز ندارم
هرگز مروا اے مایهٔ جانم ز بر من　　من طاقت صبر اے بت طناز ندارم
بهر چه رها ساخته صیّاد ز دامم　　میکشت که من طاقت پرواز ندارم
بیتابی شوقت ببرد خواب چه سازم　　گر دیده به راحت همه شب باز ندارم
گر جلوه کنی منت ور می نکنی خیر　　من طاقت برداشتن ناز ندارم
سرسبز بود گلشن و من قید قفس آه　　این فصل بهار و پر پرواز ندارم
در سینه غم عشق نهان داشته ام لیک　　من چاره ازین گریهٔ غماز ندارم
باقر غم و درد دل خود با که بگویم
اے واے که یک همدم و همراز ندارم

۳۶
اگر دنیا ندارم غم ندارم　　چه شد بر زخم گر مرهم ندارم
بغیر از جلوهٔ روئے نکویت　　درون دیدهٔ پرنم ندارم
بجز یک بوسهٔ لعل لب تو　　تمنا در دل پر غم ندارم
ز دنیائے دنی فارغ نشستم　　چه شد دینار و گر درهم ندارم

ازین غم چوں نگردد پشت من خم / بدست آں کاکلِ پرچم ندارم

بسے در عشق دارم رازِ پنہاں / بگویم با کہ چوں محرم ندارم

گذارم چوں زمین کوئے جاناں / کہ صبر از تخت چوں او ہم ندارم

منم محوِ جمالت دیدہ تر / بسوئے مہر چوں شبنم ندارم

نمیدانم چہ میسازی علاجم / کہ دردِ دل مسیحا کم ندارم

کدامی شب کہ از دردِ فراقت / چو بلبل نالۂ پیہم ندارم

کنوں تا وخمِ محراب مسجد / ہوائے زلف خم در خم ندارم

صلاحِ کارِ بارِ دین و دنیا / ندارم آں من و ایں ہم ندارم

پریشانیست باقر قسمتم چوں
چو زلفش کار خود برہم ندارم

۳۷
شب کہ در بزمِ تو جائے مہ لقا میداشتم / کوکبِ اقبال بر اوجِ علی میداشتم

تو ز من ہم بُبریدی و با مدعی در ساختی / من ز تو اے بیوفا چشمِ وفا میداشتم

عاشقِ جانباز بُودم در ہوائے بوسۂ / عزم جانم گر ہمی کردی روا میداشتم

او کریم است و رحیم من بہ ہر کرب و طرب / در ہمہ حالے نظر سوئے خدا میداشتم

روزگارے شد نمی آرد نسیم زلف او / چشم امیدے من از بادِ صبا میداشتم

حیرتِ حسنِ تو شد مُہرِ زبانم ورنہ من / بہر عرضِ خدمتت صد مُدعا میداشتم

از پئے نظارۂ محراب ابرویت بلند / در دلِ شب تا سحر دستِ دعا میداشتم

بسکه باقر آمد او از سفر بود است گرم
شب همه شب گوش بر بانگ درا میداشتم

۳۸

چون پسِ دیوار بامت بستری میداشتم — بر سر از اقبال تابان نیّری میداشتم

چون کنم پرواز یا رب تا به آن بامِ بلند — کاشکی همچون صبا بال و پری میداشتم

زالِ دنیا را بپرسیدم که باشد شوهرت — گفت در آغوش هر شب شوهری میداشتم

بندهٔ از بندگانت بودمی زاهد ولی — دل بدستِ اختیارِ دلبری میداشتم

شعلهٔ جواله گشت و مایهٔ جانم بسوخت — آنکه در دل از غمِ تو اخگری میداشتم

ای خوشا وقتیکه از سوزِ غمِ عشقِ بتان — سینهٔ آتش فشان چشمِ تری میداشتم

شدتِ جور و جفا بشکست آخر خاطرم — ورنه ماهم پیش ازین با تو سری میداشتم

بودم از جوشِ تجلی فارغ از شمع و چراغ — تا چو تو در خانه تابان اخگری میداشتم

غنچهٔ لعلِ لبت بوسیدمی چون دیگران — کاشکی من هم چو گل مشتِ زری میداشتم

من ترا دیوانه از آغاز و تو دانی که من — پیش ازین با دیگران جز تو سری میداشتم

تو بخوابِ ناز بر بالای بامِ خویش و من — بر درت از ناله شورِ محشری میداشتم

در طریقِ عشق باقر چون نباشم مستقیم
چون جنابِ پیرِ اصدق رهبری میداشتم

۳۹

بندهٔ نازِ توام میل بخوبان نکنم — ناظرِ روی توام رو بگلستان نکنم

لذتِ بعدِ وطن حبِ وطن برد ز دل — یار اغیار شدم یادِ عزیزان نکنم

همانا ز پای مبارک رسول — شرف داد فرخنده کاخ بتول

بازد رسید بمشام از نسیم — شمیمی ز خلق نبی کریم

حسین بانوی بانوان مادرش — ز جا جست و بگرفت اندر برش

چو جانش بپرورد اندر کنار — کنار و برش گشت خرم بهار

بفرخنده گی مام فرخنده خو — بفرخ رخی داد پاسخ بدو

توئی بارور نخل امید من — بشام سیه صبح اسپید من

شکفته ببر و سهی گلشنا — بچرخ مهی اختر روشنا

بساید بپایت شفاه و جباه — ز گردون گردنده خورشید و ماه

انوشه بزی شاد و فرخنده بخت — که رشته برد در پرده برد رخت

بزیر کسا خفته بیدار دل — پدید آور صورت آب و گل

ز فرخنده مادر چو فرخ پسر — بپاسخ شنید این خجسته خبر

خرامید خرم روان نرم نرم — دل از ما سوا سپرد و با دوست گرم

نخندید پش از شوق در پوست مغز — که خندید بخندنده آن نغز نغز

بیکسوی شد طاقت و صبر و تاب — سکون بیقراری گرفت و شتاب

برگنہ بسکہ مرا رحمت حق گردد پیر | چوں بہ امید کرم میل بعصیان نکنم

مایۂ زندگی از بہر چہ حق داد مرا | گر دل و جاں ہمہ بر ناز تو قربان نکنم

سخنِ ناصحِ مشفق نکند سمع قبول | گوش بر پند بہ عشق تو ز لقمان نکنم

فصل گل آمد و شد تازہ مرا داغ جنوں | پارہ چوں غنچہ نمط جیب و گریبان نکنم

جلوۂ حسن مجاز آں قدرم برد ز خود | کہ بجز سجدۂ بت طاعت یزداں نکنم

دردِ عشق تو عزیز آمدہ از جان عزیز | میرم از دردِ دل خستہ و درماں نکنم

کام جاں کرد ز بس لذت دردم شیریں | عرض حالِ دل خود پیش طبیباں نکنم

بے ثبات است ز بس روئے دل خود ہرگز | گر بر آید بسوئے عالم امکاں نکنم

گفت از خندہ کہ باقر بہ غم مرگ تو من
نہ بپوشم سیہ و موئے پریشاں نکنم

۸۰

میاں بستم پئے خدمت سبکتر از صبا رفتم | ز سر پا کردہ در سر کار شاہ دوسرا رفتم

ز خوباں چشم بر بستم زمامِ نفس برگشتم | ز دنیائے دنی بے خطرۂ حرص و ہوا رفتم

نیم گر لائقِ خلوت مراں از درگہم بارے | مکن جور و جفا جاناں من از مہر و وفا رفتم

رہا از خویشتن گشتم بذاتِ دوست پیوستم | ز آلامِ فنا رستم بہ آرامِ بقا رفتم

کشادم چشم وحدت بیں ندیدم غیر روئے او | شدم محو تماشایش ز یادِ ماسوا رفتم

ز جاں محو رضا گشتم بدل تسلیم تقدیرت | بگشتم از سرِ مطلب ز حرفِ مدعا رفتم

نگر باشد سرِ کویت فروزاں وادیِ ایمن | بدیدم جلوۂ رویت ز ہوش ای دلربا رفتم

نشستم بر درت عمرے ندیدم جلوهٔ رویت بصد اندوه و حسرتها ز کویت دلربا رفتم

زخود گم کرده ام خود را نمیدارم خبر باقرؔ
که من با این دلِ محزوں کجا بودم کجا رفتم

۱۸ چوں نسیم آه براهِ تو بپویم چه کنم جلوه فرما نشوی گر تو بسویم چه کنم

زاهد از من تو مرنج ار نکنم با تو نماز لایق سجدهٔ حق نیست وضویم چه کنم

من بشوق لب لعلِ تو بمیرم همه شب تو ز شرم ار نه کنی روئے بسویم چه کنم

شدتِ تشنگی اے وائے رگِ جانم سوخت آبِ تیغت نرسد گر بگلویم چه کنم

من چرا با دل پر غم نه بسازم که فلک درِ عیشے نگشاده است برویم چه کنم

گرچه از شکوهٔ بیداد تو ضبط نفس است حال زارِ دل خود با تو نگویم چه کنم

میرساندم بسرِ عرش فغان و زاری غیرتِ عشق کند خفه گلویم چه کنم

عیش من چوں نشود تلخ که هردم برپا فتنهٔ نو کند آں عربده جویم چه کنم

من و چشم و رخ تابندهٔ آں ماه ولے
باقرؔ او را نظرے نیست بسویم چه کنم

۴۲ میخوارم و جز پیر مغاں یار ندارم منزلگهے جز خانهٔ خمار ندارم

دور از گل رویت منم و گوشهٔ عزلت میل گل و گلشن سرِ بازار ندارم

موسیٰ صفت از خود بردم جلوهٔ حسنت اے وا چه کنم طاقت دیدار ندارم

میپرسیم احوال دلِ خسته ولیکن چوں عرضه دهم طاقت گفتار ندارم

نے مومن و کافر نہ منم شیخ و برہمن — در دست و گلو سبحہ و زنار ندارم

در بر چو کشم می بردش خواب شب وصل — آیا چہ کنم طالع بیدار ندارم

جز دارو ے وصلت نبود ہیچ دوائے — جز صدمۂ ہجرت دگر آزار ندارم

خاموش زبان میکندم حیرت حسنش — گویا پئے مطلب لب اظہار ندارم

از مکر و ریا پاکم و صد شکر چہ نقصان — زاہد صفت ار جبہ و دستار ندارم

بکشائے سر کیسۂ خود بہر سلوکم — منعم طمع درہم و دینار ندارم

تا منزل جانانہ خدایا برسم چون — دور آمد و من طاقت رفتار ندارم

خوش گفت کسے باقر و من نیز بگویم

من در دو جہاں غیر خدا یار ندارم

۴۳

در فراقت ماہ من با شور و ماتم ساختم — با فغان و زاری شبہائے پیہم ساختم

با رخ زرد و دم سرد و شرار آہ گرم — با دل پر درد و غم با چشم پرنم ساختم

طاق ابروے ترا از دور کردم سجدہ ہا — قامت خود را بہ تعظیم قدت خم ساختم

در فراقت غنچہ ساں دل بستہ ماندم روزہا — گریہ شبہا بر گل رویت چو شبنم ساختم

جبہ وقف سجدۂ ایزد نکردم وا دریغ — پائے خود وقف رہ دینار و درہم ساختم

تو بزخم غیر رگ زن مرہم کافور نہ — من برائے زخم خود از مشک مرہم ساختم

آمدم مستانہ وش جام و سبو را بر زدم — بزم عیش میکشاں بی صرفہ برہم ساختم

فکرہا کردم نشد بہ باقر این زخم دلم

ساز با بقراط و با عیسیِ مریم ساختم

۴۴

شب ز بیتابیِ دل روئے بگلشن کردم | بہ تمنائے تو سیرِ گل و سوسن کردم
شب فقیرانہ در صاحب دولت بزدم | دانہا ہمچو گدا گدیہ ز خرمن کردم
کفر و دیں را نشناسم کہ شدم بندۂ عشق | رو کہ قطع نظر از شیخ و برہمن کردم
گرم جولاں سمند آمدہ آں مایۂ ناز | جبہ را وقفِ سجودِ سمِ توسن کردم
تا تماشائے جمالت کنم از دیدۂ دل | سینہ بشگافتم از نالہ و روزن کردم
بسراغت نرسیدم تو کجائی اے شوخ | جستجوئے تو بہر کوچہ و برزن کردم
اے خوشا باغ کہ دایم بودش فصلِ بہار | من بگلزار خزاں دیدہ نشیمن کردم

باقر آں مایۂ علمے کہ مرا بود و فنے
صرفِ نسیاں بہ رہِ آں بتِ پرفن کردم

۴۵

ز صحت یکطرف رنجور دردِ لا دوا بودم | مریضِ عشق بودم فارغ از فکر دوا بودم
شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم | اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم
بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم | مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم
رسیدی بر سرم ناگہ ولے نہ نشستہ برگشتی | چرا بیگانہ وش رفتی نہ آخر آشنا بودم
منم اکنوں کہ در راہت غبارِ ناتواں ہستم | بچشمِ اہل بینش ورنہ روزے توتیا بودم
نشستم بر سرِ راہت نہ آورد از تو پیغامے | سحر در انتظارِ مقدمِ پیکِ صبا بودم
چہ از بختِ زبوں نالم نشد وا عقدۂ کارم | کہ من عمرے درازے ناخنِ دستِ دوا بودم

چه گویم تا چه بودم غرقهٔ بحرِ گنه بودم ولیکن کشتی اہلِ صفا را ناخدا بودم

زیان و سُود خود باقرؔ بدستِ یار بسپردم

ز ناکامی نه بد بردم ز بس محوِ رضا بودم

۴۶ رواج راحت و رنج از میاں بگردانیم برآں سرم که شعارِ جہاں بگردانیم

کمالِ ذاتیِ خود چوں مراست شہرۂ دہر تفاخریست که از دودماں بگردانیم

ز کارِ عشق ز معشوق چوں نشد کام بخواہم اینکه ازاں سو عناں بگردانیم

غبارِ خاطرِ نازک اگر فسانهٔ ماست زبانِ ناطقه بندم بیاں بگردانیم

کنیم گریه و سر نالہا ہمی خواہم که رازِ عشق نہانت عیاں بگردانیم

بچند وعده مہ من یکے نکردی راست چساں ز قول تو دل شادماں بگردانیم

بیا بیا که ز وصلت ز سر جواں گردم بسوئے فصلِ بہاری عناں بگردانیم

قرارگاه خوشا بود گلشنِ قدسم ازیں چمن بپرم آشیاں بگردانیم

بیا بیا که بپائے تو سر بفشانیم بگردِ فرقِ تو دل را و جاں بگردانیم

بگوشهٔ بنشینیم بیا دحق باقرؔ

ز روئے خلق رخ خود نہاں بگردانیم

۴۷ قیامِ قبلهٔ جاں میپرستم سراپا شانِ یزداں میپرستم

من آں مہرِ درخشاں میپرستم چراغِ دین و ایماں میپرستم

سرم وقفِ سجودِ درگہِ اوست ہمائے اوجِ عرفاں میپرستم

نصیبم نیست بارِ درگہت آه | من از یک عمر دربان میپرستم
زحرفِ کفر و اسلامم خبر نیست | ترا اے جانِ جانان میپرستم
حریفان گوهرِ مقصود بردند | منم کیں داغِ حرمان میپرستم
بجان و دل ندارم غیر احق | ہماں سلطانِ خوبان میپرستم
براهِ کعبۂ کویش بہر گام | خس و خارِ بیابان میپرستم

بیا باقر بخوان بہر خدا باز
قیامِ قبلۂ جان میپرستم

۴۸

جلوۂ حسن کسے در دلِ نالان داریم | وه چه گنجے است که در منزلِ ویران داریم
تاجرانیم و سرِ کشورِ جانان داریم | تحفہاۓ دلِ صد پاره بدکان داریم
در ہواۓ رخ او خار بدوشیم مدام | حالِ آشفتگیِ کاکلِ جانان داریم
ہر نفس لختِ دل از دیدۂ پُرخوں ریزد | گل بچینید چه گل زیبِ گریبان داریم
چون بگلہاۓ جہاں بوۓ محبت نبود | نے دماغِ چمن و نے سرِ بستان داریم
تا ز صاحب نظرانیم دریں باغِ وجود | نرگس آسا بر خش دیدۂ حیران داریم
سایه سان نیست ز ذاتِ تو جدا ہستیِ ما | جلوه گر شان و جوب از سرِ امکان داریم

یکه تازانه بمضمارِ بلاغت باقر
توسنِ طبعِ رواں بر سرِ جولان داریم

۴۹

سحر با مطرب و مینا و ساقی در چمن رفتم | ز جان در انتظارِ آن بتِ پیمان شکن رفتم

سحرگہ چوں صبا بر بامِ آں رشکِ چمن رفتم ‌ ‌ گلِ رویش تماشا کردم و از خویشتن رفتم

ز طوفانِ بلا برجستہ بیروں از وطن رفتم ‌ ‌ ز سر در کوئے جاناں ہمچو بحرِ موجزن رفتم

چہ پندم میدہی اکنوں کہ در عشقِ بتاں زاہد ‌ ‌ ز دیں شیخ برگشتم بکیشِ برہمن رفتم

سبک پرواز باغِ قدس بودم اے خوشا وقتے ‌ ‌ چہ سنگیں ساعتے بود آنکہ در قیدِ بدن رفتم

زبس بیرحمیِ خویشاں مرا شد موکشاں آخر ‌ ‌ بصد حسرت بشامِ غربت از صبحِ وطن رفتم

شہیدِ نازِ او بودم قتیلِ غمزہ در مرقد ‌ ‌ بزخمِ تیشۂ حسرت منِ خونیں کفن رفتم

بشوقِ استلامِ عتبۂ پیرانِ خود باقر
گہے اجمیر و گہ دہلی و گاہے در پٹن رفتم

۴۵

حاصلِ ملکِ جہاں را ما بہ پشتِ پا زدیم ‌ ‌ برق از طوفانِ ہمت در خسِ دنیا زدیم

ہرزہ بود از ناصحان از بسکہ پندِ ترکِ مے ‌ ‌ پنبہ در گوشِ سماعت چوں لبِ مینا زدیم

گرچہ بیباکیست معذورم ز فرطِ شوقِ خود ‌ ‌ دست گرد دامنِ آں شوخِ بے پروا زدیم

رہ بکوئے یار بردن از قضا قسمت نشد ‌ ‌ دست و پا ہر چند چوں بسمل دریں سودا زدیم

خلعتِ رندی عطا فرمود تا سلطانِ حسن ‌ ‌ چاکہا مانندِ گل در جامۂ تقویٰ زدیم

نالۂ پُر درد بود و گریہ و خونابِ دل ‌ ‌ جامِ عشرت با مَی و مطرب لبِ دریا زدیم

مستِ سودائیم شرحِ نام و ننگ از ما مپرس ‌ ‌ طبلِ رسوائی بعشقِ آں قد و بالا زدیم

تا مقامِ ما بسعیِ فکر کے بتواں رسید ‌ ‌ پا بر پرِ پروازِ خود را بر پرِ عنقا زدیم

در نظر ہرگز نیامد جلوۂ وے ـــ ‌ ‌ گریہ ہا کردیم روز و نالہ در شبہا زدیم

فتح بابِ مدعا باقر نمی آید بدست
بس درِ دیر و حرم چون مومنِ ترسا زدیم

۵۱
تا نه بینیم جمال تو شکیبا نشویم — ما تسلی بخیال رخت اصلا نشویم
آنچنان محو خیالِ رخ زیبائے تو ایم — که بحوران جنان گرم تماشا نشویم
تا بیادِ گل رخسار تو در خانه خوشیم — مایلِ سیر چمن عازم صحرا نشویم
هردم از مبدءِ فیض است تقاضائے عروج — پستی حوصلهٔ ماست که بالا نشویم
تا ز خاکِ قدمت دیده مکحل نشود — باشد از طور اگر سرمه که بینا نشویم
گرچه بس فتنه کار است و بلا عشوه فروش — ما یکے شیفتهٔ شیوهٔ دنیا نشویم
جمع ممکن نبود حیف بخو داری و شوق — ما بعشق رخِ زیبائے تو رسوا نشویم
یار چون واقفِ راز است به آنست که ما — طالب کام و سرِ عرض تمنا نشویم
ناصحا دیدهٔ بینا بچه حق داده اگر — ناظرِ روئے خوش و زلف چلیپا نشویم
وا نشد ما همه موقوف شکرخندهٔ تست — از دمِ بادِ سحر غنچه صفت وا نشویم
طالب دنیا و عقبی چو نباشد ـــــ — رحم بر ماست اگر طالب مولا نشویم
همچو باقر سر تسلیم فگندیم به پیش
گر رسد تیغ ز دستت گله آرا نشویم

ردیف نون

۱ چو آن رعنا غزالم رشتهٔ الفت برید از من — دلم از سینه چون آهو برون جست و رمید از من

بعشق آتشین روئی چو مشق گریه میکردم — بجائی قطرهائی اشک اخگر میچکید از من

زخون من که ای قاتل نگارین کرده پارا — زغیرت آب شد در سینه خون صد شهید از من

چراغ هستیم گل شد چو شمع صبحگه امشب — به انداز عجب آن شوخ دامن بر کشید از من

چه گویم بی تو چون بگذشت شب از فرط بیتابی — نه یک دل بلکه هر عضوی چو بسمل میطپید از من

ز افسون جنون آخر نمودم رام چون مجنون — غزالی را که از وحشت بکلی میرمید از من

برنگ نی به هجرانت همه تن شور و افغانم — چه غیر از ناله و آهی کسی ایجان شنید از من

پریشان ماند از حیرت طبیب من ز احوالم — ز شوقت میطپید از بس چو شریان هر ورید از من

نوای نغمهٔ بلبل به پیشش خارج آهنگ است — بهجرت نالهٔ مستانه هر کس شنید از من

نظر بر رحمتش داریم باقر با همه عصیان
که خود گفت او نباید گشت هرگز ناامید از من

۲ رحمی بحال بیدلان چندان جفا کاری مکن — ناز و ادا و غمزه را صرف دل آزاری مکن

باشد مشامم عطرسازان کاکلِ عنبرفشان — اے نافهٔ چین پیش من بصرفهٔ عطاری مکن

اے من فدائے این ادا آخر که گفت ای دلربا — دلدادگانِ خویش را یک ذرّه دلداری مکن

برکن نگاهِ ناز را بر حال بیماران نگر — اے چشم جادوئے کسے خود عذر بیماری مکن

در حلقهٔ رندان بیا زاهد بکش پیمانهٔ

مستی کن و دیوانه شو بیهوده هشیاری مکن

۳

خاطرِ غمزده از من دل شاد از دگران — خار حرمان ز من و نخل مراد از دگران

بسکه نازِ تو کشیدیم ز یاد از دگران — سرگران کرده بما بودی و شاد از دگران

هم به پیشِ تو بنالیم ز جور و ستمت — ما نخواهیم ز بیداد تو داد از دگران

شکوهٔ نیست ازین رو که فراموشم کرد — شکوه اینست که چون ساخته یاد از دگران

گرچه آشوب جهانند حسینان لیکن — حسن تو فتنه برانگیخت زیاد از دگران

جز بدرگاه تو امیدگه ما نبود — ما نه آنیم که خواهیم مراد از دگران

طعنه بر باقرِ دل سوخته در عشق مزن

گر به آئین وفا رخنه فتاد از دگران

۴

داغ عشق تو بود زیب جبین دل من — نام پاکِ تو بود نقش نگین دل من

وسعت آباد فروغت چو بدیدش گردون — از سر عجز ببوسید زمینِ دل من

خانهٔ دل همه از غیر تو پرداخته ام — جز بیادِ تو کسے نیست مکین دل من

جان پئے صلح فدائے نگه ناز تو کرد — چشم مستت چو کمر بست بکین دل من

از تجلی جمالِ رخِ پر نورِ کسے | هست خوبے عجبے پرده نشینِ دلِ من

هست کویت صنما کعبهٔ مقصود مرا | آستانِ تو بود عرشِ برینِ دلِ من

نه مسلمانش توان گفت و نه کافر باقر

می ندانم چه بود ملت و دینِ دلِ من

۵ بیا در کوچهٔ او شورِ محشر را تماشا کن | سرِ بامِ آن قدر رشکِ صنوبر را تماشا کن

مصفا ساز از حسنِ رُوے آئینهٔ دل را | درین جامِ جهان بین روے دلبر را تماشا کن

بچشمش کرده همچشمی ببین شوخیِ نرگس را | بقدّش همسری دارد صنوبر را تماشا کن

بشوق آنکه یکدم در برت گیرم چه بیتابم | بیا وانتظارِ چشم بر در را تماشا کن

به بحرِ عشق طوفانی ست گر خود کشتی نوح است | درین دریائے بے پایان شناور را تماشا کن

نصیحت میکنی در عشقِ او ناصح مرا یکره | جمالِ عارضِ آن ماه پیکر را تماشا کن

بکامِ غیر ما را دور کرد از بزمِ وے باقر

جفاهائے سپهرِ سفله پرور را تماشا کن

۶ بیخود از نظارهٔ دلدار میباید شدن | مست از پیمانهٔ دیدار میباید شدن

از سنانِ غمزهٔ او گار میباید شدن | کشتهٔ تیغِ نگاهِ یار میباید شدن

بر بساطِ هوشمندی کنجِ خلوت تا بکے | مستِ لایعقل سرِ بازار میباید شدن

منزلت دور است و آمد بر سرت وقتِ رحیل | خوابِ غفلت تا بکی بیدار میباید شدن

نکته ها دارد بسے هر صنعتِ نقشِ وجود | محوِ صورت محرمِ اسرار میباید شدن

بدانسان که مادر بدو گفته بود ‏ ‏ ره حجره بسپرد و بشتافت زود

رونده به ره فر ایزد بود ‏ ‏ بجایی که مقصود و مقصد بود

پس پشت در دست کرده بکش ‏ ‏ ثنای پیمبر بفرمود کش

سزد بنده را از پس و پشت و پیش ‏ ‏ ثنای خداوند بی کم و بیش

بدیع معانی بلفظ فصیح ‏ ‏ بیان کرد شیوا به نغز و ملیح

پس از گریهٔ شوق در خنده لب ‏ ‏ بپورش ز پیغمبر اندر طلب

طلب کرد فرخنده فرخ بتول ‏ ‏ همه فر فرمان و اذن دخول

ابا فر و فرمان کیهان خدای ‏ ‏ بفرمود پیغمبر پاک رای

فراوان همان از پس و پشت در ‏ ‏ بنه پای پیش و ببر دار سر

فری فرهٔ ایزدی چهر تو است ‏ ‏ روان و تن آگنده با مهر تو است

روان منی و توان منی ‏ ‏ توان منی و روان منی

بنه پای در بر که آن خاکپای ‏ ‏ کشد حور به دیده چون توتیا

بفرمان فرخ بشیر نذیر ‏ ‏ حسین علی گشت فرمان پذیر

پذیرفت و اندر کسا رفت تفت ‏ ‏ خدا داند آنجا چه جای و که رفت

تاکجا ضبطِ نفس مسکین دلِ من پیشِ او — حالِ دل را بر سرِ اظهار میباید شدن

میتواں آزاد گشتن باقرؔ از قیدِ خودی

بیحجاب از پردهٔ پندار میباید شدن

۷

بے تو دروا نیست ای خورشید سیما زیستن — کے مرا زینگونه باشد آه زیبا زیستن

تاکجا خلوت بیا زاہد بہ بزمِ میکشاں — خوش بود با ساقی و با جام و مینا زیستن

من فدائے تو بیا اے مرگ تا کے میتواں — با فغان و ناله و فریاد شبہا زیستن

با غم و دردِ فراقت زندگانی مشکل است — خود بفرما چوں تواں دور از تو جانا زیستن

ساز کن پیمانه اے ساقی که آمد نوبہار — نیست خوش در فصلِ گل بے جام و صہبا زیستن

در تمنائے تو ما را ہر نفس در موجِ اشک — نقش بر آب است چوں گرداب دریا زیستن

از بسر بردن ہجرِ یار مردن بہتر است — خوش بود با دلربا در عیش شبہا زیستن

چوں نباشد باقرا جنگ و خصومت با کسے

میتواں در دہر با لطف و مدارا زیستن

۸

چوں لبِ گل روزیِ من ساز خنداں زیستن — تا بکے یا رب برنگِ شمع گریاں زیستن

از غمِ دنیا نباید ایں قدر روساختن[۱] — میتواں اے ہمنشیں با روئے خنداں زیستن

تنگنائے دارِ دنیا محبسِ سجنِ من است — شاد و خرم چوں تواند کس بہ زنداں زیستن

بے نصیبم از لبِ لعلش که درمانِ من است — خود مگر مرگے بود در شوقِ درماں زیستن

---

[۱] روساختن بمعنی شرمنده شدن - حسن بیگ رفیع گوید ؎ مجو حجاب از آنکس که صاف طینت نیست ؛ قفائے آئینه روساختن نمیداند (از مصطلحات الشعرا) اینجا بمعنی دل گرفته نشستن است۔

گر کسے جانبر شود از ناز او باشد ولے | کے تواں از غمزۂ آں چشم فتان رستن
در اماں بودن ز دستِ نفس کافر مشکل است | ہست ممکن فارغ از تلبیس شیطاں رستن
چیست شمشاد و گل و نسرین کہ دارد زندہ ام | کے توانم بے تو اے سرو خراماں رستن
حاصلِ زہد تو زاہد نیست جز عجب و ریا | بہ بود از طاعتت در بند عصیاں رستن
چوں دلِ جمع تو آرم خاطر جمع از کجا | قسمتِ ما بود چوں زلفت پریشاں رستن

کام بخشیہا کند آں شوخ باقرؔ غیر را
آہ میگوید مرا ہمدوش حرماں رستن

۹ مائیم و در فراق تو شبہا گریستن | وز درد دل بیاد تو تنہا گریستن
در شوق نوش آں لب خنداں ست کار من | مجنوں صفت بوادی و صحرا گریستن
در ہر یکے طبیعت دیگر نہادہ اند | آید ز جام خندہ ز مینا گریستن
بسیار کار خویش بتقدیر و شاد باش | بیہودگی است از غم دنیا گریستن
چوں حال دل بدوست نویسم برنگ کلک | آغاز میکنم دم انشا گریستن
آہستہ اشک ریز و ضبط نفس خوش است | خوش نیست با فغاں و بغوغا گریستن
بے گریہ کار دل نکشاید بہ ہیچ جا | باید بہ مسجد و بکلیسا گریستن

باقرؔ نہ شستہ شد ز دلِ یار گرد کیں
خوشتر ز گریۂ تو بود نا گریستن

۱۰ جانا بیا بجلوہ و ترکِ حجاب کن | بالیں ز بازویم کن و با ناز خواب کن

در هجر دوست گریه کن و ترک خواب کن / خون ناب دل روان ز دو چشم پر آب کن

سیر آمدم ز زندگی از دوری رخت / خنجر بکف بیا و بقتلم شتاب کن

تا چند ضبط شکوه بروی دل حزین / از خشم او مترس سوال و جواب کن

برهم مدار خاطر عاشق ز بر همیش / هان شانهٔ بگیسوی پرپیچ و تاب کن

دل میطپد بهجر تو دستی بسینه ام / مگذار این قدر ز برای ثواب کن

بیرون در از پرده و از شعلهٔ عذار / آتش بخرمن دل هر شیخ و شاب کن

روی توجهی بمن خسته جان یکی / هر چند با عتاب نمائی خطاب کن

ای مست جام غفلت هر روزه یک شبی / آهی ز سینه برکش و چشمی پر آب کن

آمد بهار لاله و گل چهره برفروخت / ساقی بیا و ساغر من پر شراب کن

ای شهسوار اشهب آهو خرام را / جولان بیا ز کشور دلها خراب کن

بر آستان پاک حبیب خودم رسان / یارب ز لطف دعوت ما مستجاب کن

یارب رسان ز لطف به آبادی قدم / بیگانه از خورنق دار خراب کن

خواهی زدن چو غوطه به موج اجل ضرور / لعنت بکار زندگی چون حباب کن

باقر بیا بمیکده دستی بجام زن
در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

سنبلستان را چو بینی زلف دلبر یاد کن / در چمن چون بگذری سرو و سمنبر یاد کن　۱۱

چون بترسی از گنه لطف پیمبر یاد کن / تشنه لب هرگه شوی از حوض کوثر یاد کن

چشم بند از هر ورق در صفحهٔ دل کن نظر | در گزر از هر کتب فرمان داور یاد کن
ایکه با احباب خود آراستی بزم شراب | تشنگانِ وصل را از یک دو ساغر یاد کن
فتنهٔ روزِ قیامت راز بالائش نگر | از بیاضِ گردنِ او صبح محشر یاد کن
گوهرِ عقد ثریا را دُرِ گوشش شمار | چون به بینی ماه را آن ماه پیکر یاد کن
چون بخواهی کام دل برگو علی مشکل کشا | چون مصیبت رو دهد شبیر و شبر یاد کن

در بیابانِ طلب باقر مکش منت ز خضر
ره چو بنمائی غلط از پیر رهبر یاد کن

۱۲ گریه بار آورد اے اہل نظر خندیدن | میکند دل دل شب همچو سحر خندیدن
صحبت ما و تو میداشت بهارِ عجبے | گریهٔ تلخ ز من از تو شکر خندیدن
از ادائے تو بجاهست اگر میدارد | لب و دندان تو بر لعل و گهر خندیدن
از لبِ عاشق گریان تو ممکن نبود | زعفران زار گر آرد به نظر خندیدن
بسته میدار لبِ خود که پریشانی گل | گشت در صحن چمن پیش بهر خندیدن
چه بلائیست ادایت که بود آفت جاں | بارخِ همچو گلِ تازه و تر خندیدن

باقر از خندهٔ بیهوده لب خود بربند
که بود عیب بر اهل هنر خندیدن

۱۳ رود هوش و خرد از جلوهٔ رخسار ماهِ من | بیک ذره دیده دیدن دل برد جادو نگاهِ من
مگر وصل تو ام جانا نماید طالعم روشن | سیه تر از شب هجران بود بختِ سیاهِ من

زفیضِ مقدمش روشن چو صحنِ لامکاں گردد ‌ ‌ دہد در کلبۂ تارم اگر تشریف شاہِ من

حذر کن از دمِ گرمِ دلم اے جانِ جاں ورنہ ‌ ‌ زند آتش بگردوں چوں بخندد برقِ آہِ من

زشرمِ کثرتِ عصیاں نہ آید عذرِ تقصیرم ‌ ‌ امید رحمتت باشد خدایا عذر خواہِ من

بغیر از خاکِ کوئے تو ندارم ہیچ ملجائے ‌ ‌ ہمیں دیوار بامِ تو بود پشت و پناہِ من

بسے ہر چند در راہش نمودم جانفشانیہا ‌ ‌ بتِ سنگیں دلم ہرگز نہ آرد رو براہِ من

چو فریادم شنید آں مہ بگفتا ہاں تواں دیدن ‌ ‌ کہ مینالد بکوئے من کہ باشد دادخواہِ من

مبادا زیں ادا آلودہ گردد دامنِ پاکش ‌ ‌ نہ بیند از حیا سویم بتِ عصمت شعارِ من

صدائے آفریں خیزد ز جمعِ سامعاں او

نہ تنہا ہست بر شعرِ تو باقر واہ واہِ من

۱۴

بیا اے سروِ من اینجا بفرما سیرِ داغِ من ‌ ‌ کہ رشکِ گلشنِ رضواں بود گلہائے داغِ من

چناں از ناتوانیہا بعشقش بے نشاں گشتم ‌ ‌ کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

چناں از نکہتِ زلفِ سمن سائے تو سرمستم ‌ ‌ کہ بوئے گلشن و گلہا نہ برتابد دماغِ من

بہ ترکِ شیوۂ رندی چہ پندم میدہی ناصح ‌ ‌ زمعشوق و مَی و مینا کجا ممکن فراغِ من

زبس پروانہ ام بر شمعِ روئے پاک بیں شوخے ‌ ‌ بچشمِ اہلِ بینش سرمہ شد دودِ چراغِ من

نہ از دستِ نوالِ تو کہ از بختِ زبوں نالم ‌ ‌ کہ از لطفِ تو اے ساقی نشد پُر مَی ایاغِ من

اگر آں شمع رو باقر نگردد شمعِ بالینم

چراغِ خانۂ تاریکِ من شبہاست داغِ من

۱۵ این چنین حسنِ ملیح و روی زیبا داشتن ‌‌ — ولی نگهی از عاشقِ بیدل نه پروا داشتن

تا کجا سوزم به شوقت از که می آید بگو — چشم را در راه مقدم تا سحر وا داشتن

تا نماید جلوه در وی پرتوِ حسنِ ازل — بایدت آئینهٔ دل را مصفا داشتن

ساقی از خونِ جگر می و ز دلِ پُر غم کباب — از پی آن میهمان باید مهیا داشتن

چون دهن باشد معمای میانش آمد ضرور — گردش از خطِ سیه شرحِ معما داشتن

چون تمنا بر نمی آید ترا می بایدت — لوحِ دل را خالی از حرفِ تمنا داشتن

ناصحا پندم چه گوئی شد شعارِ من چنین — در بغل در دست هر دم جام و مینا داشتن

از چنین چشمی چه حاصل وای بر تقدیرِ چو — بر رخش روزی نشد چشمِ تماشا داشتن

می رباید صبر و طاقت تاج زرین کج به سر — کاکلِ شبگون بروی مهر سیما داشتن

روز در فکرِ معیشت باش و باقر بایدت
نعرهٔ یاهو و یامن هو به شبها داشتن

۱۶ این قدر جور و جفا بر دلِ رنجور مکن — هر چه خواهی بکن از پیشِ خودم دور مکن

از فروغش دلِ من وادیِ ایمن باشد — گو تجلی پی من بر شجرِ طور مکن

گرچه بی جذبهٔ او تا در وصلش نرسی — تو دریغ از طلبش تا حدِ مقدور مکن

از عبادت نتوان خواست بجز مرضاتش — خدمتِ حضرتِ او بر طمعِ حور مکن

جان سپردن به تهِ تیغ تو دشوار خوش است — تیز بر سنگ فسانت دمِ ساطور مکن

جبه سائی بدرت هست ز شاهی خوشتر — زیبِ فرقِ سرِ خود افسرِ فغفور مکن

گرچه شوقت طلبد سیر دیار و امصار — ناز پرورد بتِ من سفر دور مکن

خوش بیا با رخ بی پرده به بزمِ عشاق — زیر برقع مه من عارضِ پرنور مکن

در رهِ زهد اگر میطلبی حسن قبول — مایهٔ صدق و صفا آر دلا زور مکن

جنت گر عوضِ کوچهٔ جانان بخشند

باقر از راه مرو هرگز و منظور مکن

۱۷

ای عیسی دردِ دلم نه مرهمی بر ریش من — ای فدای مقدمت بنشین مرو از پیش من

بهر بهای بوسه دارم بکف این نقد دل — جانا ز لطفت در گزر هم از کم و از بیش من

نوشی نمیدارم اگر مانند زنبورِ عسل — عقرب نیم هم تا دلا نالد کسی از نیش من

کردم بپای آن صنم همچون برهمن سجده‌ها — آخر چو خود بیدین مرا کرد آن بتِ بدکیش من

رفتم چو سوی آن صنم گفتا بصد لطف و کرم — اینجا بیا بودی کجا ای عاشق دلریش من

آخر به عشقِ آن صنم نقدِ دل و دین باختم

کاری درین سودا نکرد این عقل دوراندیش من

۱۸

بمرگ آخر کشید ای وای احوالِ عجیبِ من — چه بر نبضم نهی دستی برو نادان طبیبِ من

کجا این چشم خونبارم کجا نظارهٔ رویش — که وصلِ او بخواب اندر نگردد هم نصیبِ من

دمِ نزعم بیا و از حدیثی زنده ام فرما — که گر عیسی بود جز تو نمی باشد طبیبِ من

بیا جانانه ام بنما بهارِ گلشنِ حسنت — که چه‌چه بر گلِ رویت نماید عندلیبِ من

بصد ناز و ادا امشب به آغوشم بود آن مه — برو خونِ جگر می نوش و بر سر زن رقیبِ من

کجا انجم تواند شد طرف مهر درخشان را | کجا حسن مه کنعان کجا حسن حبیب من
میان ما و او قربی و بعدی بو العجب باشد | که من دورم ازو بسیار و او باشد قریب من

به هجر تو ز جان رفتم نه پرسیدی یکی آخر
کجا رفت و کجا شد باقر مسکین غریب من

۱۹

مشکل بر خت دیده بدیدار کشادن | ما و نظر یاس به دیوار کشادن
ای پرده نشین شاهد مستور چه لازم | روزن پی نظاره بدیوار کشادن
در بسته بروی چو مه باز چه حاصل | بی صرفه لب وعدهٔ دیدار کشادن
تا شهر شود دشت ختن بایدت ای شوخ | بر بام یکی طرهٔ طرار کشادن
زاهد تو نه محرم اسرار نخواهم | در پیش تو گنجینهٔ اسرار کشادن
دارم گله بسیار و لیکن نتوانم | پیش تو ز حیرت لب اظهار کشادن
تا وا شودم عقدهٔ کار دل شیدا | باید گره از کاکل خمدار کشادن
خوابم نبرد گرچه بهجر تو بر ویت | روزی نشدم دیده بدیدار کشادن

باقر بودت دیدهٔ گریان خوش و ناخوش
در خنده دو لب بیهده بسیار کشادن

۲۰

سرور دو سرا معین الدین | هادی و رهنما معین الدین
تو شهی من غلام بر پایت | میکنم جان فدا معین الدین
دردمند آمدم به چشم و توئی | درد ها را دوا معین الدین

ما مریضیم روضۂ پاکت — ہست دار الشفا معین الدین
نور حق جلوۂ تو و شانت — ہست شانِ خدا معین الدین
در مشامم بگو کہ بوئے خوشت — برساند صبا معین الدین
گشتہ بیگانہ از ہمہ با تو — گشتہ ام آشنا معین الدین
نیست خوبے بہ حسن و زیبائی — چوں توئے دلربا معین الدین
خوش بیا و نشیں بچشم و سرم — مرحبا مرحبا معین الدین
آمدم بر درِ تو حاجتمند — حاجتم کن روا معین الدین
من غلامِ تو و مرا صد رنج — بشنو ایں ماجرا معین الدین

یک نگہ از کرم کہ بندۂ تست
باقرِ بینوا معین الدین

۲۱

ہادی و رہنما معین الدین — رہبر و پیشوا معین الدین
سرورِ اولیا معین الدین — ہمسرِ انبیا معین الدین
ہمہ زیبائی و کرشمہ و ناز — شاہد دلربا معین الدین
ہم طبیب و معالجِ مرضم — ہم دوا ہم شفا معین الدین
از پے مغفرت وسیلۂ من — مقصد و مدعا معین الدین
نیست ہمچوں جمالِ عارضِ تو — صورتِ دلکشا معین الدین
دار ہانندۂ قلوب از غم — دافعِ ہر بلا معین الدین

دل و جانِ عزیز و ہوش و خرد | بر تو گردم فدا معین الدین
نشود آشنائے کس ہر گو | با تو شد آشنا معین الدین
نور چشم حسینؑ ابن علیؑ | سید دوسرا معین الدین
تو طبیبی و من مریض توام | کن کرامت شفا معین الدین
روز روشن ز نور اوست بشیم | ہست نور و ضیا معین الدین
اندریں ہر دو چشم تیرۂ من | روشنی کن عطا معین الدین
شمع دیں شد ز نور او روشن | آفتابِ ہُدیٰ معین الدین
نور ایزد عیاں ز عارض او | مرأۃ حق نما معین الدین

نظرے کن ز لطف وا از باقر
عفو فرما خطا معین الدین

۲۲

فغان و زاریت تا چند بس کن | منال اے دل چنیں ضبط نفس کن
بروں از خانہ شو کن سیر بازار | بشوخی جلوہ بر پشتِ فرس کن
مکن آزاد صیدِ خویشتن را | بہ بشکن بال و در قیدِ قفس کن
بسوئے عاشقاں برقِ نگاہے | بیا و آتشے در مشت خس کن

کدامی کارروان می آید ای دل
بروں شو گوش بر بانگ جرس کن

بفرمان جبرئیل سرآورد و برد — بفرخ رخی پاک پیکر ببرد
فرو برد فرخنده فرخ بتول — ببرد اندر آن سر بصد رز کُل
بپای نبی سود چهر و جبین — ببوسید از شوق خاک زمین
ز پای پیمبر بسر تاج دید — فراوان بفرقش معراج دید
ابر سایه بی سایه داد جای — که سایهٔ خدا بود پر همای
کشیده کشیدش ببر موکشان — نبد زان کشاکش ببر تو نشان
تن خسروانه ببر برکشید — ز شیرین لبش شهد و شکر چشید
ز بُسد ببوسید لعل و عقیق — ز بیجاده نوشید شهد رحیق
همه تن زبان شکر یزدان بگفت — که یک گلستان گل گنارش شگفت
سرانگشت احمد از آن گلستان — بنفشه ستان گشت و لاله ستان
بلؤلؤ لب لعل و مرجان گزید — ز مرجان و بیجاده شکر مزید
ز بسد ببوسید یاقوت لب — ز یاقوت نوشید شهد رطب
بلؤلؤ چه مرجان یاقوت داد — ز یاقوت و مرجان بجان قوت داد
پس از عشر و اعزاز و نعت و درود — همی بعنبر [illegible] داور سرود

ردیف واؤ

بسوخت ز آتش حسرت دلِ خلیل از تو | بریخته است پر و بال جبرئیل از تو ۱
بدیر و کعبه بغیرِ تو نیست جلوه کنے | شرار آزر و هم گلشن خلیل از تو
بخواهم از که بغیرِ تو راه مقصد ها | که خضر از تو و گم گشته و دلیل از تو
جدا فتاده ام از بزم وصل تو لیکن | بگوش جان رسدم بانگ یا خلیل از تو
چو میل سرمه بچشم همی کنی رفتار | اگرچه دور فتادم هزار میل از تو
بشاهراه محبت بحق تشنه لباں | شده است چشمهٔ چشمان من سبیل از تو
محقق است کلامت هر آنچه میگوئی | مسلم است بما حرف بے دلیل از تو
نظر بروئے حسیناں بود تماشایت | که مشتق است جمالِ همه جمیل از تو
تمام عمر بعصیاں گذاردم اکنوں | چه عذر خویش بخواهم دم رحیل از تو

نه واقف است خجل از تو باقر آتنها
بخون دل بخورد غوطها قتیل از تو

چوں برق سوخت جانها گلگوں قبائے تو | خوں کرد عالمے را رنگیں ادائے تو ۲

گه خون ز دیده ریزم گه لخت دل فشانم | جانا چها بگویم در درد جدایی تو
گشتیم محو حیرت در جلوه گاه جنت | از خود ربود ما را این خود نمایی تو
یکره نشد گذارت تا گوشهٔ دل او | آه رسا چگویم از نارسایی تو
از لوح دل ستردی حرف وفا بکلی | خون شد دل ای ستمگر زین کج ادایی تو

مرغان خوش نوا را شد برق خرمن جان
ای کلک نکته سنجم آتش نوایی تو

۳ جان میدهد بقالب بیجان نسیم تو | شرمنده آب خضر ز خاک حریم تو
تا کی بدوری تو بسوزم بسان شمع | ای من فدای شهرهٔ خلق عظیم تو
رحمی کنی اگر تو بما هم چه کم شود | محروم کس نشد چو ز فیض عمیم تو
جانا گدای کوی تو باشم همین بس است | آن بخت کو چو غیر که باشم ندیم تو
دلها فدای شیوهٔ ترکانه غمزه ات | جانها هلاک خندهٔ لعل لبیم تو
جانا ز ما بریدی و با غیر ساختی | آن وعده ات کجا شد و عهد قدیم تو
گفتا نهاد دست بدستم چو بوعلی | پیدا است درد عشق ز نبض سقیم تو

باقر چه نغز ریخت ز کلک تو این غزل
صد آفرین به دقت طبع سلیم تو

۴ یاد از من دلخسته نیاری عجب از تو | ای حضرت مخدوم بهاری عجب از تو
اغیار ربود محو تماشای تو و من | دور از تو کنم ناله و زاری عجب از تو

در خون جگر همچو منِ بندهٔ نازت — غلطد سر کوے تو بخواری عجب از تو
صد داغ غلامیِ تو داریم و تو یکره — ما را ز غلاماں نشماری عجب از تو
با آنکه فشاندم بر ہت نقد دل و جاں — پروائے منِ خسته نداری عجب از تو
صد غرقهٔ طوفاں بلا رسته ز دستت — از بحر غمم گر نه بر آری عجب از تو

دستے ز عنایت بنهی بر سرِ اغیار
بر باقر خود رحم نیاری عجب از تو

خط بر آورد لبت رونق آں رنگ تو کو — شوخی و ناز کجا شد ستم و جنگ تو کو ۵
ربط با مدعیاں هست کنوں شیوهٔ تو — نخوت و شانِ تو و شرم تو و ننگ تو کو
گر سرِ همسریت با مه من هست قمر — خط و خال و لب لعل و دهنِ تنگ تو کو

بینمت خسته و افسرده چه شد باقرِ من
جوشش و ولوله و همت و آهنگ تو کو

ختن ز نکهت زلف تو مشکبار از تو — چمن چو روے تو شد نو خط بهار از تو ۶
شرار آه دلم از تو شد ز چرخ برون — دو چشم من شده از گریه جویبار از تو
ز تیغ غمزهٔ سفاک کشتیم از ناز — شدم شهید و شدم صاحب مزار از تو
نثار ناز تو شد هم عاشق و معشوق — گل از تو سر ز تو قمری و هزار از تو
جمال تست و من و حسرت اے مه کنعاں — عزیز مصری و شد مصر ایں دیار از تو
چو تیر غمزه فگندی بسوے من از ناز — دلِ حزینِ منِ خسته شد فگار از تو

چه شرح حال خودم پیش تو کنم جانم — که مانده ام همه شب بیتو بیقرار از تو
نه کاکل است بران عارض صفا آگیں — نشانده شد بسرِ گنج طرفه مار از تو
دو چشم نرگس و گیسوئے سُنبل و رخ گل — بدیده ام من شیدا عجب بهار از تو

براهِ تو مه من شد چنان عدم باقر
نماند هیچ از و جز کفِ غبار از تو

۷ خار زار است چمن اے گل خنداں بیتو — چه بر آید ز گل و سُوسن و ریحاں بیتو
آتشین روئے تو کو گشت مرا شدت برد — چون گذشته ست چه گویم زمستاں بیتو
جلوه از ناز بفرمائے بظلمت کده ام — هست بے نور مرا شمع شبستاں بیتو
نروم سوئے چمن تا تو نه آئی از ناز — سر من خوش نبود سیر گلستاں بیتو
ماه من گنج مراد است وصالت چه کنم — خود اگر دست دهد ملک سلیماں بیتو
جلوه آرا خود اگر یوسف کنعان ست چه سُود — رونق بزم محال آمده جاناں بیتو
یکره از ناز بیا و سر و سامانم ساز — گشته ام آه بسے بیسر و ساماں بیتو

بر درِ خود طلبش زنده چناں ماند آه
باقر بندهٔ تو اے شه جیلاں بیتو

۸ دلم آشفتهٔ بیباکیِ تو — هلاکِ شیوهٔ سفاکیِ تو
فریبِ وصل و ادی دل رُبُودی — سرم قربان این چالاکیِ تو
بدین تر دامنی خواهم چه از تو — حیا می آیدم از پاکیِ تو

بسانِ غنچه خون سازم دلم را | برنگِ گل گریبان چاکیِ تو
خمار آلوده میگردی پریشان | معاذ الله ازین بیباکیِ تو
ببارش آورد ابر کرم را | بسر از چشم ترمنناکیِ تو

برون کن کلفتِ دل را که باقر
غمیں میسازدم غمناکیِ تو

۹

صنوبر قدا گل رخا جادوئے تو | بدل هستی و هم بچشمم توئی تو
به شوخی و خوبی چگویم که چونی | زخوبان عالم غرض نیکوئی تو
معطر دماغم شد از نکهت تو | گلی یاسمن یا گلِ شب بوئی تو
ندارد وجودے کسے جز وجودت | یکے هست ذاتت بری از دوئی تو
نیاید بچشمم بجز جلوهٔ تو | بهر جا بهر سو که بینم توئی تو
بمعبودیت گر ستایم چه باشد | که مسجود خلق از خم ابروئی تو
ز رنگِ رخے رشک یاقوت و مرجان | ز جوشِ صفا ها دُرِ لولوئی تو
اگر دست حسرت نمالم چه سازم | که اغیار را حیف در قابوئی تو
ز انداز و از طرز ناز و کرشمه | عجب گونه سحری عجب جادوئی تو
بهوش آمدم چون ز غفلت بدیدم | که هستی در آغوش و در پهلوئی تو

چسان بنگرد جز بسوئے تو باقر
برون از جهانی و در هر سوئی تو

۱۰ المنة للّٰہ کہ چمن آمدۂ تو — از قامت و رخ سرو و سمن آمدۂ تو

صد شکر کہ پرویں و پرن آمدۂ تو — از نکہت خود مشک ختن آمدۂ تو

رحمے کہ مسیحائے زمن آمدۂ تو — لطفے کہ طبیب دلِ من آمدہ تو

ردیف ہا

تا در خرام سرو تو اے جاں برآمدہ | آشوب تازہ در چمنستاں برآمدہ ۱
در ہر چمن کہ آں گل خنداں برآمدہ | گل با ہزار چاک گریباں برآمدہ
تا جلوۂ جمال رخت چہرہ برفروخت | دود از نہاد گبر و مسلماں برآمدہ
کردہ است خوں بیگنہاں ترک من بسے | با تیغ عشوہ بر زدہ داماں برآمدہ
بر کشتگان خویش چو بگذشتۂ بناز | روحی فداک از تن بیجاں برآمدہ
جاری شدہ است از گل و بلبل شرشک خوں | در ہر چمن کہ بالب خنداں برآمدہ
قربان جلوۂ تو کہ از پرتو رخت | اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ
پوئیدہ در رکاب تو با بانگ طرقوا | جبریل بر تو مروحہ جنباں برآمدہ
از جاں فدائے خوبی و رعنائی تو اند | رعنا قدے کزیں چمنستاں برآمدہ

رشک شہی ست فقر چو اندر لباس فقر
باقر بجلوہ آں شہ شاہاں برآمدہ

عیش خلقے تلخ از شہد تبسم کردۂ | عالمے را کشتۂ طرز تکلم کردۂ ۲

خوابگاهت نیست فردا غیر فرش روئے خاک
تکیه گر امروز بر سنجاب و قاقم کرده

در شکنج زلف پنهان کرده میپرسد ز من
گوهر یکدانهٔ دل را عجب گم کرده

می نه آید در نوشتن می نگنجد در بیاں
آنچه از جور و جفا بر جان مردم کرده

می برد از خود مرا موج نسیمش ساقیا
جرعهٔ زاں بادهٔ گلبو که در خم کرده

۳ ز شوخیِ نگهت بر دلم سناں زدهٔ
ز جنبش مژه نشتر بمغز جاں زدهٔ

چه حاصل تو شود بعد ازیں بجز حسرت
عبث بلشکر عشاق ناتواں زدهٔ

رسیده بر هدفِ دل گذشت تا بجگر
فدائے شوخیِ تیرے که بر نشاں زدهٔ

باوج رتبه ات اے نالهٔ دلم نازم
علم بر اوج مکانهائے لامکاں زدهٔ

کنوں ز وعدهٔ وصلت چه میزنی آہم
که آتش از تپ ہجرم بمغز جاں زدهٔ

ز شیوهٔ ستم ارکشتهٔ مرا چه عجب
چو من ہزار ز عشاق کارواں زدهٔ

بعشق شعله رخانِ جهاں عبث باقر
تو برق آفتٔ بر جاں ناتواں زدهٔ

۴ بر حال خستگاں نه بدیدن چه فائدہ
فریاد بیکساں نشنیدن چه فائدہ

از راست باز عشق نشنیدن چه فائدہ
از طالبِ وصال رمیدن چه فائدہ

رحمے نکرد یار وگہے چشم نم نشد
اے لختِ دل ز دیده چکیدن چه فائدہ

تر کانه آمد و مرا کشت و حالیا
شمشیر از نیام کشیدن چه فائدہ

زہرِ فراق چوں بہ رگ و پے حلول کرد — تریاق وصلِ یار چشیدن چہ فائدہ

محوِ نظارہ شو دلِ ناداں بروے او — در زیرِ تیغِ یار طپیدن چہ فائدہ

باقر بعشق سنگ دلے بیوفا بتے

بسمل نمط بخاک طپیدن چہ فائدہ

جاں میبری بہ رقص تو دستے بسر زدہ — دستے دگر بناز و ادا در کمر زدہ ۵

لعلِ لب تو خندہ بلعل و گہر زدہ — رخسارۂ تو سکہ بشمس و قمر زدہ

جانا چہ گو نہ بہ شود م زخمہائے دل — ہر لحظہ غمزۂ تو خدنگِ دگر زدہ

یکرہ در آ بجلوہ مہِ من کہ گلستاں — لافد ز حسن خود گل دعوے ابسر زدہ

کارے نکرد آہ فلک سیر من ہنوز — اے آسماں بگو چہ بلا بر اثر زدہ

بیروں ز جستجو ست نشانِ مقام ما — عنقا در آشیانۂ ما ہم نہ پر زدہ

تاراج کرد مملکت عیش و انبساط — تا لشکرِ غمت بدلم خیمہ بر زدہ

بودم ز ارجمندیِ بختِ بلند دوش — پیمانۂ وصال بطرزِ دگر زدہ

لب بر لبش نہادہ و دستے بگردنش — دستِ دگر بطرز عجب در کمر زدہ

دیدیم ربودِ حسن خط سبز فام دوست — قسمت نگر مرا رہِ ایماں خضر زدہ

باقر بطرز تازہ مہِ من رسید دوش

گیسو بپا فگندہ و داماں بسر زدہ

باصد کرشمہ سوئے رقیباں رسیدۂ — تا من چہ کردم ام کہ تو از من رمیدۂ ۶

جانم ز دست جور تو آمد بلب مگر | خود گو کہ شکوۂ ستم از من شنیدۂ
از بندگی مکن آزادیم پسند | بے زر چرا چو از پے خدمت خریدۂ
داری حصول کام ز دنیا عبث طمع | گاہے گل مراد ازیں باغ چیدۂ
زیں پیش داشتی سر مہر و محبتم | اکنوں چہ شد کہ رشتۂ الفت بریدۂ
بردار تا جمال تو بینیم بے حجاب | آں پردۂ کہ بر رخ زیبا کشیدۂ

پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردۂ
باقرؔ کہ پا بدامن عزلت کشیدہ

۷ این شکل و این شمائل ہرگز کسے ندیدۂ | چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدۂ
بیتابی دل من شب بود چوں بہجرت | سیماب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدۂ
رحمے تواں نمودن بر پیر بندۂ خود | در خدمتت رسیدم با قامت خمیدہ
از جوش غصہ و غم خوں شد دل فگارم | چوں قطرہائے شبنم از چشم تر چکیدہ
از بزم تو نہ جنبم قتلم اگر نمائی | در محفل تو استم چوں شمع سر بریدہ
رحمے بحال زارم دانی کہ کیستم من | محزون جفا کشیدہ مسکیں ستم رسیدہ
اے نازنیں کرم کن از ناز جلوہ فرما | پائے تو بر سر من جایت بہر دو دیدۂ
از یاد برد قمری رعنائی صنوبر | چوں سرو من بگلشن دامن کشاں چمیدہ

باقرؔ مرا ازیں غم تار نفس گستہ
سر رشتۂ محبت آں بیوفا بریدۂ

تویی خاصه و خاص یزدان و بس | نکرده در این گفته انکار کس
که ثارالله و ابن ثاره تویی | که جارالله و ابن جاره تویی
خداوند خلقی و خون خدا | خدایت بود در جهان خونبها
نیارد برد ره بوصفت خرد | بوصفت خرد کی کجا ره برد
برجانش از جزع بیجاده بار | که ز آغاز میدید انجام کار
چو یاقوت و مرجان ز لؤلؤ مزید | بپای پیمبر نمود لعن یزید
که آن بدکنش کافری پدر | کند اهل بیت مرا دربدر
حسین علی را بکرب و بلا | نماید گرفتار کرب و بلا
فروزد فروزنده آتش زکین | که سوزد سپهر از شرار زمین
شود ز آتش کین بچشم زنا | همه دود از دوده ام بر هوا
شود روز را سپید زان تیره دود | سراسر سیاه و بنفش و کبود
ز کوفی و شامی دو رو سیاه | کشد کینه کش سرخ مو روسیاه
بخون ریزی خسروان حجاز | کند در عراق عرب رزم ساز
در و دشت گردد پر آوای کوس | رخ رزمیان زرد چون سندروس

۸

در هجر یار ای دل شیدا چگونهٔ — با کاو کاو غصه شکیبا چگونهٔ

ای دل جدا ز عالم بالا چگونهٔ — ای آهو رمیده ز صحرا چگونهٔ

جا داشتی به بزم حریفان دلا کنون — در گوشهٔ لحد تن تنها چگونهٔ

عرش خدا کجا و خیال خدا کجا — خود در دلم تو ای غم دنیا چگونهٔ

غیر از بدم بگفت به پیش تو دشمن است — تو گوش بر شکایت اعدا چگونهٔ

از ما بریده ای بت پیمان شکن بگو — با غیر سرخوش می و صهبا چگونهٔ

با این همه جمال که داری و رنگ و بو — پهلوی خار ای گل رعنا چگونهٔ

فارغ بدی ز کعبه به پیش بتان کنون
باقر ز عجز ناصیه فرسا چگونهٔ

۹

تا شد لباس خوبی بر قامتت بریده — دست جنون گریبان تا دامنم دریده

از سر ز هوشیاران شد عقل و هوش آن مه — مستانه چون بر آمد از خانه می کشیده

نشنیده چون تو خوبی گوش فلک بعالم — چون روی دلفروزت چشم فلک ندیده

یوسف به پیش رویت از حسن چون زند دم — بیچاره بندهٔ تو بوده ست زرخریده

از طرز عشوهٔ تو وز ناز و غمزهٔ تو — دلها بخون طپیده جانها ز تن رمیده

ذوق لقای خوبان شد زهر در مذاقم — تا لذت وصالت کام دلم چشیده

تا رفتهٔ تو چون جان ای جان جان ز پهلو — مسکین دلم به پهلو یکدم نه آرمیده

بگذشت چون بگلشن آن نونهال گشتند — محو نظارهٔ او گلهای نو دمیده

تا گشت زیب گلشن آں شوخ گلعذارم | رنگ چمن زگلشن چوں بوے گل پریدہ

حافظ دریں زمیں چوں فرمود فکر باقر

آوردہ ایم ما ہم مضموں چیدہ چیدہ

۱۰ سپردہ ام بتو دل با چنیں جفاے کہ چہ | تو بیوفا شدہ ام با تو آشناے کہ چہ

چگونہ در خوردم صحبت تو خرم و خوش | کہ راست باز دل من تو کج اداے کہ چہ

شہنشہی ست شہا ظل کفش پاے توام | من و نشستن در سایۂ ہماے کہ چہ

تو سادہ لوح ندانی کہ ایں سرا فانیست | بخواب عیش بخفتن دریں سراے کہ چہ

ترا کہ شرط اجابت یکے مہیا نیست | کنی دو دست بلند از پے دعاے کہ چہ

ترا کہ ہست بریدن ز غیر حق لازم | بہ بستہ دل خود را بما سواے کہ چہ

ترا چو غیر خدا ہیچ کس غنی نکند | بغیر درگہ او گشتۂ گداے کہ چہ

تو دین و دل برہائی بیک ادا از خلق | بحور خلد بباشد چنیں اداے کہ چہ

فتادہ تو عبث عیسیم بفکر دوا | براے درد دل عاشقاں دواے کہ چہ

بہاے جلوہ جاناں است دو جہاں باقر

تو میدہی دل و یکجاں برو نماے کہ چہ

۱۱ ہر کس کہ محو آں دہن و آں میاں شدہ | عنقا صفت زہر دو جہاں بے نشاں شدہ

راز نہاں کہ بود دراں غنچۂ دہن | مانند رنگ گل ز تبسم عیاں شدہ

در حیرتم کہ نقطۂ موہوم ہندسی | آمد چساں بطرف لبانت دہاں شدہ

ز جلوۂ رخِ تو بہ گلشن دمید گل — پیدا ز عکس قامت تو ارغوان شدہ
عشقِ رخت ز چہرہ عیاں شد چو رنگ گل — سوزِ غمت بدل چو سویدا نہاں شدہ
بودہ است یک دلے بمن آں نیز با نصیب — رسوائے خلق در غم عشقِ نہاں شدہ
نازم لبش کہ شد شکرستاں تمام بزم — گرمِ سخن چو آں بتِ شیریں دہاں شدہ
نازم حلاوتِ تو کہ قند است آں لبت — میرم لطافتِ تو کہ جسمِ تو جاں شدہ
ضبطم ز دست شد دم نظارۂ رخت — مہتاب جلوۂ تو و صبرم کتاں شدہ
دارم بہجرِ تو رخ زرد سے و اشک سرخ — جانا بیا بہ بیں کہ بہارم خزاں شدہ

دارد بشوقِ تو نفسِ گرم و آہ سرد
ہم باقرت ز طائفہ عاشقاں شدہ

۱۲ نورِ دو دیدہ گشت و سرورِ دلم شدہ — وارو ز دوست نامۂ مشکیں رقم شدہ
ایں سبز خط کہ بر رخِ رنگیں شد آشکار — خطِ غبار بر ورق گل رقم شدہ
آں قسمتے کہ خامۂ تقدیر زد رقم — دیدم ز سعیِ عقل کہ نے بیش و کم شدہ
موجود راست اول و ہم آخرش عدم — موجود از عدم شد و سوئے عدم شدہ

باقر چکیدۂ کلکِ تو در جہاں
چوں نیشکر بخوشِ مزگیہا علم شدہ

۱۳ لذتِ شبہائے وصلت شب چو در یاد آمدم — از تبِ حسرت دلِ زارم بفریاد آمدم
اے دل خود رفتہ خم کن گردن عجز و نیاز — تیغ در کف بر سرِ وقتِ تو جلاد آمدم

گفته بودی با تو باشم لیکن آں پیمان و عہد　　ایں قدر بہر چہ جانا سست بنیاد آمدہ

چشم نرگس زلف سنبل چہرہ گل تن یاسمن　　قد رعنائے بخوبی طرفہ شمشاد آمدہ

اندریں گلشن نیم چوں گل بقید آب و رنگ　　از دو عالم طبع من چوں سرو آزاد آمدہ

دام بر دوشش است می آید بسوئے ایں چمن　　نالۂ بلبل مگر در گوشش صیاد آمدہ

رفت مسکیں از سر شوق و نپرسیدش کسے　　از سر کوئے تو دل با طبع ناشاد آمدہ

محو حیرت ماندہ ام یا رب چہ باشد تر ایں　　آنکہ در اسلام جنگ سہ و ہفتاد آمدہ

از جفاہائے تو ظالم میخورم خونِ جگر　　از کہ خواہم داد ہر چہ از تو بیداد آمدہ

میکند جولانیش قطع لسانِ شاعراں　　خامہ در دستم بجائے تیغ فولاد آمدہ

باقرا برخیز و برخواں پیش او از گفته ات
از پئے اصلاح روح غالب استاد آمدہ

۱۴۱

آں سرو ناز کز چمنِ جاں برآمدہ　　نخل قدم ز گلشن امکاں برآمدہ

روئے خوشِ تو از صدفِ حسن گوہرے　　یا تازہ گل ز روضۂ رضواں برآمدہ

مرہم نہ جراحت عشاق خستہ دل　　از یک تبسم آں لب خنداں برآمدہ

چوں من ہزار غرقہ کہ از دستگیریت　　بر ساحلِ نجات ز طوفاں برآمدہ

در طے ہفت چرخ براق سبکروت　　غرق عرق ز گرمی جولاں برآمدہ

از بہر حفظ تو بہ نگہباں چہ حاجت است　　خالق بہ نفس خود چو نگہباں برآمدہ

گردی بصحن باغ قدم رنجہ چوں بناز　　قمری بشاخ سرو غزلخواں برآمدہ

وقتِ هلاکِ دشمن یاران و آلِ تو — از کرده هائے خویش پشیماں برآمده
آں سنگدل صنم بت سفاک روزگار — آسوده کف زخونِ شهیداں برآمده
جاں داده ام به نکهت گیسوے آں نگار
باقر زتربتم گل و ریحاں برآمده

۱۵
برهمن از کنشت از صومعه دیندار بگذشته — چو در مستی ازاں سو آں بتِ میخوار بگذشته
نظر بر مصحفِ آں روے چوں افتاد زاهد را — زخلوت شد بروں از جبه و دستار بگذشته
زفرطِ جوشش استغنا زجنت شد بری آنکس — به زیرِ قصر او از سایۀ دیوار بگذشته
زپیرِ خانقه چوں شیخ را فیضے نشد حاصل — بر پیرِ مغان و خانۀ خمار بگذشته
توگوئی وادیِ چیں شد زبویش کوچه و برزن — چو با روئے عرقناک از سرِ بازار بگذشته
کنوں از مهر سازد از قدومِ خویش ممنونم — بحمد الله که آں مه از سرِ انکار بگذشته
زدنیا رفت امشب باقرِ محرومِ دیدارت
دمے در گریه شوکان طالبِ دیدار بگذشته

۱۶
خلقے بدامِ زلف گرفتار دیدهٔ — نازی نه چوں که گرمیِ بازار دیدهٔ
از حیرتِ جمال تو پیشِ تو ساکتم — گویا گهے مرا لبِ اظهار دیدهٔ
گم کرده ام رهش تو بفرما ہدایتے — زاهد اگر تو خانۀ خمار دیدهٔ
مائیم در رکابِ تو تنها مرو بسیر — آیا گهے تو کوچه و بازار دیدهٔ
جانا چنانکه طرۀ عنبر فشانِ تست — مشکِ ختن بطبلۀ عطار دیدهٔ

نازت بجاست به حسنت که صد ہزار　ہمچون عزیز مصر خریدار دیدهٔ
جانا چگونه میل به باقرؔ بود که تو
لطفِ دگر بصحبت اغیار دیدهٔ

۱۷　افسرده دل چرا لب حسرت گزیدهٔ　شاید که حال عشق من از کس شنیدهٔ
گیرم که از ثری تو تا به ثریا رسیدهٔ　اے مرغ عقل تا لب بامش پریدهٔ
مانند جاں بکنارم نشیں چرا　آہو صفت تو از من وحشی رمیدهٔ
اے دل شده است کام و دہانت شکر فشاں　در خواب شب مگر لب جاناں مکیدهٔ
اوراق دیں شده است پریشاں چو زلف تو　تا شانه را بزلف پریشاں کشیدهٔ
شب با رقیب دست و گریباں تو بودهٔ　جانا چه شد که دامن عصمت دریدهٔ
اے وائے ہمچو بسمل سیحا بست حالتت　شب تا سحر بیا و که اے دل طپیدهٔ
ہر نعمتے بکام تو زہر ہلاہل است　تا چاشنی عشق تو اے دل چشیدهٔ
باقرؔ به وصف او نتوانی قلم کشید
چوں حسن صورتِ رخ خوبش ندیدهٔ

۱۸　آمد بسوئے گلشن آں شوخ می کشیده　پیراہنش به مستی مانند گل دریده
چوں طائران قدسی در شوق جلوهٔ تو　عنقائے نالهٔ من تا آسماں رسیده
سر بر درت نہادم در کوچه ات فتادم　پائے شکستهٔ خود از سیر بر کشیده
اے کرده رو به بستاں اینجا بیا و بنگر　بر تربت شہیداں گلہائے نو دمیده

می آمدی بسُویم درخانۂ رقیباں ‌ ‌ ‌ رفتی عنانِ اشہب از جانبم کشیدہ

صد سیل خوں بریزد موجِ طراوشِ او ‌ ‌ ‌ ہر قطرہ ہائے اشکم کز چشمِ من چکیدہ

اے محو ناز و تمکیں رحمے بحالِ باقر

کو آمدہ بخدمت با قامتِ خمیدہ

۱۹

ای آنکہ کوے خانۂ دلدار دیدۂ ‌ ‌ ‌ فردوس زیر سایۂ دیوار دیدۂ

بیتاب میروی ز برِ من برون دلا ‌ ‌ ‌ در سینہ ام بگو کہ چہ آزار دیدۂ

مشکے چو زلفِ یار گہے دیدۂ بگو ‌ ‌ ‌ اے آنکہ چین و تبت و تاتار دیدۂ

بردار میکشید وفاپیشۂ مرا ‌ ‌ ‌ غوغا شبے کہ بر سرِ بازار دیدۂ

شرمے مکن کہ محرمِ رازِ دلِ توام ‌ ‌ ‌ دزدیدہ گر بجانبِ اغیار دیدۂ

خورسند چوں شوی ز منِ پاکبازِ عشق ‌ ‌ ‌ لطفے اگر بصحبتِ اغیار دیدۂ

تسکیں چہ میدہی تو بگو راست اے طبیب ‌ ‌ ‌ ہیچ از حصولِ صحتم آثار دیدۂ

بیتاب میرسی صنما سوے من نگر ‌ ‌ ‌ تاثیرِ نالہاے شرربار دیدۂ

کردی بسیلِ آب دمِ تیغ عاقبت ‌ ‌ ‌ از بس ہجومِ کشتۂ دیدار دیدۂ

باقر بہ بزمِ او ز رقیباں مشو ملول

خود در چمن بہ پہلوی گل خار دیدۂ

ردیف یا

۱
دلم در علتِ عشقِ تو بیمار است میدانی | بدامِ زلفِ خمدارت گرفتار است میدانی
بهر سو میروی سر بر کنند از پی خریداران | ترا هم یوسف آسا گرم بازار است میدانی
ز جورِ یار مینالی چرا عاشق شدی ای دل | که هر شوخ پری زادی دل آزار است میدانی
بفریاد و فغانِ من چه میرنجی که عاشق را | جرس آسا به افغان هر نفس کار است میدانی
شبِ هجر است و من چون نیم چگویم با تو ای همدم | بروز آوردن این شب چه دشوار است میدانی

نیاری چون بقدر و قیمتِ خود ای سرت گردم
ترا هر کس بنقدِ جان خریدار است میدانی

۲
گل پیرهنا یوسف کنعان که بودی | نورِ نظرِ دیدهٔ حیران که بودی
ای من بفدای تو بیا جلوه بفرما | آباد کنِ خانهٔ ویران که بودی
ای لعل لبت زندگیِ عیسی مریم | دردِ تو مرا گشت تو درمان که بودی
آشفتگی از حالِ تو پیدا بود ای دل | سودا زدهٔ زلفِ پریشان که بودی
چون گل همه تن گشته‌ای دل لبِ خندان | گلچینِ بهارِ چمنستان که بودی

چوں لالہ وجودت ہمہ داغ است دل زار | سیلی خور سرپنجۂ مژگاں کہ بودی

دی غارت دل ساختۂ از من و امروز | ای دشمن دیں پے ایماں کہ بودی

باقر ہمہ چاکست چو گل دامن حیرت

نظارگی چاک گریباں کہ بودی

۳

نہ بخت گرد سرگشتن نہ دستے تا بپا بوسے | دلے دارم چہ دل از مدعا محروم و مایوسے

مقیم کوچہ ات باشم مراد و مدعا اینست | نہ شوق جنت رضواں نہ میل باغ فردوسے

ز تقصیر نظر باشد ندیدن آفتاب را | توئی پیدا بہ ہر ذرات چوں شمعے بفانوسے

ز قید کفر و دیں ہر کس بروں آید بگوشش او | نباشد فرق در بانگ نماز و بانگ ناقوسے

چناں در دیدہ و دل جلوہ آرائی کہ غیر از تو | ندانم ہیچ معقولے نہ بینم ہیچ محسوسے

چکیدہ است از نے کلک باقر ایں چنیں نظمے

نگاریں دلکشے رنگیں برنگ بال طاؤسے

۴

گیسوے تابدار بر رخسار میکشی | مصحف بحلقۂ سر زنار میکشی

جراح زخمی خط سبزش بود دلم | بر زخم من چہ مرہم زنگار میکشی

تسلیم شو کہ لذت راحت چشی ز رنج | بہر چہ جور چرخ ستمگار میکشی

من خود کیم کہ حلقۂ قدوسیاں ہمہ | در حلقہ ہاے طرۂ طرار میکشی

بہر طپیدن ای دل شیدا بروں شتاب | در تنگنائے سینہ چہ آزار میکشی

خود کشتۂ غم توام از بہر من چرا | ایں لشکر کرشمہ بہ پیکار میکشی

خود شهره است باقرشید العشق تو
او را چه مو کشان سربازار میکشی

۵ دور از شمعِ رخت گل شد چراغِ زندگی — بے تو زہر افشاند در جانم ایاغِ زندگی
وادریغا شد بہارِ عمر پامالِ خزاں — بر مرادِ دل نہ گل چیدم ز باغِ زندگی
شربتِ مرگ از دمِ تیغِ تو دارم آرزو — نیست چوں شمعِ سحرگاہم دماغِ زندگی
از سرشکِ لالہ گوں پرور نہالِ عشق را — بہ ازیں نخلے نمیباشد بباغِ زندگی
خواستم ریزم مئ عشرت بجامِ آرزو
ناگہاں لبریز شد باقر ایاغِ زندگی

۶ گاہے بسلامے مہ من یاد نکردی — ایں خاطرِ ناشاد مرا شاد نکردی
جانم بفدائے تو کدام است بفرما — جوریکہ بمن اے ستم ایجاد نکردی
یک جلوہ نکردی بدلِ زار و نزارم — ایں منزلِ ویراں شدہ آباد نکردی
یکرہ نکشادی درے از وصل برویم — زیں بندِ غمم ہیچگہ آزاد نکردی
مردم بفراق تو بصد حسرت و اندوہ — رحمے بمن اے شوخِ پریزاد نکردی
شیریں تو و سرگرمیِ ہنگامہ بہ پرویز — یکرہ نظرِ لطف بفرہاد نکردی
اے مرغِ چمن درد گرفتار چہ دانی
سیرِ قفس و خانۂ صیاد نکردی

۷ زبس نازک مزاجی مہر ورزیدن نمیدانی — بعاشق جز عتاب و خشم و رنجیدن نمیدانی

پی کینه توزی زتازی و ترک / فراهم نماید سپاهی سترگ

زبس خط و ختلی بمیدان بود / زمین خطه خط و ختلان بود

زنوک نی نیزه داران کین / هوا آهنین و نیستان زمین

زگردان گردنکش کینه توز / در و دشت گردد پر از گرگ و یوز

در و دشت زان کینه کش لشکرا / پر از جوشن و نیزه و خنجرا

تن گردنان بسکه در جوشنا / تو گفتی که میدان که آهنا

همه گرد و گردنکش و کینه جو / همه تیغ زن مردم زشت خو

شود آتشی زآب افروخته / که بر باد از او خاک چون سوخته

سر از گردن گردنان در مصاف / جدا گردد از تیغ خارا شکاف

زنای و نی و شندف و کرنا / شود شور و آشوب محشر بپا

ز آوای گردان پرخاشخر / شود گوش گردون گردنده کر

زگردان جنگ آور جنگجو / در و دشت گردد پر از گفتگو

دریده زهم پرده شرم را / بریده زهم بند آزرم را

از آن خیره سر لشکر و خیل زد / شود خیره از شماره خرد

پدیده

سیه‌مستی چرا از بادهٔ عشقت بود صوفی　　چو من خونابهٔ دل را چو نوشیدن نمیدانی

بگاه بوسه میرنجی و در آغوش میجوشی　　عجب کز گلستان وصل گل چیدن نمیدانی

سر ای خورشید محشر از گریبان بر مکن هرگز　　که پیش برق آه من درخشیدن نمیدانی

خراش سینهٔ گل شد فغان خارج آهنگت　　خموش ای بلبل شیدا که نالیدن نمیدانی

گره در ابروان و خنده‌ها در زیر لب پیدا　　فدای سادگیهایت که رنجیدن نمیدانی

بخندیدن در آمد هر لب زخم دل باقر
تو لبها را به بند ای گل که خندیدن نمیدانی

۸

لطفی بمن فدای تو گاهی نمیکنی　　مرهون منتم بنگاهی نمیکنی

پیکان غمزه‌ات جگر و دل شگافته　　ای ترک شوخ چشم نگاهی نمیکنی

آخر مرا به تیغ تغافل که کشته است　　گر خود توئی چنین که گناهی نمیکنی

با خاک گشته‌ایم برابر چو نقش پا　　چشمی چرا بچشم براهی نمیکنی

باقر غلام همت مردانهٔ تو ایم
جان میدهی بسختی و آهی نمیکنی

۹

ادای دلربائی خوبی بیباکانه داری　　نگاه شوخ و شنگی غمزهٔ ترکانه داری

ترا دیوانه بسیار اند میدانم ولی خود گو　　ازین دیوانگان چون من یکی دیوانه داری

نگار نکته سنج تو سری دارد به افسانه　　بگو ای دل تو هم پیشش اگر افسانه داری

فدای جلوه‌ات جانم تو از بزم که می خورده　　پریشان میرسی و لغزش مستانه داری

بسوز و ساز پروانه همی خندی نمیدانی — که گردِ شمع روئے خود تو هم پروانه داری
به لیلی قیس مینازد بشیرین کوهکن سازد — تو هم بر خود ببال ای دل که خوش جانانه داری
درونِ خانۀ اغیار تا کے جلوه آرائی — پریشان گردمن آخر تو هم کاشانه داری
متاعِ دین و دنیا باختی در عاشقی باقر
بنام ایزد چه والا همتِ مردانه داری

۱۰ تو از سینه ای دل رمیدی چه کردی — ز چشمان پر نم چکیدی چه کردی
شکستی مگر شان تسلیم را دل — ته خنجرِ او طپیدی چه کردی
درونِ دلِ زار و بشکستهٔ من — تو اے نشترِ غم خلیدی چه کردی
نچیدم گلے از گلستانِ حسنش — اجل بر سرِ من رسیدی چه کردی
نه ممکن که آئی بروں از خمارش — می عشق اے دل چشیدی چه کردی
نداری سیکے عاشقے همچو باقر
ته تیغ جورش کشیدی چه کردی

۱۱ خورشید رخش هر چند در پرده نهانستے — در چشم حقیقت بیں بے پرده عیانستے
اے زاهدِ ظاهر بیں مستِ میِ غفلت — پیدا و نهاں هر جا آنست و همانستے
زیں کوچه برو زاهد هستی نه حریفِ آں — آں آبرو و آں مژگاں تیغے و سنانستے
ظاهر بود و مخفی داخل بود و خارج — از کون و مکاں بیروں در کون و مکانستے
درد و غمِ مهجوری گفتن نتواں هرگز — ایں قصه بروں اے دل از شرح و بیانستے

باقر دل محزونم چوں گل نہ چرا شگفد
مصروف بخندیدن آں غنچہ دہانستے

۱۲
گرد ساقی می پرستم یللّی | داد جام و کرد مستم یللّی
پاز گردشہا شکستم یللّی | بر سر کویت نشستم یللّی
شد مجازِ من حقیقت زانکہ گرد | بت پرستی حق پرستم یللّی
از سرِ کونین دست افشاں شدم | پیر اصدق داد دستم یللّی
از تماشائے حسینان جہاں | در بروئے خویش بستم یللّی

چوں تو اے زاہد نیم تقویٰ گزیں
میکش و شاہد پرستم یللّی

۱۳
بروں از منزلِ خود ای مہ کامل نمی آئی | بچشمم در نمی آئی و ہم در دل نمی آئی
ہمی آئی برِ من خشم آلود و عتاب آگیں | بہ پیشِ من چرا خنداں رخ و خوشدل نمی آئی
حریفاں با می و مطرب بہ شوقِ مقدمت جمع اند | چرا چوں شمع ماہ من دریں محفل نمی آئی
رسد جاں بر لبم در اشتیاقت یا روم از جاں | نمی آئی بسر وقتم غرض حاصل نمی آئی
نباشد کار دنیا ہیچ جز لہو و لعب دیگر | تو باز از شغل ایں کردار بیحاصل نمی آئی
نمی آئی اگر بے پردہ خود پیشِ من مجنوں | چرا لیلی نمط در پردہ محمل نمی آئی
ہمی آری جوابِ نامہ شوقِ من اے قاصد | ولے میرم کہ چوں پیکِ صبا عاجل نمی آئی
بغیرِ حق بود ہر انچہ اندیشی ہمہ باطل | تو اے غافل بروں ز اندیشہ باطل نمی آئی

ازین طوفان موج افزا برون افتادنت مشکل — غریق لجهٔ الفت لب ساحل نمی آئی

اگر شوق شهادت دامن دل میکشد باقر
چرا از خود بزیر خنجر قاتل نمی آئی

۱۴

از نور رخت روشن هر خانه بفرمائی — یک جلوه بچشم هم ای آنکه تو هر جائی
در کلبهٔ تاریکم با روی چو مه یکره — باشد که قدم رنجه از ناز بفرمائی
در خانه و در صحرا گه نالد و گه گرید — حالی بعجبی دارد این عاشق سودائی
باشد که دهد بارم در خلوت خاص خود — بر درگه والایت این ناصیه فرسائی
دور از تو چه برگویم چون است دل زارم — نی صبر و شکیبائی نی تاب و توانائی
می ساختم از اول از عشق بتان منعت — آخر بکشید ای دل کار تو برسوائی
بی پرده بیا جانا از ناز به بالینم — کس نیست دگر با من غیر از غم تنهائی
میکرد قدم رنجه ای کاش یکی سویم — دارم بزبان ورد این ماضی تمنائی
بر شمع رخت خلقی پروانه نمط سوزد — گر جلوه کنان ای مه از خانه برون آئی
باشند بسی خوبان در خلق جهان لیکن — جانانه تو بی مثلی در خوبی و رعنائی
این عتبهٔ والایت چون کعبه و سنگ آن — هم بوسه گهم باشد هم جای جبین سائی
تابد ز جبین تو هم فر سلیمانی — باشد به سرت زیبا هم تاج شهنشائی
در جوشش جنون دارم با پیرهن چاکی — گه سیر بیابانها گه بادیه پیمائی

باقر بسرت زیبد بی خائلهٔ بیبی

در مُلکِ سخنداری گهر افسر دارائی

۱۵

گاہے نہ نمودی بمن از ناز نگاہے　　از لطف بکن اے بتِ طناز نگاہے

گوئی جگرم سفت و دلم تیر خدنگے　　کرد آں مہِ من با عجب انداز نگاہے

یک طرفہ بلا ہست نگہدار خدایا　　از فتنۂ آں شوخ فسوں ساز نگاہے

دل می برد از دست و خرد گم کند از سر　　از نرگس مستِ تو بہ ایں ساز نگاہے

گوئی کہ مگر سرمۂ حیرت بگلو ریخت　　از چشم تو ام باختہ آواز نگاہے

باقر نرود دردِ من از داروئے عیسیٰ
الا کہ کند ماہ من از ناز نگاہے

۱۶

مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری　　مرا بے یار باشد گلشنِ تو گلخن اے قمری

بیا اینجا و سروِ قامتِ یارم تماشا کن　　عبث بر سروِ خود سازی بنیاں شیون اے قمری

اگر سروِ روانم در چمن دامن فشاں آید　　تو از سروِ گلستاں بر فشانی دامن اے قمری

اگر بینی سِنانِ غمزۂ موزوں قدِ مارا　　بچشمِ تو شود شاخ صنوبر سوزن اے قمری

دلے دارم جراحت دیدۂ از فرقتِ جاناں　　نمک بر سینۂ ریشم مپاش از شیون اے قمری

بہ خیلِ عاشقانِ خستہ مخصوصی و ممتازی　　ازیں طوقے کہ از سروت بود در گردن اے قمری

طپیم بر خاک و خوں از دوریِ دلدار خود مارا　　مزن آتش بجاں از نالۂ شور افگن اے قمری

تو بر سروِ سہی نازی و بلبل بر رخِ گلہا　　منم بر عارضِ جانانہ محوِ دیدن اے قمری

خوشا بلبل کہ باشد برگِ گل زیبِ گریبانش　　ترا خالی بود از غنچہ و گل دامن اے قمری

عروس غنچه و گلها بگلشن جلوه فرما شد — تو آن با لهجهٔ خوش نغمه سنجیدن ای قمری

بسیر روئے گل بلبل همی میبالد و نازد — ز دستِ سرو حاصل شد ترا نالیدن ای قمری

بود سرو و تو سر سبز و دلِ بلبل ز دے محزون — ترا زیبد درین وقتے بخود نازیدن ای قمری

به پیشِ نالهٔ زارم همی بندد لبِ بلبل — تو کے پیشم توانی ناله سر کردن ای قمری

دلِ باقر بفریاد است از پاسِ ادب امشب
تو از فغان لبِ خود را توانی بستن ای قمری

۱۷

قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیرے — فغان و نالهٔ عاشق ندارد هیچ تاثیرے

حرارت سوخت جان و دل چنان لب تشنه ام قاتل — چکان اے من فدایت در گلویم آب شمشیرے

قدت شمشاد و رویت گل لبِ لعلِ تو یاقوتے — تعالی الله کشید از خامهٔ قدرت چه تصویرے

بود چشمِ سخن گویش بصوتِ حالِ من گویا — نمیگنجد درین جا هیچ تقریرے و تحریرے

غمش هر کس رود آنجا همیگردد نشاط آگین — همانا کوچهٔ او زعفران زار است و کشمیرے

چه میپرسی ز احوالم که چون هستی جدا از من — پریشان خاطرے آشفته محزون دلگیرے

اسیرِ عشق شد یارب دلِ خود رفته ام ناگه — بدام افتاد صیادِ مرا این طرفه نخچیرے

دلِ بیچاره ام شد مبتلائے عشق ترسائے — بگوئید اے مسلمانان اگر دانید تدبیرے

چنان سویم نمود آن مه نگاه آفتِ جانی — همانا بر دلم افتاد زهر آلوده تیرے

درونِ سینه ام جا گیرد و در جائے دل گردد — اگر آن شهسوارِ من بسویم سر کند تیرے

منور میشود کاشانه از شمعِ رخت تنها — نماند شمعِ محفل را به پیشت هیچ تنویرے

دلِ شہا ز خود رفتن مسِ دل را طلا سازد　　نباشد غیر ازیں بہرِ مہوسِ ہیچ اکسیرے

دلِ خود رفتۂ **باقر** ز دستِ عشق ویراں شد
نگرد آں بادشاہِ من دریں ویرانہ تعمیرے

۱۸
ہوشم بربود آں صنمِ جلوہ طرازے　　جادو روشے ماہ وشے مایۂ نازے
کوتاہ کنم دامنِ صحرائے طلب را　　گر دست دہد سلسلۂ زلف درازے
جائیکہ تو باشی و منِ خستہ جگر ہم　　سر سبز شود گلشنِ رازے و نیازے
باشد دہنت غنچۂ گلزارِ معانی　　لعلِ تو بود حقۂ پرازگوہرِ رازے
جانم بفدائے رہت اے مایۂ نازم　　در پیشِ من آتا بکنم عرضِ نیازے
تقوی چہ بود پیشِ رُخِ خوب کہ محمود　　نقدِ دل و دیں باختہ در عشقِ ایازے
در عشق دلم آمدہ بس پختہ و پرکار　　طے کردہ دریں راہ نشیبے و فرازے
گشتیم رواں بیخود و سرگشتہ و حیراں　　در منزلِ عشقِ تو نہ برگے و نہ سازے
ظلمتکدہ روشن کنم از شعلۂ آہے　　امید کہ تشریف دہد جلوہ طرازے

باقر طربے سازو بہ ہوش آ کہ ناداں
آمد بہ سرت شاہدِ عشاق نوازے

۱۹
تو زمانہ بمراد و تو فلک بکام داری　　کہ ز سحرِ حسن و خوبی دلِ خلق رام داری
تو بیا بیا بفرما سرِ من فدائے راہت　　کہ کجا است مسکنِ تو تو بگو چہ نام داری
چہ خوش آمدی تو قاصد بنشیں و زود برگو　　چہ ز سوئے دلبرِ من سخن و پیام داری

زکجا بود زشوخیت نظرے زلطف برمن | چو من غریب و مسکیں تو بسے غلام داری
منم آں یکے کہ گاہے نکنی بمن نگاہے | زکرم سوئے رقیباں نظرِ تمام داری

سخنِ تو آبِ حیواں زلطافت است باقر
چہ لطیف و نغز دلکش روشِ کلام داری

۲۰
کجا بودی تو مہمانِ کہ بودی | مہِ من شمع ایوانِ کہ بودی
تو در بزمِ کہ بودی جلوہ افروز | بقربانِ تو جانانِ کہ بودی
بہ آغوشِ کہ بودی راحت افزا | سرورِ سینہ و جانِ کہ بودی
ز دردِ دل مرا جان است برلب | مسیحِ من تو درمانِ کہ بودی
کجا از لعلِ لب بودی گہر ریز | سخن سنج و سخندانِ کہ بودی
بہ ایں کبر و بہ ایں تمکین وجاہت | مطیع و زیر فرمانِ کہ بودی
ز بے برگی منم پژمردہ دل آہ | تو برگ و ساز و سامانِ کہ بودی

بہ نعشت باقرا خلقیت گریاں
شہیدِ لعلِ خندانِ کہ بودی

۲۱
نہ نشست آں جواں یکدم بہ آغوشِ من پیرے | رمید از پہلوئے من چوں ز آغوشِ کماں تیرے
نگردد رام آں کافر زآدم اے مسلماناں | خدارا میتواں فرمود بہرم ہیچ تدبیرے
سیہ ہا چشم تو صید افگن سیہ زلفِ درازِ تو | پے قیدِ دلِ عشاق باشد طرفہ زنجیرے
ازاں یک ذرہ مالیدن مسِ تن را طلا سازد | برنگِ خاکِ کوئے تو ندیدم ہیچ اکسیرے

به ترکِ عشقِ خوبانم چه میگوئی برو واعظ
که تاثیرے ندارد در دلِ من وعظ و تذکیرے

همان شد آنچه تو کردی همان گردد که تو خواهی
معارض کے توان گشتن به تقدیر تو تدبیرے

نباشم قسمتم وصلش ندارم نامه بر پیکے
میانِ ما و او یارب نه تقریرے نه تحریرے

بخوان علم و جود او بهر کلی و هر جزوی
به بین ترکیب صنع او بهر تعریف و تنکیرے

زقربِ جاہلاں باقر حذر کن تا توانی
که قربِ پهلوئے جاهل به پهلو نیز تدبیرے

۲۲

چو خشم آگیں شده از پهلوے من دامن فشاں رفتی
زہے با عارضِ چوں گل خدِ چوں ارغواں رفتی

چو آگه گشتی از ذوقِ شبِ وصلت بحمد الله
سحر با خاطرِ خوشنود و طبعِ شاداں رفتی

ز بزمِ می دمِ رخصت شدن از دیگراں خوش دل
چه دیدی از منِ مسکیں که از من سرگراں رفتی

به پایت سر همی سودم همی گشتم تقربانت
چرا از دست من اے جان جان دامن کشاں رفتی

نمودی بزمِ عشرت را شکنج حلقهٔ ماتم
چرا آزرده دل جانا ز بزمِ میکشاں رفتی

چه رو داد امشب ای قاتل که شمشیرِ دو دم در کف
بقتلِ عاشقِ مسکیں چو مرگِ ناگهاں رفتی

قدت سرو و رخت سوسن پریشاں طرهٔ سنبل
بهار آمد به گلشن چوں تو در فصلِ خزاں رفتی

گزیدی گوشهٔ عزلت بیادِ حق خوشا باقر
بروں ز اندیشهٔ کونین و فکرِ این و آں رفتی

۲۳

دلا بر عارضِ آں گل نظر انداختی رفتی
متاعِ عقل و نقدِ هوش خود را باختی رفتی

سمندِ ناز جولاں کرده چوں برق آمدی ناگه
دیارِ ملکِ دل اے ترک ویراں ساختی رفتی

به مستی آمدی از ناز و محو حیرتم کردی | نقاب از چهرهٔ پرنور خود انداختی رفتی
سوار باد پا عشاق را به نواختی از لطف | زمن عطف عنان اشهب خود ساختی رفتی
بمیدان آمدی ترکانه شمشیر ادا در کف | به اقلیم ستمگاری علم افراختی رفتی
من ربط خلوص از روزگارے داشتی اکنون | بریدی از من و با مدعی در ساختی رفتی

ترا هر روز و شب با غیر باشد گرم جوشیها
به باقر ساعتے نرد محبت باختی رفتی

۲۴

خوشا بختے که غمخوارم تو باشی | رفیق و مونس و یارم تو باشی
دوائے علت بیتابی دل | چراغ خانهٔ تارم تو باشی
نهی دست از کرم بر سینهٔ من | تسلی دل زارم تو باشی
نداند هیچ کس راز دل من | مگر دانائے اسرارم تو باشی
تو باشی هم انیس خلوت من | رفیق سیر بازارم تو باشی
کشم کے منت خضر و مسیحا | دوائے جان بیمارم تو باشی

بگفتا کیستی باقر چهٔ تو
که خواهی محو دیدارم تو باشی

۲۵

بے پرده جلوه گر رخ تابان چه میکنی | یک خلق را چو آئینه حیران چه میکنی
اکنون که کرد درد دلم کار خود تمام | نادان طبیب کوشش درمان چه میکنی
گر مرده ام به عشق تو جانا بمرگ من | زلف سیاه خویش پریشان چه میکنی

پی کینه توزی بمیدان تف — بصف لشکری طرفه از هر طرف

فراوان فراهم ز هر سو سپه — همه تیره رو زو همه دل سیه

سوار و پیاده دو ره صد هزار — بخ آرند چون پیل در کارزار

کران تا کران لشکران تاخته — بخون ریختن تیغ کین آخته

بیکسو سپاه عزازیل رَد — رده برکشد زشت و بدخو و بد

وزین سو سپاه خدای رحیم — رده برکشد جمله بی ترس و بیم

بیاری گرایند هفتاد و اند — ابا گرز و کوپال و تیغ و کمند

چو جوشنده دریا زیاری بجوش — چو رعد خروشنده اندر خروش

به تنها روانها پر از کین همه — بروها بُروها پر از چین همه

بسیمین تن افکنده زرین زره — زده بر زره پیچ و بند و گره

میان بسته از کین و بگشاده دل — همه آهنین درع و آهن گسل

ابر پیلتن اسب فرخ سوار — همه آهنین باره و آهن سوار

همه برگزیده بصبح مصاف — ز شادی و عشرت بشام زفاف

ابر چشمشان تیغ و میدان رزم — به از جشن بستان و ایوان بزم

گر رفت موسم گل رعنا صبور باش | ای عندلیب ناله و افغاں چه میکنی
گردد ز پرده جلوهٔ حسن تو آشکار | روئے چو شمع در ته داماں چه میکنی
رو در چمن بسیر منم همرکاب تو | تنها نشسته بر لب ایواں چه میکنی
از خاطر تو شسته نشد لوث ماسوا | زاهد دروغ دعوی عرفاں چه میکنی
هر هفت کردهٔ پئے تاراج دین و دل | زیں گونه شیوه غارت ایماں چه میکنی

باقر هوائے آں لب و دنداں مبارکت
بیهوده خواهش در و مرجاں چه میکنی

۲۶

ساعت وعدهٔ دیدار شمارم تا کے | حال شوق دل بیتاب نگارم تا کے
گر شود رنگ رخ و دیدهٔ پرنم غماز | راز عشق تو نهاں آه بدارم تا کے
من به سودائے علاج تو طبیبم ای وائے | آه سرد و نفس گرم بر آرم تا کے
جلوه بنما که دل زار تسلی گردد | درد هجراں به برد صبر و قرارم تا کے
ساکن کوئے توام شهر تو باشد وطنم | پرسی از خنده تو از شهر و دیارم تا کے
من بقرباں ادائے تو بفرما از دور | خواهیم گفت بیا عاشق زارم تا کے

من فدائے تو کنی خانهٔ ویرانهٔ من
رشک گلزار تو اے باغ و بهارم تا کے

۲۷

دی که با تیغ ادا جلوه کناں میرفتی | بهر عشاق بلا جان جهاں میرفتی
چه بگویم بچه عنواں و چساں میرفتی | روئے در پرده نهاں کرده عیاں میرفتی

با رخِ رشکِ گل و طرّهٔ رشکِ سنبل | از پے سیر چمن سرو روان میرفتی

باز می خورده به اغیار چه رو داد که دوش | مست از خانه زرخ پرده کشان میرفتی

پائے رنگیں زحنا کرده بکفش زریں | بهر پامال دلِ خسته دلان میرفتی

با کلاه و کمرِ زر و کلاهِ اطلس | غارتِ دین و دل ای دشمن جان میرفتی

من شدم صید ادایت تو کجا بهر شکار | با قد و ابروئے چون تیر و کمان میرفتی

دست در دست رقیبان تو کجا وقت سحر | اے بتِ غنچه دهان موئے میان میرفتی

در تلاشِ که چنین بے سروسامان باقر
بالبِ خشک کجا تشنه دهان میرفتی

۲۸ اے زاهد خلوت بجز اخبار چه دانی | تو ساده دلی لذت دیدار چه دانی

اے بلبل دستان زن شاخِ شجر گل | تو نالهٔ مرغان گرفتار چه دانی

از خانه بروں آے و به بیں راه کشاده | نا دیده تو حالِ پس دیوار چه دانی

اے شیخ تو و خلوت و تسبیح و مصلے | تو حاصل طوفِ درِ خمار چه دانی

اے مدعی بیهوده مزن لاف و گزافے | آسان نکنی فهم تو دشوار چه دانی

هر قطرهٔ اشکے که چکد دُرّ یتیم است | تو مرتبهٔ چشم گهربار چه دانی

زاهد زرهِ کبر زنی طعنه به باقر
کافیست مرا رحمت غفار چه دانی

۲۹ بپا حشرے عجب در کوچه و بازار میکردی | سحر با ناز چون بر بام خود رفتار میکردی

ترا جادوگرا نازم که در ساعت مسیحارا — ز سحرِ نرگسِ بیمار خود بیمار میکردی
زعکسِ عارضت میریختی گل در گریبانم — ز نوکِ غمزهٔ خود در دلِ من خار میکردی
کنون از شور و افغانم نترسی پیش ازین ورنه — حذر از ناله و از آهِ آتشبار میکردی
ز راهِ خنده گر میکرد با تو وعدهٔ مقدم — تو زاهد فرش راهش جبه و دستار میکردی
چه خوش بودے که از خون دلم میساختی قشقه — هم از تارِ رگ اے هندو پسر زنار میکردی
حنائی میشده ای کاش از خونِ دلم دستش — لباسِ خود زِ اشکِ سرخ من گلنار میکردی

چه از شانِ نیازت کم شدے باقر اگر یکره
زمقصد واگهِ نازش لبِ اظهار میکردی

بندهٔ خسته دلے نامه سیاهے عجبے — آمده پیش تو با حالِ تباهے عجبے ۳۰
عمر در لهو و لعب باختهٔ بے هنرے — موے سفیدے عجبے روے سیاهے عجبے
اشک ریز آمده ام بر درت ای خواجه معین — با دلِ پر غم و با ناله و آهے عجبے
ما همه تن گنه و تو همه بخشایش و جود — ما غلامے عجبے خواجه تو شاهے عجبے
ما کجا از درِ پاکِ تو توانم رفتن — هست خاکِ در تو جائے پناهے عجبے
بر سرِ بندهٔ مسکین بنه از لطف قدم — هست در خاک طپان چشم براهے عجبے
بے وضو داده ام ار بوسه بپائے سگ تو — عفو فرما که شد از بنده گناهے عجبے

باقرِ بندهٔ تو آمده با عجز و نیاز
بروے از لطف بکن نیم نگاهے عجبے

۳۱ دیدم امروز بتِ فتنه پناہے عجبے | شاہدے شمع رُخے غیرت ماہے عجبے
داشتے ہمچو گلے تنگ قبائے گلگوں | کج بطرز عجبے کردہ کلاہے عجبے
علم افراختہ در معرکہ جور و ستم | بودش از غمزہ و از ناز سپاہے عجبے
رفتم از ہوش و شدم محو تماشائے رخش | کرد در سوئے من از ناز نگاہے عجبے
باشد از نغمۂ جانسوز ہزاراں خوشتر | از منِ خستہ شنو نالہ و آہے عجبے

جلوہ آرا شدہ در خانۂ باقرؔ آں شاہ
باشکوہے عجب و شوکت و جاہے عجبے

۳۲ خوش فصل بہار آمد شد موسم گل ساقی | کن رو بسوئے گلشن با ساغر و مل ساقی
سرخوش چو کنی از مے آید بہ نظر عرشم | تو مرشد کل ساقی ہادی سبل ساقی
با آتش رخسارش دم می نزند از گرم | افسردہ ز آبِ می کن آتش گل ساقی
می ریز کہ می آید در سمع بسے خوشتر | از چار قل قرآں ایں دو قل مل ساقی
خوش دجلہ بجوش آمد با چنگ و دف و مطرب | ہنگامۂ می برپا کن بر سر پل ساقی

آں لعل چو گل را شد لب تشنہ دلِ باقرؔ
یک جام مِیش در دہ با زہرت گل ساقی

۳۳ ز تشنگی است بلب جاں بدہ میم ساقی | دو دست پیش تو بندم بپا فتم ساقی
ز بہر می دو سہ جامے دریغ میداری | کنوں ز انجمنت پا نمیکشم ساقی
بہ بخش بادہ کہ بیخودی بخشد | ہمی قدر ز تو خواہم نہ بیش و کم ساقی

به بخشش دو سه جامی تو زنده ام کردی — شدم کمینه غلام تو بیدرم ساقی

به بخشش دو سه رطل گران دماغم ده — به بام عرش که چون قدسیان پرم ساقی

کرم نما و زبهر خدا مروا ز بزم — روا مدار تو بر جان من ستم ساقی

به پیش او ز سر صدق عذر کن باقر
بده می که ببویش ز جان روم ساقی

۳۴

دیده ام محو جمال رخ زیبا نکنی — من ستاده به درت حیف تو در وا نکنی

دل پر درد بشوق تو بجان آمده حیف — تو مسیحی و علاج دل شیدا نکنی

عقدهٔ دل بگشاید به یکی خندهٔ تو — غنچه آسا به تبسم لب خود وا نکنی

وای تقدیر که بر شمع عذارت ای شوخ — همچو پروانه بسوزیم تو پروا نکنی

خوش بهار است گل و سنبل و سوسن در جوش — سبزه شد سبز چرا رو بتماشا نکنی

از چه ای من به فدایت بت نصرانی من — از رخت خانهٔ من رشک کلیسا نکنی

خود تو فرمایه من هست همین شرط وفا — من به یاد تو و تو یاد من اصلا نکنی

دشمن جان بودت نفس لعین کافر — عزه بر زهد مشو ناز بتقوی نکنی

ای دل خسته بود خلد برین کوچهٔ یار — هم در آن کوچه چرا منزل و ماوی نکنی

باقر اینجا همه مستند حریفان تو چرا
رو سوی ساقی و در ساغر صهبا نکنی

۳۵

چه خوش آمدی فدایت تو کجا مقام داری — زکجا رسی بفرما و بگو چه نام داری

سحر رخش چه بینی که بدیده شام داری | چه تشمی شمیم زلفش که بسر زکام داری

ز رهِ کرم خدایا همه عفو کن گناهم | چه ز بندهٔ کمینه سرِ انتقام داری

به منِ غریب مسکیں نظرے هم از کرم کن | تو بسوئے بندهٔ خود نظرِ تمام داری

چه شگفت ماجرائے که منم به جستجویت | به دیار و در پریشاں تو به دل مقام داری

به کسے نه لطف و مهرے نه محبتے نه خلقے | نه طریق راه و رسمے نه سرِ سلام داری

دل بیقرار باقر چو حنا نموده پرخوں

چه عجب تو سرو نازم روشِ خرام داری

۳۶

ز دیار خویش گفتم که سفر کنی نکردی | بره تو بود چشمم که گزر کنی نکردی

تو شدی خراب آخر تو گفته بودم ای دل | ز ادا و ناز خوباں که حذر کنی نکردی

ز رهِ نیاز صد ره تو بوای صبا بگفتم | که برو به او ز حالم تو خبر کنی نکردی

چه زنی تو دم ز عرفاں تو بود شیخ لازم | که ریا و سمعه از دل تو بدر کنی نکردی

ز کرم نمودی پرسش کو یکے ز حالِ باقر

ز تو داشت آں امیدے که دگر کنی نکردی

۳۷

جمعے به حسن خویش گرفتار میکنی | خلقے بدام زلف گرفتار میکنی

جانا تو با رقیب چه گفتار میکنی | اغیار را چه محرم اسرار میکنی

روحی فداک با همه دعوی پردگی

نظاره ها ز رخنهٔ دیوار میکنی

۳۸

نالهٔ جانسوز من کارے نمودے کاشکے　　زنگ کین از خاطرش یارب زدودے کاشکے

طالعِ خوابیده ام بیدار بودے کاشکے　　ماهِ من یکره به آغوشم غنودے کاشکے

کوچه و بازار گشتے رشکِ صحرائے ختن　　زلفِ مشکینش صبا برهم نمودے کاشکے

می طپیم از دردِ دل شبها چها در خاک و خوں　　سینه را بدریده دل رامی ربودے کاشکے

خوش علاجے بود بهرِ دردِ سر بر جبه ام　　جائے صندل زلفِ مشکیں راسودے کاشکے

تیغ در کف آمدے گهنتے که هاں گردن بنه　　ترکِ من زیں گونه عشقم آزمودے کاشکے

یا رسول اللهؐ چه دارم تاکنم برتو نثار　　از منِ مسکیں رسد برتو درودے کاشکے

اشتیاقِ جلوه ات بادا بجانم سربلند　　داغِ عشقت در دلم هردم فزودے کاشکے

راحتِ جانی دهم نورِ نظر چوں مردمک　　جائے تو جانانه ام در دیده بودے کاشکے

کمترینِ بندگانت هست باقر یا نبیؐ
بر درِ تو جبه را در سجده سودے کاشکے

۳۹

بندهٔ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ　　سجده گاهِ ما بود محرابِ ابروئے علیؑ

میکشی ما را سوے جنت نمیدانی مگر　　ما همه هستیم رضوان ساکنِ کوئے علیؑ

میکنم بر دامنش پیراهنِ یوسف نثار　　نکهتِ یوسف چه سازم یابم بوئے علیؑ

آتشِ دوزخ چه سوزد یک سرِ موئے مرا　　رشتهٔ جانم بود از تارِ گیسوئے علیؑ

فرض شد بعد از نبیؐ بر وے درود و هم سلام　　فرض شد هم بر مسلمان عشقِ بازوئے علیؑ

از علوئے قدرِ خود شیرانِ رفعت صید را　　کمتر از روبه شمارد هر سگِ کوئے علیؑ

شربتِ خضری چه سازم یا خدا در کام من
قطرهٔ آبی چکان از جوی دلجوی علی

کشف شد سرِّ خفی مد بسم الله تمام
نقش شد تا در دلِ من بیت ابروی علی

پایگاهِ عشق را در غایت قصوی رساند
عاشقِ روی نبی شد عاشق روی علی

من غلامم مرتضی را می نترسم از عدو
پاره سازد دشمنم را تیغ ابروی علی

باقر از سیرِ جهان فرسوده شد پایم عبث
بعد ازین دستِ من است و دامن کوی علی

مخمسات

خمسه بر غزل باباکمال خجندی رحمة الله علیه

۱
شدم جدا ز درت ماجرا همین باشد ‌ ‌ شدم بروی تو عاشق خطا همین باشد
سزای عشق مگر دلربا همین باشد ‌ ‌ مرا ز پیش براندی جفا همین باشد
نهایت ستم ای بیوفا همین باشد

نمانده است سر سیر بوستان نعیم ‌ ‌ نه شوق تخت سلیمان نه میل طور کلیم
جدا بود ز درت زیستن عذاب الیم ‌ ‌ بر آستان تو مردن سعادتیست عظیم
ز بخت خویش توقع مرا همین باشد

برنگ ابر سیه خوشنما است زلف کثرت ‌ ‌ پی جنون زده زنجیر پاست زلف کثرت
ز بوی نافه بسی جانفزا است زلف کثرت ‌ ‌ گمان برند که مشک خطا است زلف کثرت
تصور کثر و فکر خطا همین باشد

ز عشق روی حسینان همین فشانم ذیل ‌ ‌ اگرچه هست بعالم ز خوبرو صد خیل
ز بسکه ذات تو اصل است و دیگرانند طفیل ‌ ‌ نمیکند دل ما جز بسرو قد تو میل
علوی همت مشت گدا همین باشد

بگوش جان بشنیدیم گفتگوی ترا ‌ ‌ بکام دل برساندیم رنگ و بوی ترا

بیاز موده و دانسته ایم خوئے ترا بدانچه شکر نگفتیم وصال روئے ترا

گر انتقام نمائی جزا همیں باشد

اگر ز جمله محبان حضرتِ اوئی اگر تو خود ز مقیمان حضرتِ اوئی

چو باقر ار ز گدایان حضرتِ اوئی کمال اگر ز گدایان حضرت اوئی

مقام سلطنت و کبریا همیں باشد

خمسه بر غزل حضرت بابا فغانی رحمة الله علیه

۲

رویت که همچو شمع فروزاں بر آمده ماهِ عجب ز چاک گریباں بر آمده

سامان جوشش مستی مستاں بر آمده نخلِ قدت که از چمنِ جاں بر آمده

شاخِ گلے بصورت انساں بر آمده

جانم هلاک شوخی و آں صورت و جمال قرباں آں کرشمه و آں حسن بیمثال

میرم به ایں لطافت و خوبی و اعتدال از فرق تا قدم همه جانست آں نهال

گویا ز آب چشمۂ حیواں بر آمده

یوسف به شوق روئے تو با عجز و با نیاز کرده است سر بپاے وے از بهر امتیاز

آں جائگه که شد ز قدوم تو سرفراز بر هر زمیں که جلوه کناں رفتۂ بناز

دود از نهاد گبر و مسلماں بر آمده

سوئے قطار لاله و صد برگ و یاسمن سوئے شگفته سوسن و نسرین و نسترن

پس و پشت شه برکشیده رده | ابر زندگی پشت پا بر زده
نه پروای شمشیر و کوپال و تیغ | بباردبسر گرچه باران زتیغ
طرب جو بهم در مزاح و مزیح | تن آراسته با سلاح و سلیح
بنزد وفا جان و سر باخته | حسام آخته در دغا تاخته
درشتی ز زخم نی تیغ و تیر | بتن نرم چون پرنیان و حریر
برون جسته از نیستان یلی | همه خشمگین شیری از پردلی
همه گرز و شمشیر چنگال و چنگ | گرازان و تازان باهنگ جنگ
ز نای نی و ناله کرنای | دو لشکر بیکره بجنبید زجای
خروشیدن شنف و کاودم | ره گوش آوازها کرده گم
برند آور آورده هر یک بدست | زده پشت پا بر همه بود و هست
همه شیرزن مردم شیرزور | که در جنگشان شیر کمتر ز مور
تکاور برآورده در تاختن | گذشته بمردی ز فرزند و زن
بهر جا ز شمشیر آن شیرگیر | بسی کشته روباه و گرگ دلیر
سر تیغشان ابر بارنده مرگ | بصف مصاف یلان چون تگرگ

باد نگہتے کہ ہست پئے نافۂ ختن | بہر نظارۂ گل روئے تو در چمن

گل ہر طرف ز شاخ درختاں بر آمدہ

بر حسن خویش غرہ و با ناز خود بناز | یارب کہ باد سلسلۂ زلف او دراز

با روئے ہمچو شعلہ و با چشم نیم باز | مست از می شبانہ ہمہ من ز خواب ناز

با آفتاب دست و گریبان بر آمدہ

در دور عارضِ تو حسینان نازنین | خطِ غلامیِ تو کشیدند بر جبین

تقویم کہنہ ساختۂ حسن ہر حسین | اکنوں توئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازین

آوازۂ جمال ز کنعاں بر آمدہ

اے خواجہ بندہ پرور و اے شاہ دلنواز | بر آستان تست ملک را سرِ نیاز

بر روئے عاصیان در رحمت نمودہ باز | بر کشتگان تیغ تو بگذشتۂ بناز

رُوحی فداک از تن بیجاں بر آمدہ

باقر حدیث درد شنو از لبِ قلم | با قامتِ خمیدہ و با چشم پُرزِنم

از فرط اضطراب دل و شدتِ الم | در ہر چمن کہ خواند فغانی سُرود غم

افغاں ز بلبلان خوش الحاں بر آمدہ

رباعیات

رُباعی

اے نور نگاہِ اہل بینش مددے | وے شمع سرائے آفرینش مددے
دارم دلکے اسیر زنجیر ہوس | اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رُباعی

اے بارگہت قبلہ گہ حاجت ما | وے سجدۂ خاکِ درِ تو طاعت ما
عفو و کرم و عطا عادتِ تو | جرم و گنہ و سہو و خطا عادت ما

رُباعی

اے رونق بزم جام دنیا از تو | وے روشنی دیر و کلیسا از تو
لیلی ز تو جلوہ کردہ در کنج خلوت | مجنوں ز تو سر زدست و صحرا از تو

رُباعی

یک نظر گر رخ خوبِ تو ببینم چہ شود | یک گلے از چمنِ حسن بہ چینم چہ شود
من کہ عمرے پئے وصلِ تو شدم سرگرداں | گر بہ پہلوئے تو یکدم بہ نشینم چہ شود

قطعات

۱ قطعہ در جواب مکتوب دعوت از حضرت شاہ غلام مظفر صاحب قدس سرہ و قرنہ

با گونہ گونہ ناز در آمد صبا بہ باغ | یا شمع در لگن طرف انجمن رسید
بوئے گل است آمدہ از صحن باغ خلد | یا نگہتے ز جانب دشت ختن رسید
کحل الجواہر است کہ در دیدہ جا گرفت | روحے بقالب آمد و جانے بہ تن رسید
افسون سحر سامری از بہر نسخہ | یا حرز بازوئے کہ ز شیخ زمن رسید
توقیع کامرانی و منشور مدعا | وحی شگرف نو کہ ز چرخ کہن رسید ۵
اکسیر اضطراب دل و کیمیائے درد | جان داروئے کہ بہر مریض محن رسید
بر سر فگند سایہ ہمائے خجستہ پے | یا ہدہد از سبا زسا خندہ زن رسید
حرفے تواں شنید کہ تفصیل مجمل است | از سوئے دوست نامۂ شوقے بمن رسید

کیوان منزلت عطارد مرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید منظر جناب شاہ گردوں پائیگاہ غلام مظفر صاحب لازالت شموس انوارکم بازغۃ علی رؤس الطالبین ۔

سلامیکه از مجمرہ گردانی خلوص مشام جان را معطر و شامہ ناطقہ را از مشک افشانی نیاز معنبر گرداند ہدیہ خدمت حاشیہ نشینان بساط فیض مناط می نماید۔ ہمایون نامہ محبت ختامہ در ساعت مسعود منت ورود بر گردن این سراپا نیاز نہاد۔ خاطر از غایت خرمی ہا برخود ببالید و بخت نارسا بر رسایہای خویش بنازید۔ داعیہ شوق و ابرام آرزو ہا دامن دل برکشید کہ ہاں پا از سر و قدم از دیدہ ساختہ گام فرسائے جادہ این انجمن مینو سواد دورہ نوردِ این مجلس برکت بنیاد می تواں شد۔ خانہ کسلمندی خراب کہ دل خوں گشتہ اشتیاق را رہین این تمنا کرد و خوے خجالت را از چہرہ بیتابیہا فرا نچید از غایت سرور وقت برخود خیدن وہم از دست نارسائی ہائے طالع زار نالیدن مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب بہ ندائے حیّ علی الخیر والبرکہ فرمودہ اند و بخت نافرجام نحوست انجام پاے نقل و حرکت فرسودہ۔ ناگزیر از نکہت انفاس متبرکہ حاضران آں سواد از دور بوئے برگرفتم و بیاد سرگرمی شورش آں ہنگامہ ہوئے برکشیدم بالجملہ نافرمانی و ناکامیم غریق لجہ ملال کردہ است و اسیر سلسلہ انفعال تقصیر غیر مسئول و عذر تقصیر مقبول باد۔ تاریخ یازدہم ربیع الاخری ۱۳۰۲ ہجری۔

۲ قطعہ در تاریخ تصنیف کتاب سروش سخن تصنیف خواجہ فخر الدین حسین صاحب فرماید

بنام ایزد چہ رنگیں داستانے ۔۔۔ کہ شد جاری ازو نہر فصاحت
خرامان نوجوانانِ معانی ۔۔۔ بباغِ صفحہ اش با صد نزاکت

به گاهِ سیر در چشمِ تماشا　　رسد از برقِ حسنِ او صداقت
نه افسانه فسونِ عشق گر سحر　　کند تاراج صبر و هوش و طاقت
رباید دل ز زیرکارانِ پر فن　　ز انداز و ادا ناز و اشارت　۵
چکید از نوکِ کلکِ خواجهٔ ما　　که رخشد از رخش نورِ نجابت
شرافت خانه زاد خاندانش　　درخشان نیرِ اوجِ سعادت
دبیرے شاعرے رنگین بیانے　　طلیقے افصحے جانِ طلاقت
بهر بزمے شود سرگرمِ تقریر　　شود بلبل چو گل محوِ سماعت
بهر علم و فنون علامهٔ دهر　　بصرف و نحو و معنی و بلاغت　۱۰
ذکی الفطرتے کاندر مشاش　　رسد از بو علی بوئے غباوت
لطیفے بذله گوئے نکته سنجے　　چراغِ بزمِ اربابِ براعت
حسینے مه رخے نازک ادائے　　فروغِ عارضِ لطف و محبت
چه دارد لذتے شیرین کلامش　　که در لب چسپد از جوشِ حلاوت　۱۵
پے تفتیشِ تاریخِ سرانجام　　چو بردم سر فرو در جیبِ فکرت
بغورش بوده ام حیران که هاتف　　بگوشش باد مید از روئے بهجت
چه رنگین مصرعهٔ موزون و دلکش
"زهے سرچشمهٔ حسن و لطافت"
۱۲۷۶ هج

۳ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب دستور البنا تصنیف مولوی فریدالدّین صاحب

تصنیف چو گشت این کتاب دلخواہ شد خامهٔ ما گرم گہر افشانی
یعنی پے اختتام تاریخ نوشت دستور بنائے بیت و ایوان دانی
۱۲۸۴ ھ

۴ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب نجم ثاقب تالیف منشی نجم الدّین صاحب

جو آں روشن دلے والا جنابے عارف کامل کہ مشہور جہاں در علم و زہد و پارسائی شد
چگویم از علو رتبهٔ ذات و صفات او براہ معرفت مخصوص بہر پیشوائی شد
بنام ایزد چو نام خویش نجم ملت و دین است شکست رنگ دین را ہمت او مومیائی شد
حریمش بسکہ آمد کعبهٔ اہل دل و ایماں بکویش یکجہاں ز اخلاص گرم جبہ سائی شد
۵ ز بس اوج کمال او شد از ادراک بالاتر عروج فکر اینجا مایهٔ حیرت فزائی شد
ز جوش بخشش و احسان و انعام عمیم او در او عالمے را قبلهٔ حاجت روائی شد
بہ تحریر جواب اعتراض فیلسوف آنہ موفق از رہ صدق از جناب کبریائی شد
تعالی اللہ چہ رنگیں نسخهٔ بنوشت کلک او کہ از فیض سوادش صفحهٔ کاغذ ختائی شد
ز شوخی حرف حرف او بود معشوق طنازے کہ در بزم تماشا بر سر برقع کشائی شد
۱۰ بجنب جنبش تحقیقش خرد کیشان عالم را ببازار بیاں کاسد متاع خود نمائی شد
نمودم فکر تاریخش سروش آمد بگوش من

طلوعِ شمس ہیں کانجا باوجِ رہنمائی شد

۱۲۸۴ھج

۵ قطعۂ تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیفِ منشی نجم الدّین صاحب

بحمد اللہ کہ شد این نسخہ مطبوع | کہ باشد جملہ احکامِ شریعت
بیانِ رتبہ شاہ شہان است | کند روشن دل از نورِ محبت
طریقِ اہلِ حق را رہنمون است | بود دستور بہر اہلِ سنّت
مصنف را جزائے خیر بادا | کہ خوش ملزم رقم فرمود حجت
بہ تنبیہ مخالف کشف حق کرد | کہ دیں را گفت پیغمبر نصیحت ۵
دلائل از کتاب و سنّت آورد | زہے دینداری و حسنِ عقیدت

خرد گفتا پئے تاریخ اتمام

چہ زیبا کاشفِ رمزِ حقیقت

۱۲۸۹ھج

۶ مصرعۂ تاریخ دیگر برائے ایضاً

عجب گنجینۂ فیضِ معانی ہے

۱۲۸۹ھج

۷ قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب عمدة المقال فی تحقیق الرجال و القال تصنیف مولوی حاجی شاہ اقبال علی صاحب بہار ساکن بتیا

عابد و زاہد تصوف کیش | فاضلِ دہر مولوی اقبال
معدنِ علم و مجمعِ خوبی | صاحبِ عز و مجد و جاہ و جلال

ظاهرش مظهرِ جمالِ خدا — باطنش مایهٔ صفات کمال
خاطرش آفتاب علم و یقیں — پیکرش آیهٔ جلال و جمال
۵ واقفِ راز و شاهدِ اسرار — محرمِ گوشهٔ حریم وصال
روشن از نور معرفت دل او — وز تجلّیِ ذات مالامال
طرزِ گفتار او بود اعجاز — روشِ کلک اوست سحر حلال
باشد از غایتِ صفائی ها — سخنِ آبدار او چو زلال
بهر تصنیف ایں کتاب لطیف — شد موفق ز ایزد متعال
۱۰ وه چه نسخه که هر سطرش — باشد از بوستان علم نهال
معنیِ نازکش ز پردهٔ لفظ — جلوه گر چوں مخدرات حجال
بسکه آورد حجتِ محکم — منکراں را ببست لب ز سوال
دعوی همچو نغز تقریرے — هاں گزاف است و ادعائے محال
ایں چنیں گفتن است در سُفتن — حبذا گفتگوئے و طرز مقال
۱۵ ایں حدیثِ خوش و لطافت باز — بطریقِ صواب باشد دال
معنیِ حالت و حقیقت آں — شرح کم داده کس بدیں منوال

چوں دلم خواست سال تاریخش
گفت هاتف ـ "ضروری الاحوال"
۱۲۹۳ هج

۸ "تقریظ بر کتاب مولوی عبد الرحمن صاحب ناصری گنجی مع تاریخ طبع"

تعالی الله زہے رنگیں کتابے — کتابے نغز یا دُرِّ خوش آبے

ز مضمون لطیفے درج گوہر — ز رنگینی بود یاقوت احمر

عبارا تش متاعِ خوش بیانی — زلالے بلکہ آبِ زندگانی

مجلّا تر ز آبِ فضہ و زر — مدلل چوں کتابِ شیخ اکبر

صفائے لفظ او چوں عارضِ حور — فروغِ معنیش چوں جلوۂ طور

بنام ایزد چہ تقریر مدلّل — برنگِ زلف محبوبان مسلسل

ز گوناگوں علومِ نغز مشحوں — نماندہ خصم را تابِ چہ و چوں

حفیظ الدین لقب حبرے نبیلے — براہِ معرفت روشن دلیلے

کتابے کرد در توحید انشا — بدعوی شد سرِ میدان صف آرا

مجیبِ لوذعی روشن رقم ساخت — بہ نقضِ ہر براہینش بپرداخت

ز زنجیرِ جوابِ پختہ بستہ — حریفِ خام را پائے شکستہ

کنوں نے خصم را تابِ جواب است — نہ ساکت شد تواں در پیچ و تاب است

بنائے قصر او از پا درافتاد — مگر بودہ است از بس سست بنیاد

خزاں آمد بہ آب و رنگِ باغش — بروں شد نشۂ علم از دماغش

چنیں توحید ہر ذی علم و عامی — نہ فہمد غیر از رومی و جامی

زند طیر تیر اژکان پر دل ... بدوز دلیلان ره ابهم بزد دل

ز شمشیر شیر او زن شیر مرد ... نگون جسم گرگان بچنگ نبرد

چکا چاک شمشیرشان چاک چاک ... تن سرکشان افکند روی خاک

ز شمشیر شیران دشت حجاز ... فتد چنگ و چنگال گرگ و گراز

ز تنها جدا گردد شمشیر سر ... سر سرکشان زیر پای سپر

بهر حمله که آرند در کارزار ... شود بر هم آوردشان کار زار

درند و برند از سپر تیغ و نی ... سر و سینه و تارک و پا و پی

دهد کرکس تیرشان جاودان ... هما را ز جسم گوان استخوان

دریغا و آوخ در انگیزه وار ... شود عاقبت چیره بر شیر سار

کشند و کشانند در خون و خاک ... تن سروران که از دشنه چاک

زِ سر تا گلو وز گلو تا بناف ... بزخم نی و تیغ خارا شکاف

گرد زین سر افشانی اندر فلک ... بدندان سر انگشت حیرت ملک

که خنده ندانید گر قاه قاه ... که گشتند کشته در آوردگاه

خدا را ندانم که اینان کیند ... که نسل رسولند و آل و نیند

بود موقوف بر برهان عقلی — به ترتیب دلائل هائے نقلی

چنیں تکلیف بس مالایطاق است — چساں زیں کشمکش یارب توان رست

تکلّم کرد شارع زیں نمط چوں — ز قدرِ فهم و عقلِ ناس بیروں

علومِ رسمی و نحو و بلاغت — نباشد هر کسے را رسم و عادت

کنوں ایمان محال است ایں دلیل است — که موقوف آمده بر مستحیل است

نمی گویم که توحیدِ وجودی — نباشد حق بجز علم شهودی

مگر هاں هم شهود است عین ایماں — نباشد غیر گفتن کفر و طغیاں

تغایر مذهبِ اهلِ کلام است — خلافے هیچ نے دریں کلام است

هر آنکو سالکِ ایں راه گشت است — مخالف را کسے گمره نگفت است

حق است ایں علم لیک از سانحات است — شعارِ اهلِ کشف و واردات است

دریں ره رفته اند اهلِ حقایق — بسفتند ایں نمط دُرِّ دقایق

بیان ایں مسئله کردند اعلام — حقیقت پیشگان وحدت سرانجام

ثبوتِ مدعا از کشف سازند — نه بر برهان ظاهر جان ببازند

شعارِ حضرتِ صوفی چنانست — همیں ساں شیوهٔ اشراقیانست

نیاید راست ایں وحدت ز تقلید — به اثباتِ براهین و به تمهید

شود حق جلوه گر در حجلهٔ دل — نماید قلب را چوں عرش منزل

نه بیند غیر حق عارف در آں دم — چو ریزد بر دل آید بر زباں هم

بگوید اندران ساعت همه اوست | نه بیند غیر چون گوید همه روست
همه نقش دوی از دل بشوید | بگوید هرچه گوید حق بگوید
نداند نکتهٔ این غیر عارف | چه داند رمز این اهل زخارف
نه کار سفله و هر سوقیان است | زجهل و احمقی زینسان نشان است
بفرموده است صوفی عبد رحمان | به مطوی کلام خود همین سان
چنین نقل بلا ذکر ارتحال است | سراسر سرقه هست و ابتذال است
جناب پاک قاضی فضل رحمان | همه اغلاق صوفی کرد آسان
سلام از ما رسد بر روح پاکش | ببارد آب رحمت حق نجاکش
کلیل آمد ازو عین مصنف | نگردش فهم طبع این مؤلف
اگر باشد مؤلف مرد میدان | به تردیدش بگرود دامن افشان
چو شد مطبوع این دلکش کتابے | رسید از غیب کلکم را خطابے
که هان بنویس سال انطباعش | برافگن پرده از روئے خفایش
رقم زد خامه ام از روئے اظهار | برآورد از صدف این در شهوار

به نقش کلک خود بنگر به تدقیق
بخوان باقر "عجب تدقیق و تحقیق"
۱۳۱۳ھ

۹ تاریخ دیگر

چو این نسخه مطبوع شد خاطرِ من
به تفتیش تاریخ او کرد میلے

بپرسیدم از هاتفِ غیب سالش
بگفتا "به بینی لطیفست خیلے"

۱۳۰۴ ۱۳ ۱۳ ھ

۱۰ "تقریظ بر دیوان حضرت حسن نوشه توحید قدس سرہٗ که جناب حضرت شاه امین احمد صاحب مدظله قصد طبع آں دارند"

حمد خداوند جہاں آفرین
صورتِ پیدا و نہاں آفرین

ذرّهٔ عالم متکوّن ازوست
صورتِ اشیا متلوّن ازوست

گوہر دلہا صدفِ راز کرد
معرفتِ خویش درو ساز کرد

خلق ہمه ساجد و مسجود او
خلق ہمه فانی و موجود او

۵ عالم امکاں ہمه موجود ازوست
زوست مگو بلکه ہمه عین اوست

پرده برخ در تتقِ غیب اوست
بیں که عیاں ہم ہمه لاریب اوست

جز رخ او در حرم و دیر نیست
جلوه بهر جاست ازو غیر نیست

خلق ہمه صید نمک سود او
زله برِ مائدهٔ جود او

از ہمه خلقے شرف واجتبا
ساخته مخصوص پے انبیا

۱۰ وز ہمه خاصاں شرف و برتری
داد به آں خاتم پیغمبری

گر نه بُدے ذات وے اندر میاں — کے شدے پیدا اثرِ دو جہاں

نام خدا شان خدا شان اوست — عرش یکے زینۂ ایوان اوست

ہر دو جہاں مشتریِ ناز او — شیفتۂ شیوۂ انداز او

بخشش و جود و کرمِ او نعیم — قہر و عتاب و غضبِ او جحیم

خیل ملک حاجب دیوان او — جلوۂ حق شمع شبستان او ۱۵

سجدہ بر بارگہش ہر نبی — زلہ برِ مایدہ اش ہر ولی

ہر چہ بفرمود ہمہ حق بود — صورت او آئینۂ حق بود

صدمہ ز اعدا چہ کشد جان او — خود چو خدا بود نگہبان او

شد چو بہ او رسم رسالت تمام — یافت بر و نعمت حق اختتام

فیض خودش ریخت بقلب علیؑ — فیض علی انور دلِ ہر ولی ۲۰

دولت ایں فیض علیؑ اولیا — رشک دہِ طائفۂ انبیا

زاں ہمہ خاصان خدائے کریم — در حرمِ خاص ولایت مقیم

نوشۂ توحید جنابِ حسن — غوث زماں مرشد ہر مرد و زن

قدوۂ دیں زبدۂ اہلِ صفا — واصل حق پیشرو اولیا

واقف سرّ حرمِ کبریا — ہمدم و ہمراز رسول خدا ۲۵

عالمیاں را ز رہِ عاطفت — کرد بہ رخ باز درِ معرفت

سحر حلال آمدہ گفتار او — معجزۂ روح قدس یار او

معنی قرآں ہمہ دیوان او — آیۂ عرفان خط عنوان او

جامع ہر فضل جناب امیں — آنکہ بود منبع علم و یقیں

۳۰ زینت سجادۂ حضرت شرف — روح شرف راست بہ سویش شغف

خلق خوشش مظہر خلقِ عظیم — مالکِ دلہا است ز لطفِ عمیم

جامعِ علم آمدہ از عقل و نقل — صاحب تحقیق بہر فرع و اصل

عالم علام زماں بے بدیل — فاضل فرزانہ و حبرِ نبیل

مہدی و ہادیِ رہِ سالکاں — شیخ زماں قطب جہاں بیگماں

۳۵ رو بہ سخن کرد چو طبعش ز شوق — در سخن از نکتہ وراں برد فوق

گشت نہاں نام ظہوری ازو — کردہ بہ رخ پردۂ دوری ازو

نام خدا سعدی ثانی است او — رشک نظیری و فغانی است او

خواست کند طبع مر این نسخہ را — تا بکشد پردہ ز روئے خفا

کار عجب ہمتِ والائے او — کرد زہے روشنی رائے او

۴۰ طبع بفرمود ز فضلِ جلیل — نسخۂ خوش بہر شفائے علیل

بادرواں چشمۂ احسان او

موج فزا دجلۂ فیضان او

۱۱ «رقعۂ منظوم بتقریب نوید ختنه»

حمد خداوند جهان آفرین — نطق و بیانها بزبان آفرین

راست کن نسخۂ ایجاد خلق — راست بسویش بود اسناد خلق

هست ازو مفرد و ترکیب را — دست بدوشش رقم مدعا

معنی الفاظ فصاحت قرین — گشت ازو لیلی محمل نشین

روی سمن راست صفای ازو — پنجۂ مرجانست حنای ازو ۵

آتش گلها بچمن برفروخت — مایۂ صبر دل بلبل بسوخت

تاب دهِ کاکل سنبل بباغ — سازکن نکهت گل با دماغ

بلبل ازو گشت سبق خوان عشق — قمری ازو طفل دبستان عشق

جلوۂ حسن و رخ زیبا ازو — دست و بغل صورت و معنی ازو

ناطقه را فکر معانی ازو — خازن اسرار نهانی ازو ۱۰

جلوه دهِ کوکبۂ مرسلان — سلسله بندِ صف پیغمبران

از همه مخلوق بهر دو سرا — خاص کن طائفۂ انبیا

وز همه خاصان شرف و سروری — داد به آن خاتم پیغمبری

احمد مرسل که خدای کریم — گشت ثناخوانش بخلق عظیم

هر دو جهان گرم نیاز وی است — حور و ملک بندۂ ناز وی است ۱۵

جان مجسم روح روان عرب / مخزن علم آمد و امی لقب

جلوه ده صورت حسن نخست / زو شده طغرائی رسالت درست

روح روان محو فروغ رخش / خرمن دل سوخته شعله اش

نی مه من آمده شکل عرب / بود مگر جلوه کنان عین رب

۲۰ مجمع اسرار حدوث و قدم / باعث ایجاد وجود از عدم

غیرت عرش آمده ایوان او / شان خدا جلوه گر از شان او

خاک رهش سرمهٔ چشم ملک / کوشک او پشت و پناه فلک

ملک و ملک زله بر خوان او / جن و بشر بندهٔ احسان او

گرد سرش گردد بصد جان خلیل / مروحه جنبان ز رخش جبرئیل

۲۵ معجزه آموز کلیم و مسیح / معجزه آور ز کلام فصیح

آنچه نه پا کرده بمکتب گهی / برد سبق در همه از هر کسی

باد ز ما هدیه درود و سلام / بر وی و بر آل گرامش مدام

بعد چنین عرضه دهم با نیاز / تا دهدم رو شرف و امتیاز

خدمت اخوان و عزیزان همه / خدمت احباب و محبان همه

۳۰ کز سر لطف و کرم ذوالجلال / پانزده و شانزده از شهر حال

سایه ببندم ز ره رسم و راز / باز رسانم به بزرگان نیاز

هفدهم مکتب لخت جگر / روح روان مایهٔ نور بصر

نامِ خدا احمدؐ سجاد نام | طفلک والا گہر عالیمقام
مایۂ عیش و طرب وانبساط | باہمہ شادی وخوشی ونشاط
باہمہ ترتیب وہمہ انتظام | مجمع احباب بیا بد نظام ۳۵
چشم ز الطاف وعنایات شماں | داشتہ ام از سرِ منت چناں
کہ ہمہ تاریخ قدوم آورند | ماحضر از لطف تناول کنند

ملتمسم گر بہ اجابت رسد
منت واحساں بدل وجاں شود

قطعہ ۱۳

"ابیاتے چند در تہنیت مجلس میلاد شریف کہ در چشم مولوی محمد شاہ صاحب منعقد کردہ بود"

مجلس مولود مبارک بتو | محفل مسعود مبارک بتو
بذل وعطایا بتو میمون بود | ایں کرم وجود مبارک بتو
حشمت واقبال تو در اوج باد | دولت وبہبود مبارک بتو
بزم پر از نغمۂ چنگ ورباب | زمزمۂ عود مبارک بتو
مایۂ پر عیش نشاطت بدست | گوہر مقصود مبارک بتو
دست خلایق بدعایت دراز | خاطر خوشنود مبارک بتو

حب نبیؐ روز فزوں شد ترا
سیرت محمود مبارک بتو

قطعه

۱۳

"این قطعه بجواب رباعی حضرت غالب که شعر ثانیش این است نوشته شد

زاجماع چه گوئی به علیؑ باز گرا ای | مه جای نشیں مهر باشد نه نجوم

درین شعر اظهار تشیع خود نموده اند و انکار اجماع نموده حالانکه اجماع از اصول دین است"

اصحاب نجوم اند نه هرگز بر کس | اطلاق مه آمده به حدیث نبویؐ

مه نیز بود بجز از جمله نجوم | این امر بدیهی است بداند صبی

زاجماع چو منکر تو شدی ای ناداں | حاصل چه ز گرویدن تنها بعلیؑ

۱۴ "قطعه تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانهٔ میاں عبدالعزیز در هجری"

لله الحمد کایزد متعال | عشرت تازهٔ بما بخشید

از کمالِ کرم عطا کرده | مایهٔ زندگانیِ جاوید

یعنی عبدالعزیز را از لطف | داده فرزند ارجمند سعید

احسن الله ز جلوهٔ رویش | محو صورت بماند هر که بدید

هر طرف غلغلِ مبارکباد | از زمین خاست و بر فلک پیچید

از کمال نشاط و جوش طرب | میکند رقص بر فلک ناهید

درپئے فکر سال میلادش | دل خورم چو سر بجیب کشید

از کمالِ سرور کرده غلط | عدد سال را دم تسوید

بیخبر از فزونیِ عددے
گفت ناگہ "زہے چراغِ امید"

ہجری ۱۲۸۰ = ۱ - ۱۲۸۱

۱۵ ایضاً در فصلی فرماید

چوں بعبد العزیز فرزندے حق عطا کرد از کمال کرم
گشتہ واغنچۂ دلِ عشاق دل ہر دوستاں شدہ خرم
عشرت و بہجت و نشاط و سرور چوں عناصر بدل شدند بہم
دادہ در شادیانہ جد و پدر زر و سیم و جواہر و درہم
خلعتِ خز و اطلس و دیبا اشتر و فیل و اسپ داد بہم
خواست فکرِ رسا چو تاریخش بر سرِ آسماں نہادہ قدم
بہر اظہار سال فصلی او
بانگ برداشت "نیرِ اعظم"

فصلی ۱۲۷۱

۱۶ ایضاً "تاریخ مسیحی" فرماید

ثمرِ بیش رس و گلشن اقبال بود

۱۷ "قطعہ تاریخ ولادت فرزندِ ارجمند نخانہ محمد تقی سلمہ" ۱۸۶۴ع

صد شکر کہ از کمالِ فضلِ فضال آمد بوجود طفل فرخندہ خصال

بس از خون مشکین خط مشکبو / همه خاک میدان شود مشکبو

لب دجله و شط همه تشنه لب / کنند آب از جوی خنجر طلب

بر آن تشنگان را میان دو نهر / بود آب از چشمه تیغ بهر

چه کشته گشته ستان و نگون / بغلطند از شوق در خاک و خون

ابر شیرخواره ز پستان تیر / دهند از کمان بی کمان شهد شیر

بریزند بر خاک خون خدا / که سازند سر از بدنها جدا

ز کشتن چه گشتند سرخوش سپاه / بتازند تازی سوی خیمه گاه

بسوی حرم تازیان تازیان / نه بینند سوئی از آن جز زیان

بیغما گشایند چنگال و دست / ستانند و گیرند بس بود و هست

بدنیای دون آن گروه دنی / فروشند از کفر دین سنی

بدنیای دون دین چه بفروختند / بگرد حرم آتش افروختند

تو دانی که آن آتش افروختن / نبد از پی خیمها سوختن

که سوزنده آتش بسوزد بهم / بنات و بنین حریم حرم

حریمی که جبریل کمتر خدم / نهند اندر او بی [illegible] قدم

بردار تخلص و بخوان تاریخش
خورشید دمیده باقر از اوج کمال
۱۲۹۲ھ

۱۸ "قطعهٔ تاریخ ولادت فرزند نجانهٔ میاں واحد کریم ڈیانوان"

مطرب خوش ترانه ام شب — ساز عیش و طرب بساز و بیا
غلغل دف تو ان بچرخ رساند — نغمهٔ نے ز عرش کن بالا
خوش در آور رهِ حجاز و عراق — در صفاہاں بده به نغمه صدا
جوش مستی زن و بخواں از ناز — بیحجابانه شو برقص در آ
کن سرودے بلحن داودی — اندریں بزم شادمانی ما
وه چه بزمے که رشک فردوس است — از پری طلعتاں مه سیما
شیشه و ساغر است و بادهٔ ناب — ساقیِ گلعذار مهر لقا
هاں چه شادی که شادیِ مثلش — روئے ننموده است در دنیا
شیخ واحد کریم را یعنی — پسرے کرد حق ز لطف عطا
وه چه طفلے بود پری طلعت — دو جهاں باشدے بجاں شیدا
غیرتِ مهر و رشک ماه منیر — مطلعِ آفتاب عزّ و علا
سرو دلجوئے گلشنِ دولت — بحر اقبال را دریکتا
حبذا لطف کردگار جهاں — حبذا فضل بے شمار خدا

حق تعالیٰ سلامتش دارد | از سر لطف تا بروز جزا
کرد باقر چو فکر تاریخش | دل شیدائے حسن معنی ما ۱۵

قلم ما نوشت بے کم و کاست
"شمع کاشانۂ تمنا ہا"

۱۲۸۴ ہجری

۱۹ "قطعہ تاریخ فرزند ارجمند دوم نجانہ عطا حسین سلمہ
که بتاریخ ۲۰ ربیع الاول در دریا پور تولد شد"

شکر خلاق جہاں کز فضل و جودش در وجود | طفلے مبارک طالعے نیکو سر انجام آمدہ
یعنی ز افضالِ خدا طفلے عطا را شد عطا | فرزند دلبندِ دوم کو خوش دلارام آمدہ

چوں شد تولد آں پسر از جوش شادی و طرب
گفتم پے تاریخ او "فرخندہ فرجام آمدہ"
۱۳ ۱۳ ہجری

۲۰ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت شاہ غلام حسن بتھوی عرف کالے میاں"

چو آں سر گروہ صاجبدلاں و مقتدائے دیں | که نامِ او حسن در انس و جاں وردِ زبانی شد
ز قلبِ صافیِ او حرف مدحت را چہ برخوانم | تعالی اللہ جنیدِ وقت و شبلیِ زمانی شد
کمیت طبع در میدان معنی کرد چوں جولاں | بعہدِ خویشتن گویا نظیری و فغانی شد

بگفتا خیر باد این جهانِ بے نشاں یعنی — ازیں دنیائے فانی در سرائے جاودانی شد

زبہر سالِ تاریخِ وفاتش ہاتفِ غیبی
ہمیں گفتا کجا اے وائے خلاقِ معانی شد"
۱۲۵۸ ہجری

۲۱ "قطعۂ تاریخ در وفات مولوی گوہر علی نور اللہ مرقدہٗ"

رفت گوہر علی چو از دنیا — عالمے خستہ و پریشاں شد
بر زباں آورد کرا یارا — حرفے از دفتر کمالاتش
چہ کند کس صفات او انشا — وصف خلقش حدِ بشر نبود
بود در جملہ وصف بے ہمتا — مثل او در جہاں ندیدہ فلک
۵ عالمِ دہر و فاضلِ غرا — ماہرِ جملۂ علوم و فنون
سکہ آرائے نقد مجد و علا — کوہ تمکین و آسماں وقار
بذل وجودش چو بخشش دریا — فیض طبعش رواں چو ابر مطیر
با میر و فقیر و شاہ و گدا — لطف عامش بخاص و عام تمام
بد چو نامِ خودش درِ یکتا — چہ سرایم بمدح او حرفے
۱۰ آنچناں کز غروب مہر سما — شد جہاں از وفات او تاریک
ماتمی شد لباس گردوں را — نہ ہمیں سینۂ زمیں شق شد
دست ہاتف بسر زد و گفتا — با ہزاراں غم و ملال و الم

بہر تاریخ در سنہ ہجری

"زیں جہاں رفت آں ابو الفقرا"

۱۲۷۸ ہجری

باز نحتے ز دل برید و بگفت تا شود سال فصلیش پیدا

مصرعۂ با دلِ ملول و حزیں

"رشک حاتم بمرد واویلا"

۱۲۶۹ فصلی

۲۲ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا و مقتدانا مولوی سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ"

چہ جانگداز خدایا مصیبتے وداد | کہ گشت خاطرِ ہر کس ازاں ملول و حزیں
ہمیں نہ در دل انساں خلید نشترِ غم | کہ گشت خون جگرِ قدسیانِ عرش نشیں
جناب قبلۂ آفاق مولوی مہدی | کہ ملک علم و عمل داشتہ است زیرِ نگیں
بعزم سیر خیابانِ گلشنِ فردوس | پرید طایرِ روحش باوجِ علییں
بپاکی و بطہارت بجاہ و عزت شد | ببارگاہ خداوند ذوالجلال قریں
شدہ است خلق سیہ جامہ از پئے ماتم | برنگ کاکلِ جادو وشاں زہرہ جبیں
من و خدا کہ عجب شمع علم شد خاموش | کہ سوخت آتشِ ایں غم دلِ زمان و زمیں
ہمیں نہ در فنِ معقول بود یکتا شیخ زمن | کہ بودہ است بمنقول فخرِ دینِ متیں

بفکرِ سالِ وصالش چو سر فرو بردم | نشستہ با جگرِ خستہ و دلِ غمگیں
رسید از لبِ ہاتف بگوشم ایں مصراع
"چہ مہرِ علم الٰہی نہفت زیر زمیں"
۱۲۹۳ ہجری

۲۳ "قطعۂ تاریخ انتقال داور حسین مرحوم ساکن شاہو بیگہ"

داورِ نیک ذات پاک نہاد | در ردائے عدم چو رخ بنہفت
دلِ خوں گشتۂ محبّاں را | نشترِ غصہ و الم برسُفت
ہاتفِ غیب سال تاریخش | با ہمہ محنت و محن چہ جبست
خراشیدہ ریش را خراشیدہ
دخل الجنتہ النعیم بگفت
۱۳۰۹ = ۱۰ - ۳۱۹ -

۲۴ "قطعۂ تاریخ وفات شاہ ارشد علی بہیتھوی"

چو رفت ارشد علی از دارِ دنیا | سرشک از دیدہ خون از دل بجوشید
زماں سرگرم فریاد و فغاں شد | زآہ و نالہا دلہا خروشید
خوشا شیخ زمان و صوفی وقت | کہ غیر از ذکرِ حقش لب خموشید
بہ تسبیح و بہ تہلیل و بہ تذکیر | بہ تحصیل رضائے حق بکوشید
ازیں دارِ فنا چوں کرد رحلت | صدائے مغفرت از حق نیوشید

شرابِ صافیِ مشکیں ختامے زدستِ ساقیِ کوثر بنوشید

سروشں آمد پے سالِ وصالش

"ردائے رحمتِ سبحاں بپوشید"

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخ رحلت دختر زادۂ خود محمود بختیار فرماید

چو محمود... از دار دنیا رسائی بملکِ عدم یافتہ

چگویم چہا زیں مصیبت چہا دلِ دردمنداں الم یافتہ

ز جور و ستمہائے سنگیں دلاں وجودش لباسِ عدم یافتہ

پے کشتنِ او بہ بیماریش دوا در ہلاہل بہم یافتہ

باایں خرد سالی و طفلی مقام زدنیا بہ باغِ ارم یافتہ

دلِ ہاتفِ غیب زیں ماجرا بسے درد و اندوہ و غم یافتہ

سرِ آہ ببرید تاریخ او

بگفتا - شہادت زسم یافتہ

$\frac{1313 - 1}{1312}$ ہجری

۲۶ ایں قطعہ تاریخ بابت تعمیر مقبرۂ بزرگیست کہ صراحت آں نفرمودہ اند

بناچوں کردہ شد ایں روضۂ پاک سرورِ خاطرِ اہلِ صفا شد

پئے تاریخ اتمامِ عمارت مرا از جانبِ ہاتف ندا شد

تو بگذر از سرِ ہستی و فرما

زیارت گاہ دیندارانِ باشد

ہجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعہ تاریخ وفات شاہ محمد اکرم مرحوم و مغفور

عزیزم شاہ اکرم سیّد الحاج — کہ دستش بود بحرِ جود و خیرات

ازیں دارِ فنا با شوکت و شان — بملک جاودانی رفت ہیہات

چو جستم سال تاریخ وفاتش

سروش آمد "خرامیدہ بجنات"

۱۳۱۶ ہجری

۲۸ قطعۂ تاریخ وفات جناب ملّا سرمست صاحب قطب صاحب گنج گیا

چوں حضرت سرمست مریدِ شہ اصدق — از دارِ فنا راہی فردوس بگردید

عالم زِ غم رحلت آں شیخ طریقت — خوں ریختہ از دیدہ و بر چہرہ بپاشید

خود رفت بفردوس بریں و دل خلقے — در خاک زبس حسرت و در خوں بطپانید

ہے ہے چہ تواں کرد کہ آں شاہ بزودی — سیر از سرِ دنیا شد و عقبیٰ بپسندید

پرسید زہاتف چو دلم سال وفاتش

گفتا زرہِ غم کہ "بجنت بخرامید"

۱۳۱۲ ہجری

۲۹ قطعهٔ دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا سرمست قدس سره فرماید

چو جناب پاک ملا سرِ طالبان مولا — زجهان نمود عزم سفرِ دیارِ داور

دل خلق گشت پر خون زفراقِ عارضِ او — بجهان فگند شوری غمِ او چو شورِ محشر

زکمالِ خود که بودش شریعت و طریقت — پی سالکان این ره شده دستگیر و رهبر

همه تن زسیرِ دنیا شده سیر خاطرِ او — سرِ عرش کرد منزل برِ مصطفیٰ و حیدر

زکمالِ درد و غمها پی سالِ رحلتِ او

زفلک ندا بر آمد که "ایا خجسته پیکر"

۱۲ ۱۳ ۱۳ هجری

۳۰ قطعهٔ دیگر در تاریخ رحلت اوشان قدس سره فرماید

ہی ہی شده زیرِ زمیں سرمست مستِ عشقِ حق — بوده ست بهرِ فیضِ دیں آن جامعِ علم و عمل

از مرگ آن تقوی گزیں در گریه شد شمس و قمر — هم زهره و هم مشتری بگریست مریخ و زحل

در طاعتِ حق هر نفس سرگرم بود و مستعد — بوده ست اوقاتش بری دایم زنقصان و خلل

در راه مولا بی ریا صادق بزهد و اتقیا — کامل بوصفِ اولیا بیرون زتلبیس و دغل

شیریں کلامِ خنده رو خنده سیرت نیک خو — خلقِ خدا خوشنود ازو در لطف و خوبی بی‌بدل

خوش صوفیِ خلوت نشین کش نورِ وحدت بر جبیں — بر چرخ بگذشت از زمیں در خلد زد طبل و دهل

سرمستِ فیضِ سرمدی هم چشتی و هم قادری — هم اصدقی هم صادقی هم فخری فخرِ ملل

نامش بذوقِ عارفاں از قند و از شکر لذیذ ذکرش بکامِ کاملان شیریں تر از شانِ عسل

چوں روحِ پاکش بہ فلک رفت از زمیں ہاتف بگفت

از بہرِ تاریخش چنیں "اے مظہرِ علمِ ازل"

۱۲ ۱۳ ہجری

۳۱ قطعۂ تاریخِ وفات مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

"کہ بتاریخ ۲۳ شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۳ ماہ سپٹمبر ۱۸۹۵ء انتقال فرمودند"

فضلِ رحمٰن کہ بود مرشدِ دیں پاکباز و لطیف و پاک سرشت

ہادی و رہنمائے اہلِ یقیں چوز دنیا گذشت و شد بہ بہشت

دردمندانہ ہاتفِ غیبی گریہ ہا کرد و تخمِ حسرت کشت

سر . . . . بریدہ . . . . . .

"رہبرِ راہِ معرفت" بنوشت

۱۴۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ ہجری

۳۲ قطعۂ تاریخِ رحلت حضرت اوشاں قدس سرہٗ فرماید

قطبِ زماں آنکہ نبودش نظیر ہادیِ دیں مرشدِ زہاد بود

فضل کہ بودست بہ رحمٰن مضاف نامِ خوشش ذکر چو اوراد بود

بود بزرگے کہ ز اخلاقِ او خاطرِ ہر پیر و جواں شاد بود

داشت نگہبانیِ باطن بدست از کرمش ملکِ دل آباد بود

پاک نژادے کہ دلش از صفا	جز بخدا از ہمہ آزاد بود
از طرفِ ہند و دیارِ عرب	شہرتِ او تا حدِ بغداد بود
رفت بفردوس ز دنیائے دوں	بسکہ ازیں دائرہ ناشاد بود
آہ بدیدیم ز اندوہ او	بزمِ طرب کنجِ غمم آباد بود

از پے تاریخ وفاتش سروش

گفت "فروغ ابد آباد بود"

۱۳ ۱۳ ہجری

سہ قطعات در جواب قطعات مولوی عبدالصمد فدا سلہٹی و منشی جواہر سنگہ جوہر لکھنوی

مولوی احمد علی بنگالی تخلص احمد۔ در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب کتابے موسوم "بہ موید البرہان" تالیف کردند۔ حضرت غالب کتابے موسوم بہ "تیغ تیز" در جواب نوشتند و قطعہ ہم نزد مولوی احمد علی فرستادند کہ مطلعش این بود ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ | درخصوصِ گفتگوے پارسی انشا کردہ است

مولوی عبدالصمد فدا شاگرد مولوی احمد علی احمد قطعہ در جواب قطعہ حضرت غالب نوشتند۔ در جوابش حضرت باز قطعہ نوشتند کہ قطعہ اول این سہ قطعات است۔ منشی جواہر سنگہ جوہر قطعہ در جواب نوشتند و مولوی عبدالصمد فدا ہم قطعہ دیگر شائع کردند

قطعهٔ دوم و سیوم حضرت باقر در جواب این دو قطعات است

۳۳ قطعهٔ اول

در جواب قطعهٔ مولوی عبد الصمد فدا اسلہٹی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصہ اول

ہاں تماشائے سخندانان معنی آشنا
الکنے[1] با افصحے ہنگامہ برپا کردہ است

ماجرائے طرفہ باشد قصۂ باشد عجیب
زاغ پیش بلبلے پر شور و غوغا کردہ است

صعوہ با شہباز گرمِ رزم شد نے نے غلط
روبہے با شیرِ جنگ فتنہ برپا کردہ است

ہاں کجا احمد علی و حضرتِ غالب کجا
ذرہٴ خود را باوج مہر ہمتا کردہ است

۵ غالب آمد غالبِ ہر شاعرانِ نکتہ سنج
گلشنِ معنی نے کلکش مطرا کردہ است

در فنِ معنی ہر آنکس با فلک سر بر کشید
سجدۂ خاکِ درِ او زیب سیما کردہ است

رستمِ میدان معنی حضرتِ غالب بود
رحم بر شوخے کہ با وے جنگ برپا کردہ است

گفت در ردِّ کتابِ حضرتِ غالب جواب[2]
این مگس را بین کہ با شہباز پروا کردہ است

گرچہ زاید باشد از حیثیتش۔ نامِ خدا
لائقِ تحسین بود کار یکہ آغا کردہ است

۱۰ ارچہ جہلش گشت ثابت با دلیلِ قاطعی
دعویِ تردید قاطع گرنہ بیجا کردہ است

ہم بغور و فکر بسیارے زتحریر جواب
سر سری ہر انچہ کلکِ غالب انشا کردہ است

---

[1] از "الکنے" اشارہ بہ مولوی احمد علی احمد است واز "افصحے" بہ حضرت غالب۔

[2] مراد از "موید البرہان" است کہ مولوی احمد علی احمد در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب تالیف کردند۔

پس از نهب و غارت ز برنا و پیر ... نمایند اهل حرم را اسیر

به زنجیر بندند یک سلسله ... که زان سلسله کس نگردد یله

مسلسل به یک سلسله دو رهم ... زده حلقه چون حلقه بی پیش و کم

برهنه تنان را ز زنجیر دلق ... همه حلقها حلقه در گرد حلق

بنین و بناتی به زنجیر و بند ... که بر تن ز زنجیر و بندش گزند

پرستار یک سلسله سلسله ... که از سلسله کس نگردد یله

به زنجیرشان بسته بگشاده رُو ... برُو پرده‌ها کرده از تار مو

حریم شهنشاه تخت دنا ... گرفتار بدبخت قوم زنا

زن و کودک و مرد و شیخ و صبی ... اسیر سپاه رَدِ اجنبی

ز کین بانوی بانوان حجاز ... اَبَر کوههٔ اشتر بی جهاز

زن و کودک بی خمار و سوار ... سراپا برهنه تن اشتر سوار

تن بسته خسته ز کوفه به شام ... کشان رو گشاده رسن صبح و شام

به آزار از شتم و اسباط جیش ... بیازار و برزن بس از خشم و طیش

پس از ظلم و جور و جفا و ستم ... گر ایشان به بشیان سر پشت هم

خود چو قاصر گشت آغا۔ کوچک[1] ابدالش چرا | خویش را با اوستاد خویش رسوا کرده است
آں فدائے بیخرد بیچارہ بنگالی نژاد | من فدائے او چہ خوش تقریر بیجا کرده است
چوں نداند شیوهٔ گفتار آں ناداں چرا | ریشخندِ خلق خود را بیحیا کرده است
شوخیِ طبعش نیارم آنکه در عرضِ کمال | پردهٔ شرم و حیا از روئے خود وا کرده است ۱۵
در گمانِ خویش شد پشت و پناهِ اوستاد | عیب پنهانش حقیقت آشکارا کرده است
سستیِ طرزِ کلامش گر نویسم سر بسر | دفترے باشد بشرحِ آنکه انشا کرده است
لیک ظاهر میکنیم زاں جمله عیبِ چیدهٔ | تا به بیند هر که نقش چشم بینا کرده است
با فصاحتها که دارد همچنیں ارشاد کرد | "بر زباں دارند ایں مطلع که برپا کرده است"
سر نمودں واز مطلع پر غریب است و عجیب | لیک نتواں گفت کایں بیهوده املا کرده است ۲۰
سر برهنه بودن است از عادت بنگالیاں | انچه خود میکرد شعرش نیز گویا کرده است
باز میسازد بدیگر جا چنیں تقریر خوش | "گر مجیب و معترض که کار بیجا کرده است"
نیک میدانند اهلِ راز کایں اشباع کاف | از فصاحت شعر را بیشک معرا کرده است
گر بگفتے زیں نمط بودے فصیح و خوبتر | گر مجیب و معترض آخر که بیجا کرده است
شد ترنم آشنا جائے بآهنگِ دگر | "نامیان[2] هند را دشنام بیجا کرده است" ۲۵

---

[1] از "کوچک ابدال" اشاره به مولوی عبد الصمد فدا است که در جواب قطعه حضرت غالب قطعه نوشتند که مطلعش ایں بود

فرق حق و باطل اے صاحب نظر شنو زمن | گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کرده است

وایں قطعهٔ حضرت باقر در جواب همان قطعه مولوی عبد الصمد فدا است۔

[2] اشاره است به شعرے از شعرهائے قطعه مولوی عبد الصمد فدا ؎

زشت گوئی را چو کارِ سفله دانید پس چرا | نامیان هند را دشنام بیجا کرده است

کردنِ دشنام کے باشد روا نزدِ فصیح — بیخبر از کوچۂ دانش چہ آیا کردہ است

غیر ازیں از سستیِ ترکیب و لغو و حشو و لغز — پختہ مغز نہائے او ہر چہ تقاضا کردہ است

ہمچو روزِ روشن است و نیک روشن گشتہ است — ہر سخندانِ جہاں ہر کس تماشا کردہ است

با ہمہ فقدان استعداد ایں شور و شغب — بود کے جائز مگر از راہِ سودا کردہ است

۳۰ بیخرد شاگردی احمد کہ کردہ است آشکار — تا چہ طرفے بست زیں کاریکہ پیدا کردہ است

ہاں بیا ناداں بیا۔ با اوستادِ خود بیا — غالب استادِ جہانش حق تعالیٰ کردہ است

سر بخاکِ آستانش نہ پئے عذرِ گناہ — حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کردہ است

سرِ مکتومِ معانی بلہوس اینجا بجوے — گر دلت رمزِ معانی را تمنا کردہ است

باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں

کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

قطعۂ دوم ۳۴

در جوابِ قطعہ منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص شاگرد مرزا ناطق مکرانی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

جوہرِ دانش پژوہے نکتہ سنجے نغمہ گو — آنکہ در ملکِ معانی داوریہا کردہ است

بردگوئے سبقت از استادِ خود صد مرحبا — سحر کاریہا عجب در نظم پیدا کردہ است

حبذا انداز و خوش طرزِ خرامِ خامہ اش — زندہ جان استادِ خود زیں اداہا کردہ است

می برد دل در سخن ہے ہے چہ انداز است این — من بہ ترشش گردم چہ طرز نطق پیدا کردہ است

ہوش ہم از سر برد و صبر از دل ز معشوقانہ وضع — طرفہ سحرے بین کہ ہندو زادۂ ما کردہ است ۵

رشک امثال است در شیوا زبانیہا بلے — نطق او انداز ناطق را ہویدا کردہ است

ہاں مگر کج مج زبانیہا ز وجہ کم سنی است — آفرین بادش کہ حق زین گونہ گویا کردہ است

خامۂ شیرین نوا در پردہ تا کے نغمہ ہا — آشکارا گو چہ کلکِ گوہر انشا کردہ است

ہاں کشیدن می تواں شمشیر بُرّانِ زباں — انقلاع کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است

آں جواہر بیں کہ جوہر کرد نامِ خویشتن — طرفہ تحقیقے بنامِ خویش پیدا کردہ است ۱۰

حرف علت چوں گراں آمد ورا اندر میاں — از دروں ساقط چنیں آسا الف را کردہ است

دعوی شاگردی مگر انیش و آنگہ چنیں — در زبانِ سوقیان این شعر و غوغا کردہ است

ہیچ در نگرفت فیضِ اوستادش وا عجب — قول سعدیؒ صادق آمد آنچہ ایما کردہ است

عمر خود بر باد داد آخر چرا در مشق شعر — چوں ہمیں سرمایۂ دانش مہیا کردہ است

ریخت ایں ہندو بہ بیبید آبروئے پارسی — طرفہ کج واکج پریشاں گفتگو ہا کردہ است ۱۵

نیست از مسند خبر باشد اگر مسند الیہ — ہست ترکیب از غلط ہر گز نہ پروا کردہ است

لفظ اگر باشد غلط باشد ہمانا عفو است — لغو و حشو و مہمل و موضوع یکجا کردہ است

زعفران زارش بخوانم نے زمینِ شعرِ او — خندہ می آید کسے را کایں تماشا کردہ است

کرد بسم اللہ غلط ناداں چو گفتا ایں چنیں — "جوہر امروزے[1] باخبار ایں تماشا کردہ است"

---

[1] اشارہ است بہ مطلع قطعہ منشی جواہر سنگہ جوہر ؎ جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است ؛ شاعرے با شاعرے ہنگامہ برپا کردہ است

۲۰ بیاے "امروز" چه باشد گر نباشد لغو و حشو ‌ ‌ الحذر زین سهو کاین بیچاره اینجا کرده است

"اکبرآبادی خدائے نظم باخود غالب است"[1] ‌ ‌ مصرعے زینسان بگیر شعر انشا کرده است

کاش کے دانستمے باخود چه معنی داشته است ‌ ‌ شاعر شیرین زبان ما چه املا کرده است

"میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است"[2] ‌ ‌ این کلامش بین که شوخی اش تقاضا کرده است

خود بود ناداں مگر مغلوب طفل لکھنو ‌ ‌ غالبم را کلکش از پیر بخارا کرده است

۲۵ می سراید مصرعه در شان آں احمد علی ‌ ‌ "احمد درانی آں احمد که هیجا کرده است"[2]

سستی ترکیب این مصرع همی باشد عیاں ‌ ‌ ما سبق را هیچ ربطے هم نه پیدا کرده است

"می توانم گفت نامد هر که از ایراں بہند"[3] ‌ ‌ مصرع اش باشد که املا کلکم اینجا کرده است

خنده می آید مرا بر دانش و بر عقل او ‌ ‌ کاین خرد دشمن چه این بیهوده دعوی کرده است

صد هزار از شاعران نغز گو باشد بلے ‌ ‌ آنکه سوئے هند نے روئے تماشا کرده است

۳۰ من بقربان فصاحت ہائے این مصرع که خواند ‌ ‌ "لفظ رنگیں شوخ مضمون کیے به بیجا کرده است"[3]

"علم و فضل اے دوستاں بر نطفه شیراز نیست"[4] ‌ ‌ مصرعه با صد فصاحت کلکش املا کرده است

معنی او منحصر بر نطفه شیراز نیست ‌ ‌ لیکن از بطن خود این محذوف پیدا کرده است

بنخرد شوق حکم گشتن همی دارد بسر[5] ‌ ‌ از گلیم اندازه بیروں بلهوس پا کرده است

---

[1] اشاره است به شعر دوم قطعه جوهر ‌ ‌ اکبرآبادی خدائے نظم باخود غالب است ؛ احمد بنگاله هم سعی بیجا کرده است

[2] اشاره است به شعر شانزدهم قطعه جوهر ‌ ‌ میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است ؛ احمد درانی آں احمد که هیجا کرده است

[3] اشاره است به شعر هیجدهم قطعه جوهر ‌ ‌ میتوانم گفت نامد هر که از ایران بهند ؛ لفظ رنگیں شوخ مضمون کیے به بیجا کرده است

[4] اشاره است به شعر دهم قطعه جوهر ‌ ‌ علم و فضل ای دوستاں بر نطفه شیراز نیست ؛ کس به صلب و رحم آخر کے سخنہا کرده است

[5] اشاره است به شعر بیست و هشتم قطعه جوهر ‌ ‌ راست گویم بعد ازیں گر هرزه گیرندم حکم ؛ کیں غلط کرده است یا آں هر بیجا کرده است

خود حکم کے میتواں شد بوالحکم باشد بلے | با ہمہ جہلے کہ دارد طرفہ دعوی کردہ است

آہ زیں نادانیش فریاد زیں نادانیش | کز جہالت اعتراضِ پوچ برما کردہ است ۳۵

"کاف" "ناو" "کاف" "بنگالی تہِ یک حکم راند[1] | صدر و اوسط را بزعمِ خویش یکتا کردہ است

فرق میداند کسے کو را بود ذوقِ صحیح | چوں نداند او چرا ہنگامہ برپا کردہ است

اعتراضِ ثانیش ناشی زسہوِ کاتب است[2] | لفظ "مصرع" او بجاے "شعر" املا کردہ است

خامۂ معجز نگارِ سحر پردازِ صفیر[3] | کو باقلیمِ معانی خسرو یہا کردہ است

خوب تقریرِ لطیف و نیک تحقیقِ انیق | در جوابِ اعتراضِ جوہر انشا کردہ است ۴۰

میتواں نگریستن آں جملہ را با غور و فکر | گر دلت تفصیل و شرحش را تمنا کردہ است

آں فدا زیں پیشتر با باقرِ دلِ ما بردہ بود | جوہر ما حالیا ایں فتنہ برپا کردہ است

آں فدا خوش منظر آمد جوہر آمد خوش مزاج | وہ چہ شوخیہا بصد ناز و ادا ہا کردہ است

---

[1] در شعر بست و دوم قطعہ اول خود حضرت باقر بر اشباع "کاف" کہ در مصرعہ مولوی عبد الصمد فدا (کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است) واقع شدہ بود اعتراض کردند۔ منشی جواہر سنگہ جوہر ہماں اعتراض بر مصرعہ ثانی مقطع قطعہ اول حضرت باقر آوردند و گفتند سہ "میکنند کج مج زباں را کاف بنگالی بلے :: کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است" :: طعنہ زد شاگرد غالب باز خود موزوں نمود :: کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کردہ است" ۔ حضرت باقر دریں شعر جواب آں اعتراض دادہ اند و در قطعہ سیوم ہم بجواب اعتراض عبد الصمد فدا پرداختہ اند و تائید صحت دعوی خود از اشعار اساتذہ کردہ اند

[2] در رسالہ ہنگامہ دل آشوب حصہ اول در شعر بست و سیوم قطعہ اول حضرت باقر بجاے لفظ "شعر" لفظ "مصرع" از سہو کتابت طبع شدہ بود۔

[3] مراد حضرت میر سید فرزند احمد صفیر بلگرامی آروی اند کہ شاعرے بدبل بودند و در تحقیقات لغات فارسی و اردو پایۂ بلند داشتند۔

آں اگر نورِ نظر بود این سرورِ سینه شد　　زنده باشد خوش دلِ غمدیدهٔ ما کرده است

باشدش هر لحظه از ما صد نیاز و اشتیاق
۴۵ 　کو چو جان اندر حریمِ دل مراجا کرده است

۳۵ قطعهٔ سوم

در جواب قطعهٔ ثانی مولوی عبد الصمد فدا منقول از هنگامهٔ دل آشوب حصهٔ دوم

مولوی عبد الصمد یعنی فدائے نکته سنج　　در جوابِ قطعهٔ ما[1] قطعه انشا کرده است

وه چه خوش قطعه که قطعاتِ جواهر نثار　　آسمان بر نظمش از عقدِ ثریا کرده است

مرحبا صد مرحبا خیزد ز قبرِ انوری　　آفریں صد آفریں روحِ شفیعا کرده است

بسکه از هر حرف حرفش میچکد آبِ حیات　　ناظریں را غیرتِ خضر و مسیحا کرده است

۵ 　کشورِ بنگاله زو نازد بخود نامِ خدا　　بابِ علم و فضل بر روئے جهاں وا کرده است

بلبلِ شیراز باشدش شاعرِ بنگالوی　　کاں سفال الهند را خاکِ مصلا کرده است

جوهرِ علم و ادب را بهر شهرت داده عرض　　از گروهِ شاعراں باشد تمنا کرده است

آفریں بر دقتِ طبعِ رسایش آفریں　　وه چها ایراد بر اشعار املا کرده است

داد از هر اعتراضے داد خوش فهمی چه خوش　　گنجِ مخفی معانی آشکارا کرده است

۱۰ 　می سراید نغمهٔ دلکش بآهنگِ عجیب　　می رباید دل ز کف، کارِ نکیسا[2] کرده است

---

[1] مراد از قطعهٔ اول باقر است۔ [2] نکیسا بکسر اول و ثانی بر تحتانی رسیده و سین بے لفظ با الف کشیده۔ نام چنگی خسرو پرویز بوده و او نیز مانند بار بد عدیل و نظیر نداشته و سرود خسروانی از و است (برهان قاطع)۔

میکند تردید قولِ ما با یرادِ سخیف — اتباعِ رسمِ استادِ خود آغا کرده است

او ز نافہمی جوابِ حضرتِ غالب نوشت — یعنی از ہذیان ترا دید آنچہ انشا کرده است

کرد ردِ قاطعِ برہاں ز عمش گوئیا — کعبہ را بشکستہ تعمیرِ کلیسا کرده است

ویں بعزمِ جنگ با اینک میانِ جاں بہ بست — سر ز ہر سو خنجر و تیغ و سناں ہا کرده است

لنگ لنگاں جلوه گر شد بر سرِ میدانِ رزم — غیرتِ طبع کہ دارد ایں تقاضا کرده است 15

شرح پردازم جوابِ اعتراضش حالیا — کز رہِ فکرِ رسا در خاطرش جا کرده است

ایں[1] نوائے خارج آہنگش بگوشِ دل شنو — کہ بتقریرِ عجیب ایرادِ بیجا کرده است

"ہاں سخنداناں خوش اضراب و ترقی بنگرید — اندریں شعری کہ کلکِ باقرِ املا کرده است"

نسبتِ روبہ بشیر از نسبتِ اول قوی — در ضعیفی ہست ظاہر شک چہ اینجا کرده است

لفظ[2] 'حیثیت' چرا باشد مرادفِ 'علم' را — معترض بایں طرفہ استلزام پیدا کرده است 20

بیخبر در مفہومِ 'حیثیت' بود اسلوب و وضع — زاید از اسلوبِ خود یعنی کہ آغا کرده است

میتواں[3] دانست باشد زاں نمطِ لفظِ 'جواب' — کہ اضافت را لزومانہ تقاضا کرده است

---

[1] اشاره است بہ اعتراضِ مولوی عبد الصمد فدا بر شعرِ قطعہ اول حضرت باقر ؎ صعوه با شہباز گرمِ رزم شد نے نے غلط ؛ روبہ ہے، با شیرِ جنگِ فتنہ برپا کرده است ۔ و در شعرِ نوزدہم ایں قطعہ جوابِ آں اعتراض داده اند ۔

[2] بر لفظِ 'حیثیت' کہ در شعرِ نہم قطعہ اول حضرت باقر واقع شده است مولوی عبد الصمد فدا معترض شدند و گفتند ؎ لفظِ 'حیثیت' بجائے 'علم' میخواہد سند ؛ ز اہلِ پارسی آں زا بدیں معنی کہ املا کرده است

[3] بر لفظِ 'جواب' کہ در مصرعہ اول شعرِ ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آمده است مولوی عبد الصمد فدا معترضانہ گفتند ؎ خوش مضاف آورده در شعرِ دوم لفظِ 'جواب' ؛ دوستاں بینید کایں ہندی تماشا کرده است (لفظِ 'جواب' در شعرِ ہشتم واقع شده است نہ در شعرِ دوم) ۔

گاه مذکور است وگه محذوف جزوِ ثانیش — نیک دانند هر که رسمِ قوم احصا کرده است

مولوی جامی[۱] که بادا رحمتِ حقش نثار — اندرین مصراع حذفِ جزوِ اُخری کرده است

۲۵ چیست دانی مطلبش یعنی جوابِ صد سلام — اقتضائے شانِ محل تقدیر آنرا کرده است

همچناں مفهومِ شعرِ ماست از لفظِ جواب — حذفِ لفظِ قطعه را اینجا تقاضا کرده است

مصرعِ ثانی بود تفسیرِ آں تقدیر و بس — وائے نافهمی عجب ایراد بیجا کرده است

خنده خنداں[۱] آنکه می آید بسوئے ریختند — تا چه شکّے در دلِ والائے او جا کرده است

چوں بتقریرِ جوابش خامه بکشاید زباں — معترض منشائے شکِ خود جو اخفا کرده است

۳۰ هاں تردد باشدش در هائے زاید غالباً — آنکه کلکِ کاتبش از سهو املا کرده است

در جوابِ[۲] قطعهٔ جوهر جوابِ عین را — خامهٔ معنی نگارم آشکارا کرده است

وانکه[۳] کافِ ما نظیرِ کافِ با اشباعِ خود — از رهِ جهل و کمالِ سادگیها کرده است

---

[۱] جامی علیه الرحمه ؎ بهر سلام مکن رنجه در جواب آں لب ٭ که صد سلام مرا بس یکے جواب از تو۔

---

[۱] بجائے لفظ ریختند که در شعر چهاردهم قطعهٔ اول حضرت باقر واقع شده است لفظ ریخته از غلطی کاتب در پرچه هنگامهٔ دل آشوب حصهٔ اول طبع شده بود مولوی عبد الصمد فدا در قطعهٔ دوم خود تمسخر میکنند و می گویند ؎
ریخته خلقِ خوش البته است در شعرِ دگر — ضحکهٔ خلق از زبانِ خلقِ خود را کرده است

[۲] در شعرِ بیست و سیوم قطعهٔ اول حضرت باقر لفظ مصرع بجائے لفظ شعر از غلطی کاتب در پرچهٔ هنگامهٔ دل آشوب طبع شده بود منشی جواهر سنگه جوهر معترض شدند و حضرت باقر در شعر سی و هشتم قطعهٔ دوم خود جوابِ اعتراض دادند مولوی عبد الصمد فدا هم در قطعهٔ دوم خود اعتراض آوردند و گفتند ؎ عین مصرع را فگند و خوں شعرِ خود بریخت ٭ خونِ ایں برگردنش ظلم آشکارا کرده است۔

[۳] مولوی عبد الصمد فدا در قطعهٔ اول گفتند ؎ نیک میدانند دانایانِ تحقیق آشنا ٭ کز مجیب و معترض کار بیجا کرده است
در قطعهٔ اول خود حضرت باقر فرمودند ؎ نیک میدانند اهلِ راز کایں اشباعِ کاف ٭ از فصاحت شعر را بیشک معرّا کرده است
مولوی عبد الصمد فدا در قطعهٔ دوم خود بر مقطعِ قطعهٔ اول حضرت باقر ؎ با قرارِ شکر آنچه ایں کے قول آں مدبروں ٭ که مرا تلمیذِ غالب حق تعالیٰ کرده است
معترض شده گفتند ؎ جائے دیگر باز میگوید که ایں اشباعِ کاف ٭ از فصاحت شعر را بیشک معرّا کرده است
خنده می آید مرا بر خورده گیریهائے او ٭ خود بدو آنکه بطعنِ غیر ایں را کرده است

گاف صدر و کاف اوسط مختلف باشد بحکم — بیں دواوین گر خدایت چشم بینا کرده است

دیدهٔ عبرت کشا و بنگر ایں اشعار[1] را — کز پئے جمعِ دلِ تو کلکم املا کرده است

گر کنم[1] قطعِ نظر زیں کاف لفظ کار تو — آنکه بعد کاف در شعرِ تو ماوا کرده است ۳۵

ہاں بفرمائی خدا را کز برائے کار چیست — گر تنافر رانه در شعر تو پیدا کرده است

دعوی[2] نحو یتش و آنکه به بیں تبطیل را — در نخستیں قطعهٔ خود آنکه املا کرده است

ہاں بگو تبطیل کے اندر لغت باشد صحیح — جائے ابطالش رقم کلکش چه بیجا کرده است

و آنکه[3] بر شکرانه دارد از سرِ جهل اعتراض — فکر در قولِ سخن سنجان مگر نا کرده است

گر بلفظ شکر داخل گشت حرف نسبتی — قبح در معنی بگو نادان چه پیدا کرده است ۴۰

بیں کلام[2] حضرتِ حافظ که چوں فرموده است — اندریں شعری که اندر حاشیه جا کرده است

---

[1] حزیں — دارم از غالیه سایان صبا چشم حزیں — که غباری بمن از خاک مصلا بخشند

حزیں — کاسهٔ آز بود چشم لئیمان جہاں — که ز خاکش نتواں با همه تنگی پُر کرد

ظهوری — نکته دان شاه عادل ابراهیم — که بحرفش لب از خطا مصئون

حافظ — خوش خبر باش اے نسیم شمال — که بما میرسد زمان وصال

عرفی — خواب را شب همه شب دیده بپامی سودم — که بردیم دریں واقعه را ساخته باز

[2] مثال شکرانه حافظ — شکر ایزد که میانِ من و او صلح افتاد — حوریان رقص کناں ساغر شکرانه زدند

---

[1] اشاره است بر لفظ کا که در همان مصرع مولوی عبدالصمد فدا واقع شده است — گر مجیب و معترض که کار بیجا کرده است

[2] در قطعهٔ اول خود مولوی عبدالصمد فدا گفتند — پاسخ اقوال بیجایش نوشتم بیدرنگ ٭ کرده ام تبطیل هر یک انچه ایما کرده است -

[3] در مقطع قطعهٔ اول حضرت باقر فرمودند — باقر از شکرانهٔ ایں کے تواں آمد بروں - در قطعهٔ دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند — هم نشست لفظ شکرانه تماشا کردنیست ٭ شکر و شکرانه مرادف آشکارا کرده است -

ده جای آن خستگان را چو کنج ‌ ‌ ‌ بر نجی بویران سرای سپنج

عجب دارم از حلم یکتا خدا ‌ ‌ ‌ زمین چون بجا ماند و گردون بپا

سر رشته این رشته در دست اوست ‌ ‌ ‌ کشد یا کشد هر چه خواهد نکوست

نه جای درنگست نه پای شتاب ‌ ‌ ‌ مر آن تند باره عنان پس متاب

زد آن سگ بدرگ بدکنش ‌ ‌ ‌ که همدوش بیچاره و سرزنش

چو آسوده آساید از کار رزم ‌ ‌ ‌ بیاراید از وجد ایوان بزم

بعیش و طرب گستراند بساط ‌ ‌ ‌ بعشرت بر آرد سماع نشاط

کند بسته آن خستگان را طلب ‌ ‌ ‌ ببزم نشاط و سرور و طرب

در آن انجمن کانجمن انجمن ‌ ‌ ‌ یهود و نصارا و بد و برهمن

پس از طعن بیچاره و سرزنش ‌ ‌ ‌ بخواهش کنان آن سگ بدکنش

سر کشتگان را ز مردم کشان ‌ ‌ ‌ بخواهد یکایک بنام و نشان

به پیش بنین و بنات آن جلب ‌ ‌ ‌ بیازارد از چوب آن لعل لب

همین لب که پیغمبرش میمکید ‌ ‌ ‌ ز چوب جفا خون دل میچکید

بخندد چو شیرین گهر شکرش ‌ ‌ ‌ بگرید ز دل بر سر خون مادرش

بگو

هست[1] ای نادان بدان لفظِ سخندان اسمِ جنس
کاقتضائے واحد و جمع و مثنیٰ کرده است

چون سوئے لفظِ جہان، وخواه عالم شد مضاف
معنی در حکم استغراق پیدا کرده است

وانمودن[2] راچہ خوش گفتا جوابِ باصواب
یعنی غیر از ترجمہ دیگر چہ انشا کرده است

۵۸

فاعلِ[3] فعلِ "رسد" گم کرد در قولِ سخن
جستجو ہر چند ہر جانب چو اعمیٰ کرده است

فاعلِ فعلِ "رسد" باشد ضمیرِ حرفِ "شین"
آنکه در ما قبل کلکِ شاعر املا کرده است

وانکه[4] "ہا" خوانده است بعد "بو العجب" در جائے "ما"
بیخرد او را مگر ہیجان سودا کرده است

اعتراضے[5] میکند نادان بضمّ و کسرهٔ
آخر از دستِ خودش قایل نہ املا کرده است

---

۱ بر لفظ "سخندان جہاں" که در مصرعہ دوم شعر بست و ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آمده مولوی عبد الصمد فدا در قطعهٔ دوم گفتند سے ما ورای خبط این لفظِ "سخندان جہاں" ؛ طرفہ حسن وخوبی شعر آشکارا کرده است۔ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن چرا ؛ این چنین جا ہا چه لفظے را تقاضا کرده است۔ مرادِ اوشان اینست که بجائے "سخندان جہاں"، "سخندانان جہاں" میباید نوشت

۲ اشاره است به شعر مولوی عبد الصمد فدا سے لفظ "وا کردن" بود با "باز کردن" متحد ؛ در لغت بین گر ترا در دل شکے جا کرده است۔

۳ مولوی خواجه سید فخر الدین حسین سخن در قطعہ خود که در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا شائع کرده بودند گفتند سے عرفی وقتش بگویم گر بمطلب وارسد ؛ خامهٔ جادو طرازش آنچه انشا کرده است۔ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند سے بنگرید اے شاعران یکره که شاگرد رشید ؛ شعر خوش در مدح استادِ خود انشا کرده است ؛ فاعلِ فعلِ "رسد" یا ظاہر آید پس کدام ؛ فعل واحد یا بحذفِ فاعل املا کرده است۔

۴ در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا مولوی خواجه فخر الدین حسین سخن در قطعہ اول خود گفتند سے بو العجب "ما" مانده ام کاین صاحبِ علم و ادب ؛ باچنین فہم و فراست این چه آیا کرده است۔ لیکن از سہو کاتب در نسخہ مطبوعہ ہنگامہ دلاشوب حصہ اول بجائے لفظ "ما"، لفظ "ہا" طبع شد۔ مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم خود گفتند سے بو العجب ہا مانده ام با لفظ "ہا" باشد عجیب ؛ جمع و واحد اندرین یک فقره یکجا کرده است۔

۵ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند سے ہمچنین با ہائے مضموم آن دگر فقره ببین ؛ رفع جائے کسرای نحوی چه بیجا کرده است۔ در طباعت کاتب سہو کرده بجائے کسره ضمه نوشته بود۔

باحشیشے می درآویزد غریقِ جان بلب | آرے آرے فرطِ جہلش خوار و رسوا کردہ است
می سراید طرفہ شعرے دلفریبے کان چہا | دقتِ طبعِ روانش آشکارا کردہ است ۵۰
"بشنو و فرما خطابِ فعلِ غایب کردہ است | جمع این ہر دو بیک شعر از چہ آیا کردہ است"
لفظِ "غایب" یا خبر باشد ز لفظِ فعلِ تو | پس چہ فعل است آنکہ غایب فاعل آنرا کردہ است
یا صفت باشد برایش پس چہ باشد معنیش | گفتگوئے طرفہ با رمزِ معما کردہ است
حالیا بشنو جوابِ اعتراضِ خویشتن | کز جہالت خطرہ اندر خاطرت جا کردہ است
فاعل اندر مصرعِ ثانی بود آغاے تو | ہم ضمیرِ پاسخش راجع بآغا کردہ است ۵۵
در خطابِ "بشنو و فرما" مخاطب شد فدا | خامۂ ما کردِ تسکینِ تو یا نا کردہ است
ہست ارادت بفعلش ہاں عجب فعلِ شنیع | حق بدست تست باتو خواجۂ ما کردہ است
می سراید مصرعے با صد فصاحت معترض | "دوستان بینید کاین ہندی تماشا کردہ است"
ہندیم از طعن فرمود و بجا فرمودہ است | ہاں مگر خود را حریفِ اصفہاں را کردہ است
کردہ زین قطعِ نظر لفظِ تماشا بنگرید | کاندرین مصراع او معنی چہ پیدا کردہ است ۶۰
دیدن و رفتن باستعمالِ فرس و تازی است | تا ازین ہر دو چہ معنی در دلش جا کردہ است
لیک در مصرع نمی باشد یکے ہم منطبق | از برائے قافیہ شاید کہ املا کردہ است
شاعرِ شیرین زبانِ ما بفرماید چنین | "این نہ بس باشد کہ موزون شعر انشا کردہ است"
من بلاگرداں موزونیِ طبعِ نازکش | شعر را موزون صفت کرد و چہ آیا کردہ است
این نمی داند کہ موزون داخلِ حدِ وے است | از حقیقت وصف آں کرد و چہ بیجا کردہ است ۶۵

سرمهٔ بینش کشیم در دیدهٔ عبدالصمد — این دل شیدائی ما باقر تمنا کرده است

لیک روشن کی توان شد دیدهٔ اعمای وی — چون خدایش کور مادرزاد پیدا کرده است

نرم کردن می توان آهن به آهن فی المثل — خامهٔ ما هم بانداز وی املا کرده است

سخت گوئی را نباشد پیشه سستی زین طرف

او چو بد گفت است آخر خود هم اصغا کرده است

منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جواب تحریر اردو میر آغا علی صاحب شمس تخلص از نتایج افکار
افصح الفصحا ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب
باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعرائے ایران و ہند جناب
نواب اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مدظلال جلالہ"

بر نکتہ سنجان معنی رس و دقیقہ شناسان پاک نفس مخفی و محتجب مباد کہ درین
جزو زمان کہ از علم و فضل عموماً رسمے و از فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نماندہ است
الاما شاء اللہ۔ چنانکہ اعلم علمائے بلاغت و معانی سعد الدین تفتازانی طاب
ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان ھذا الفن قد نضب
الیوم ماؤہ فصار جدالًا بلا اثر و ذھب رواؤہ فعاد خلافًا بلا ثمر
حتی طارت بقیۃ آثار السلف ادراج الریاح و سالت باعناق مطایا
تلک الاحادیث البطاح۔ پس این زمان کہ علی مر الدھور و الاعصار از

زمان خلعت وجود در بر کشیده در کشاد سلعة الفضل والکمال الیق واز ید خواهد بود
اکثر کم مایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار چنان گردیده که بر اکابر و اعیان که علم
وکمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیان و فضل و بلاغت آنان مشهور نزدیک و دور
جهان و جهانیان باشد لب اعتراض کشایند و کمال حدت فهم و حراقت ذهن خود شان را
روبروئے عوام کالانعام وانمایند و مورد تحسین و آفرین شوند و صدائے احسنت و حبا
از زبان سوقیان شنوند حال آنکه دامن عظمت و جلال و پیراهن علم وکمال آن حضرات
از آلودگی قبح و نقصان منزه و مبرا است و گلشن دانش و حدیقهٔ فضیلت آن عالی
منزلتان خالی از خار و خس شک و اعتراض بوده علی وجه الکمال سرسبز و مطرا است و
نشائے آن جز هوائے شهرت و بر آوردن نام در میانهٔ جهلا و عوام دیگر نمی باشد
مگر بحضور علما و خواص معامله بالعکس میشود که غیر از خیبت و خسران و کاهت و خذلان
بحصول نمی انجامد ؎

ملامت بین که هر سنگے که جست از تیشهٔ فرهاد هوا میگردد و هم بر سر فرهاد می آید

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تفصیل این اجمال و توضیح این مقال آنکه در اوده اخبار نمبر ۲۶ مورخهٔ ۲۵
ماه جون ۱۸۶۷ء عیسوی قصهٔ عبرت خیز و ماجرائے وحشت انگیز مطالعه در آمد یعنی
بے حیثیتے فقید الاستعداد ے هیچمدانے کج مج زبانے ژاژ خائے هرزه درائے
خود نمائے بیهوده سرائے بیراهه خرام دیجور صفت شمس نام مصداق ؎

بالعکس نہند نام زنگی کافور - زبان طعن ولب اعتراض بر اکمل شعرا
و ابلغ بلغا کشودہ است و عمائد دہلی و بلگرام را کہ چشم فلک و گوش ملک دار العلے
مثل آں در آفاق ندیدہ و شنیدہ زیر خنجر جرح و قدح کشید و از ہذیانات مجنونانہ خود
صفحۂ قرطاس را برنگ روئے خود سیاہ و تباہ نمودہ است ؎

ہر کرا خواہد خدا پردہ درد | میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خصوصاً در شان حضرت اسد اللہ خان غالب کہ غلغلۂ فصاحت و طنطنۂ بلاغت شان
از قاف تا قاف رسیدہ بل از کنگرۂ عرش بریں بالا کشیدہ لا یعنیہا چاویدہ داد خروج
وقساوت دادہ است ؎

بر بلنداں سخن بسوئے خود است | تف بسوئے فلک بروئے خود است

ہر چند بدیہی است کہ خواب پریشاں را تعبیرے و مہملات مختل الحواس را تاویلے نیست
مگر چوں ایں ذرہ بیمقدار کہ باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشہ چیناں خرمن آں
آفتاب عالمتاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مدظلہ العالی است مصلحت آں
ندید کہ از جوابات شافیہ اعتراض ایں سرمست بادۂ استکبار خاموش باشد و رگ گردن
ایں ہذیان سرا را کہ بدعوئ معنی پروری بلند نمودہ است بہ نشتر تقریرات آبدار نخراشد
ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات واہیہ ایں بے مغز خوفاً للاطناب
قطع نظر نمودہ بجواب ایرادات کہ از راہ خوش فہمی بر حضرت غالب نمودہ بکمال اختصار
پرداختہ آمد تا شاہد جہل او از منصۂ خفا علی رؤس الاشہاد جلوہ نماید - وباللہ التوفیق

وبہ ازمة التحقیق۔

قولہ مطلع سر دیوان غالب ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا ۔۔۔ کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے حسن معانی کا خارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ فارسی میں جاری ہے (الی آخر ما قال)۔ ہر کا لفظ تعمیم کے ساتھ گلی و سنگی تصویروں کے واسطے واجب ہے۔ انتہیٰ۔

اقول - دریں شعر دو اعتراض کردہ اول اینکہ پیراہن کاغذی محاورہ فارسیست در اُردو ناجائز و دیگر اینکہ پیراہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی و گلی حالانکہ لفظ ہر برائے تعمیم است۔ اعتراض اول از کمال سخافت و رکاکت مضحک طفلان تواند بود چہ ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعرای فارسیست و اقتباس مضامین از فارسی میکنند و ازیں جہت است کہ چنانکہ معشوق شعرائے فارسی امارد و نوخطانند معشوق اُردو گویان نیز سبزان نوخط اند لہٰذا باتباع فارسی تعریف خط و خال میکنند پس چوں اردو گویان را در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورۂ فارسی در اردو جائز بود و لا بالعکس و نظیرہ کثیر۔ جواب اعتراض ثانی اینکہ فہم کلام بلغا را ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است۔ ملاحظہ باد کہ در مصرعۂ اول لفظ نقش و تحریر زیب رقم یافتہ پس بقرینۂ سیاق کلام در مصرع ثانی مراد نخواہد بود مگر تصویر کاغذی و لفظ ہر در مصرع ثانی برائے کل تصویر کاغذی دال بر عام مخصوص است۔

شیخ علی حزیں فرماید ؎

نصیحت کردمے گرمی شنیدے ۔ دلبرِ خود را　　　چرا وقفِ خرابی کرد ظالم کشورِ خود را

ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ "دلبر" کہ در مصرعۂ اولی واقعست نکردہ آید وقف خرابی کشور از کجا ثابت خواہد شد ۔ فافہم وتدبر ۔

قولہ ۔ غالب ؎ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے ۔

اس مصرع کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کا ایک پر غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے ۔

اقول ۔ معترض کمال ظرافت وذکاوت را بکار بردہ چنیں مضمون لطیف و اعتراض سخیف برآوردہ است فمرحبا ثم مرحبا اگر لفظ "آگے" و "پیچھے" مستلزم ہمیں معنی است ۔ فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکریمہ اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ بینوا وتوجروا ۔

قولہ ؎ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون مابون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل سے مرغوب ہے ۔

اقول ۔ مضمون ایں مصرع مگر معترض را ہم خوش آمد ۔ اگر ہمیں مضمون ازیں لفظ مفہوم خدام وذی الاحترام بحسب الف وعادت گردیدہ پس لفظ "گرفتن" را کہ مرادف

لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر قتیل کہ استاذ الاستاد جناب اند چہ معمل
خواہد بود و نقصے ازین کشمکش قتیل و پیروانش را بجہ رو روخواہد داد ۔ وھوھذا ۔
قتیل سے باداغ جنوں گر رہ ویرانہ نگیریم آرام زسوز دل دیوانہ نگیریم
شاید انچہ از ترجمہ لفظ ' گرفتن ' مفہوم معترض است ہماں معنی مطلوب استاذ الاستادش
ہم بودہ کہ ایں قدر از گرفتن ابا و انکار میکند و زار نا بیہامی نماید ۔

قولہ ۔ غالب[۱] سے ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے ۔

اعتراض اعلان نون میکند ۔

اقول ۔ جواب ایں ظاہر است کہ لفظ ' یہ ' کہ تجنیس لفظ ' نہ ' است کاتبش مکرر
فہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہمچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنتہین ۔

قولہ ۔ غالب سے دے بدستور صورت ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ ' ارقام ' رقم کے معنی میں غلط و نا روا ۔ الی آخرہ

اقول ۔ اول معنی ایں فقرہ ارشاد شود کہ " تمام ہندوستان سے کہتا ہوں "
چہ معنی دارد بعد ازاں گوش باید کرد کہ لفظ ' ارقام ' از باب افعال فی الواقع نہ آمدہ
مگر ایں لفظ بر السنہ خاص و عام جاریست ۔ مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود
یعنی در بارقہ ضیغمیہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد غنہ معترض است

---

[۱] غالب سے مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان ہ ناف زمیں ہے یہ نہ کہ ناف غزال ہے ۔
در نسخہ ' دیوان غالب کہ دراں زماں طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ ' یہ ' در کتابت نہ آمدہ ۔

در مکاتیب خود بنام نورالدین لفظ ُ ارقام ُ را صد جابیش آورده و در قدما ہم مستعمل
حکیم محمدؐ ارزانی رحمۃ اللہ علیہ در قرابادین قادری در بحث حمیات لفظ ُ ارقام ُ طرح
نگارش داده فلیس الغالب فیہ منفردًا و اگر بفتح اول جمع رقم خوانده شود
ہم قبحے ندارد ۔

قولہ غالب سے نہ کیوں ہو مادہ ُ سال عیسوی مخفوط ۔

لفظ ُ مادہ ُ حادّہ و حارّہ کے وزن پر لکھا یعنی ُ میم ُ کے بعد ُ الف ُ متحرک ہے اور
اوس کو ساکن باندھا ۔ الی اٰخر ما اتی بالتحقیقات الانیقہ ۔

اقول ۔ اعتقاد راقم آثم اینکہ معترض بدیں اعتراض بسیار برخود چیده و از
فرط شادمانی در پیرہن نگنجیده باشد ۔ منبض شناسان صحت الفاظ خدا را علاج خلل
دماغ این مخبوط الحواس بفرمائید و بسر وقت این بیچاره رسید کہ چہا ہذیان بر زبان می راند
عجب صد عجب کہ معترض در افتتاح کلام خود لوائے دعوی تمام علوم از صرف و نحو و منطق
و حکمت و ہندسہ و نجوم و ریاضی و ادب و لغت وغیره برافراشتہ و تمامی علمائے اعلام
را کہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ اند در ہماں علم استاد خود از راه فخر و مباہات قرار داده
با این ہمہ بلند آہنگی از کوئے تحقیق لغات مشہوره نابلد محض افتاده ۔ ُ ماده ُ را بر وزن
ُ میسّر ُ و ُ موکّل ُ صیغہ مفعول گفتہ ۔ واضح باد کہ لفظ ُ ماده ُ بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب
ُ و زیادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیراکہ جمع آں ُ مواد ُ مشدد بر وزن مفاعل
می آید پس باید دانست کہ ُ موادّ ُ جمع ُ ماده ُ بغیر بودن الف ساکن بعد میم صورت نمی بندد

زیراکہ قاعدۂ صرف اینست کہ ہرگاہ الف قبل الف جمع مفاعل ومفاعیل افتد واو شود
چنانکہ ضوارب جمع ضارب وقواریرہ جمع قارورہ پس ظاہر است کہ اگر مادہ بفتح الف
کہ آں درحقیقت ہمزہ است بودے جمع آں مُوادّ بہمزہ قبل الف آمدے نہ مواد و متوہم
نشود کہ دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیراکہ قاعدہ اینست کہ ہرگاہ ساکن
اول یائے تصغیر یا مدہ وساکن ثانی مدغم دریک کلمہ باشد اجتماع ساکنین جائز باشد چنانکہ
در دابہ وخاصہ وخویصہ واقع است فافہم وتدبر ولا تکن من الجاهلین واعجبا
من ہذا القائل کہ بہمیں مبلغ استعداد برآسمان بلاغت حضرت اسداللہ خاں غالب
زبان اعتراض میکشاید ؎

براں صاحب سخن رحم است صائب کہ دخلش منحصر در دخل بیجا است

ثم الجواب ۔ وههنا اشرع فی تبئین بعض هفواته تفریحا للقلوب
واظهاراً لبعض العیوب بحیث ینشط خاطر الناظرین ویهیج اشواق
السامعین ۔ فاقول ۔ درجواب بیاح داستان سگ خارشتی نقل فرمودہ ونجات یافتن
نبی درسایۂ عاطفت آں قحبہ بازاری وعلو مرتبت آں زن بحسن عمل طعام دادن سگ خارشتی
مذکور نوک ریز خامۂ فصاحت بار نمودہ است مامیگوئیم کہ معترض ہم مصداق ہماں سگ خارشتی
است کہ خود را ایں طرف وآں طرف ازبرائے علوفہ انداخت وبہر شہر ودیار وکوچہ و
بازار برائے وجہ معاش رفت وکسے پارۂ نان بل مشتے استخوان پیشش نگذاشت آخر
ملجائے وماوائے خود خانۂ زہرہ ومشتری زنان بازاری را ساخت ومصارف اوقات ووظیفہ

بشوید لب خشک از چشم تر	زند آتش اندر دل خشک و تر
همین لب که او درّ و گوهر کرم	همین لب که او شهد و شکر مزم
بدین لب چو عیسی ز دل بنده شد	از آن بندگی جاودان زنده شد
از این چشمه خضر آب حیوان چشید	عبث رنج ظلمت سکندر کشید
خضر وار الیاس از این لعل لب	چشید آب حیوان بپای طلب
کند بی زبان کلکم اندر بنان	نوائین بدیع معانی بیان
زند بر رگ جان و دل نیشتر	گشاید سر جوی خون جگر
که واقع شد از وقعهٔ کربلا	ببسط جهان پر ز کرب و بلا
ز آشوب و شور عراق عرب	شباه حجاز از مخالف تعب
بمیزان چو خور آمد از سنبله	عراق عرب گشت پر غلغله
پر آشوب و شور از دل نی نوا	بگوش آمد از عرصهٔ نینوا
کنار افق از شفق در فلک	چو دریای پر خون ز چشم ملک
بنظارهٔ رزم خیل ملک	زده بال و پر گرد هم در فلک
چو جوزا کمر بسته بگشاده چنگ	دلیران و گردان میدان جنگ

روزی خود در مختانهٔ این دو لولیان شوخ شیرین کار نمود و علم استادی و اتالیقی این نوچیان لطفی بوشش معرکهٔ بیحیائی بر افراشت نعوذ بالله من هذا الوقاحت۔ آرے ؎ بیحیا باش هر چه خواهی کن ودر محاورهٔ ذوق ریختن انچه از سیاح و منصف سند میخواهد و بقیاس اکتفا میکند مخفی نماناد که مرزا قتیل جابجا در کلام خود محاوره نو تراشیده و در جواب اعتراض تشبث بقیاس نمود چنانچه در این شعر

؎ شب ریخته خونهاانکه یار و سحر هم بیرون بخرامیده از آن کوچه خبر هم

چون کسے اعتراض کرد که 'خرامیدن خبر' خلاف محاوره اهل زبانست جواب داد که 'لطف' کجا گام دارد که حافظ گفته ؎ هم مگر لطف شمایش نهد گامے چند پس طوریکه آن جائز خواهد بود این هم جائز خواهد بود۔ و بر اهل خبرت ظاهر است که قیاس در محاوره پیش نمیرود فما جواب القتیل فهو جواب السیاح والمنصف۔ و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکه لفظ 'هم' بجائے خود نیست ارشاد فرمود که گاہے کار از تقدیر هم می بر آید چنانکه درین شعر ؎

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست تو نیز بر سر بام آ که خوش تماشائیست

حالانکه درین شعر حاجت تقدیر نیست زیرا که لفظ غوغا دال بر هجوم و ازدحام خلایق موجود است فبینهما بون بعید منقول است که کسے این شعر مرزا قتیل پیش شخصے از اهل ایران خواند ؎

تیغ بگرفت و من گفت که نازم اینست سر فرو کردم و گفتم که نیازم اینست

گفت که بوے هندی می آید پے آنکه نام مرزا قتیل بگوشش خورده باشد علت آنکه میگوید 'تیغ بگرفت' حالانکه می باید گفت تیغ سر کرده الخ چنانکه در فرهنگ ظهیر اے تفرشی موجود است حالا چند خطائے دیگر که در اثنائے کلام از مرزا قتیل سر زده برائے عبرت معترض زیب رقم می آید:—

قتیل ؎ صد پری قربانِ نازش دلستانِ کیست این ٭ رفت آرام از دلم آرامِ جانِ کیست این
بر ماہران فن ظاہر است کہ در جائے "رفت" "برد" می بایست۔

ولہ ؎ سوخت چوں برقِ نگاہش آشیانم را تمام ٭ زیر لب پرسید از من آشیانِ کیست این
بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیاں باقی نماندہ پس لفظ آشیانِ کیست این بجائے
خود نخواہد بود بلکہ آشیان کہ بود می تواں گفت۔

ولہ ؎ متہم گردش بعشقِ خویش ہر کس را کہ کشت ٭ بہ نگر دو زخم او تیر و کمانِ کیست این
ربط در مصرعیں ہرگز پیدا نیست والمعنی فی بطن الشاعر۔

ولہ ؎ ناقہ کش مردے غلط کردہ است رہ بر خاکِ تو ٭ چند خواب اے قیس بنگر سار بانِ کیست این
اندکے استخواں بندی مصرعۂ اولی و فصاحت ترکیب "ناقہ کش مردے" را ملاحظہ باید کرد غالب کہ
صاحبان ذوقِ سلیم ہرگز پسند نفرمایند اگر بدیں ترکیب میگفت از ثقالت ترکیب اول گونہ
نجات میشد ؎ رہ غلط کردہ است بر خاکِ تو مردے ناقہ کش۔

ولہ ؎ بکجا میبردت غمزۂ صید افگن تو اے سر ما ہمہ قرباں کمر بستن تو
بردن غمزہ صاحب خود را خالی از ظرافتے نیست و این شعر تمام لفظے است کہ از معنی بوئے ندارد بقول حضرت غالب
مدظلہ العالی ؎ بگذر از معنی ہمیں الفاظ برہم بستہ ہیں ٭ بادہ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است

ولہ ؎ گفتم بہ بزرگے کہ بہ بیں شانۂ خود را ٭ ہر چہ قرار این ہمہ در خانہ نگیرم
چوں کینۂ آں زلف سیہ با دل من دید ٭ گفتا کہ دگر در کفِ خود شانہ نگیرم
شانہ بیں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد۔

(ختم شد)

تذئیل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں اون کے نہایت مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لیے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی قدس سرہٗ حضرت باقر کے برادری میں تھے۔ رائے پور فتوحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ محمد یعقوب صاحب سے ہوی تھی۔

قطعہ ۲۔ خواجہ محمد فخر الدین حسین صاحب متخلص بہ سخن دہلوی۔ "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال قلمبند ہوچکا ہے۔

قطعہ ۳۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر مرحوم کے چچا تھے۔ سکونتی مکانات کی تعمیر کے فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔۵۔۶۔ منشی نجم الدین صاحب۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں

ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لامذہبوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور رتبہ کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بحر بہاری۔ "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا جاچکا ہے۔ حال و قال کی حقیقت میں اونھوں نے ایک کتاب مسمیٰ بہ "عمدۃ المقال فی الحال والقال" تالیف کی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔

قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناصری گنجی۔ آرہ کے ضلع میں قصبہ شہسرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریائے سون کے کنارے ناصری گنج شرفا کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نہایت جید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہسرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھکر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے اوس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ امین احمد صاحب قدس سرہٗ خانقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحیٰی منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر شمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین کے توسط سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمایش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قطعہ ۱۲۔ مولوی محمدؐ شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم صاحب کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ میاں عبد العزیز۔ مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔

قطعہ ۱۷۔ محمد تقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت سید شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے۔ حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ اون کے فرزند (جن کی ولادت کا یہ قطعہ تاریخ ہے) کا نام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ہوی۔ اوسی سال اور اوسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی رحلت ہوی تھی اور اون کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے "سید فضل الرحمن" کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبرکاً رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ یوم چہارشنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن پھلواری عرف کالے میاں حضرت باقر کے

برادری میں تھے۔ بڑے ادیب اور انشا پرداز اور پرگوشاعر اور اہل دل بزرگ تھے ایک دیوان اور ایک مثنوی مسمی "بہ کارستان عشق" اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ ابوالعلائیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہٗ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت صوفی محمد دایم کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت تھی۔ حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۳۵۸ھ میں ہوی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمایش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھا۔

قطعہ ۲۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ ڈیانوان ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۲۲۔ مولوی سید محمد مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۲۳۔ داور حسین۔ مولوی سید داور حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گیا کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۲۴۔ شاہ ارشد علی صاحب بتھوی مولانا سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ کے سالے تھے۔

قطعہ ۲۵ محمود بختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دوا میں کسی طرح زہر ملگیا جس سے اون کی ہلاکت ہوی۔

قطعہ ۲۶۔

قطعہ ۲۷۔ شاہ محمد اکرم صاحب۔ حضرت باقر کی بڑی ہمشیر کے فرزند تھے۔ مقدمۂ دیوان باقر میں اون کا ذکر آچکا ہے۔

قطعہ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ جناب ملا سرمست قدس سرہٗ اُن کا نام محمد عمر تھا۔ ولایتی تھے اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں پورب آئے اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ سے مرید ہوے۔ پیر نے ملا سرمست کا خطاب دیا اور خلافت دی۔ اون کی رحلت کے بعد گیا کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوے اور بقیہ عمر وہیں گزاری اون کا مزار اوسی مسجد کے احاطہ میں ہے۔

قطعہ ۳۱۔ ۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمن صاحب قدس سرہ نہایت کامل مکمل اور مشہور بزرگ تھے۔ حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قصبۂ گنج مراد آباد میں اون کا قیام تھا وہیں اون کی رحلت ہوی اور وہین اون کا مزار ہے۔

قطعہ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ان قطعات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر ”مقدمۂ دیوان باقر“ میں صراحت سے ہو چکا ہے۔

غلط نامه دیوان باقر

صفحه	سطر	غلط	صحیح	صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراسم	مواسم	۱۱	۱۲	مؤشان	موکشتان
۴	۵	فیص	فیض	۱۳	۷	بروائے	بروا ے
۴	۱۶	توبت	نوبت	۱۴	۱۶	زہرآب	زہراب
۵	۲	ہنربر	ہنربر	۱۵	۱۶	شدے والے	شدے آوا ے
۵	۳	برِحم	برحم	۱۶	۱	فراسائی	فرسا ے
۵	۱۷	راہِ	راہ	۱۷	۱۰	ببدار	بیدار
۶	۳	منقتبش	منقتبس	۱۸	۱۵	خندن	خیدن
۷	۱	سَدره	سِدره	۲۰	۱۲	قراق	فراقِ
۷	۳	گرزشته	گذشته	۲۰	۱۴	برودوش	برودوشش
۸	۱۲	بفرق غلاماں	بفرق جملهٔ غلاماں	۲۱	۷	ہم نفسے	ہمنفسے
۹	۵	ہنان	دہنان	۲۱	۱۱	بکلامم	بکلامم
۹	۱۲	فارغ وزخوف	فارغ واز خوف	۲۲	۶	شمعِ	شمع
۱۰	۹	یدبنگونه	بدبنگونه	۲۴	۱۲	داغِ ما	داغِ من
۱۰	۱۴	تاپیچ	ہاپیچ	۲۶	۱	اقوالِ	قوالِ
۱۰	۱۵	خمیرم	ضمیرم	۲۶	۹	چشم	چشتم

عیار زر خوش عیاران بمهر | بسنجید اندر ترازو سپهر

چنان چون دو کفهٔ ترازو بهم | برابر بیک وزنه بی بیش و کم

پس پاو پیش نوزان سپس یک بیک | زر مهر خوش که هر آن بر محک

چو زد بر محک دید استاد کار | همه زرشان بی‌غش و خوش عیار

نتابید تابان طلا روی زرد | بخاک از بر گنبد لاجورد

و یا منکسف چهرهٔ آفتاب | ز بی تابی عترت بوتراب

برافراشت بن سعد نامه سیاه | درفش نقشی بقلب سپاه

سواره پیاده بمیدان کین | کشیده رده از یسار و یمین

فراوان سپه از یمین و یسار | بزیر درفشش گرفته قرار

بدین سو انوشه شه حق‌پرست | بپا خواست بر خانهٔ زین نشست

همانا تو گفتی که بر پشت زین | مجسم جلال جهان آفرین

کشیدند گران بزیر دوان | نهادند بر دست نقد روان

به شهار وا نها پر از کین همه | بمیدان کین خشم آگین همه

همه حق‌پرست و همه حق‌شناس | بایزد ستایشگران با سپاس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	نمبرغزل برحاشیہ ۱۸	—	۲۶
۲۷	۱۳	گردشس	گردشے
۲۷	۱۳	مےتاب	مےناب
۲۸	۱۴	فردوسِ	فردوس
۳۰	۸	تندخوئے	تندخوئی
۳۰	۱۵	تنعلہ	شُعلہ
۳۰	۱۶	انداد	اندازد
۳۱	۵	جلوہ پروازِ	جلوہ پردازِ
۳۳	۸	کشاد	کشادہ
۳۳	۱۲	تفاتے	تفاوتے
۳۳	۱۳	بگفتۂ توکہ	بگفتۂ کہ
۳۵	۱۲	دشتم کشتی	دشنم کشتی گہہ
۳۶	۱۶	برگشتہ	سرگشتہ
۳۷	۱۱	چوپے قدم	چو میروم
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہمزبان
۳۹	۴	چشیدۂ	چشندۂ
۳۹	۸	درباب	دریاب
۴۰	۵	انگندۂ	افگند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۱۷	لبِ تشنہ	لب تشنہ
۴۱	۷	تارشبہا	تارسبحہ
۴۴	۸	فدائی	فدائے
۴۵	۱۱	شہی	شہنشہی
۴۶	۲	جمال ترا	جمال روے ترا
۴۶	۱۱	اصدق	اصدقی
۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۵۱	۱	غبغش	غبغبش
۵۴	۹	آئینۂ	آبینہ
۵۴	۱۱	خوبش	خولبش
۵۵	۸	جمعیتم	جمعیم
۵۶	۱۶	دام	وام
۶۱	۴	چستی	چشتی
۶۳	۱۱	رعد	رادِ
۶۳	۱۴	رعنائے	رعناے
۶۴	برحاشیہ ۲	۳۳	۳۲
۶۴	برحاشیہ ۱	۳۴	۳۳
۶۴	۱۱	نجاست	نخاست

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۷	مشکین	مسکین
۶۶	۱۳	جابزم	جانبزم
۶۷	۱	بآب جاري	بآبیاری
۷۰	۲	بانگاهت	بانگاهت
۷۰	۱۲	عَسَّس	عسعس
۷۱	۳	بزم	بَرَم
۷۱	۷	تسیم	تبسم
۷۲	۴	مامضا	مامضیٰ
۷۳	۵	بجوئے	بجوے
۷۵	۴	غیب عیب	غیب غیب
۷۷	۵	رمید نبیت	رمید نبیت
۷۷	۹	دردِ غم	درد و غم
۷۷	۱۳	هنوز از درمن	هنوز از درمن ؟
۷۹	۲	بطایع	بطالع
۷۹	۲	تنگ	ننگ
۷۹	۳	قطرے	فطري
۸۰	۱۷	مارا از لطف	مار از لطفِ
۸۱	۲	افغان	افغان
۸۲	۴	فدائی	فدائے
۸۳	۹	یارمنِ بارخِ	یارمنِ بارخِ
۸۶	۹	کردہ دم	کردہ ام
۹۱	۱۰	مشکین	مسکین
۹۳	۱۴	گلذار	گلزار
۹۶	۶	سحرِ	سحر
۹۶	۷	چکیدہ	چیدہ
۹۶	۹	قرارت	قرارش
۹۶	۱۰	صافی	صافِ
۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارہُ
۹۸	۸	سُوس	سوسن
۹۸	۱۵	بکشاید	بکشاید
۱۰۱	۱۰	گلِ عنابیِ	گلِ رعنائے
۱۰۱	۱۲	اوبرولیش	ابرولیش
۱۰۲	۱	دم	رم
۱۰۳	۸	شیدائے	شیدائی
۱۰۴	۹	گلکی	گلخن
۱۰۴	۱۰	نسرینِ	نسرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشیند	بنشینند
۱۰۷	۱۱	جوے	جوئ
۱۰۷	۱۴	بتیے	بُتے
۱۱۳	۱۰	حود	خود
۱۱۶	۸	آید	ابد
۱۱۹	۷	کین	کاین
۱۱۹	۱۰	پائیس	پابیت
۱۱۹	۱۶	پسینہ	بہ سینہ
۱۲۲	۲	کثرتِ	کثرتِ
۱۲۴	۹	غیط	غیظ
۱۲۴	۱۰	چہ غم کہ	چہ غم بود کہ
۱۲۶	۱۲	مگر	مگو
۱۲۷	۱۰	رسد	رسند
۱۲۹	۴	بالمِ	بامِ
۱۳۲	۲	بیصرقہ	بیصرفہ
۱۳۲	۱۴	یک	نویک
۱۳۹	۲	بروگے	بروے
۱۴۵	۱۶	باقیمت	باقلیست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶		غزل نمبر ۹۶ کے اشعار غزل نمبر ۸۵ صفحہ ۱۲۳ میں شریک ہیں۔ یہ اشعار غلطی سے مکرر لکھے گئے۔	
۱۴۹	۱۲	کینان	سکابنان
۱۵۳	۷	مستِ	مست
۱۵۵	۹	قلیم	قلمم
۱۵۵	۱۵	بیمہرے	بیمہریِ
۱۵۶		غزل نمبر ۱۰۰ غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۱۳ (غزل نمبر ۴۱) پر طبع ہوچکی ہے۔	
۱۵۷		غزل نمبر ۱۰۱ بھی غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہوچکی ہے۔	
۱۵۸	۳	زخیل	ـ زخیل
۱۵۹	۱۷	ـ آن	باقر چہ شد آن
۱۶۰	۲	ـ دوری	طاقتِ دوری
۱۶۰	۹	کہ او لایق	کنون لایق
۱۶۰	۱۰	میگذرد	گذرد
۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۶۱	۳	سروپاے	سراپاے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۶۱	۷	جامعهٔ	جامهٔ
۱۶۳	۲	عمت	غمت
۱۶۷	۱۴	گلشن	گلشن
۱۶۸	۲	بسوزد	سوزد
۱۷۱	۱۱	شمع سان ازسر	شمع سان سر
۱۷۲	۹	زهرآب	زهراب
۱۷۲	۱۱	قدوشس	قدومش
۱۷۴	۵	که‌نجشیده	نچشیده
۱۷۴	۶	بگفتی	بگفتم
۱۷۶	۲	فروعِ	فروغِ
۱۷۶	۹	پرده داری	پرده دری
۱۷۷	۴	کهنه	کُهنه
۱۷۸	۴	بیاد	بباد
۱۸۱	۶	بیبایدت	بابدت
۱۸۲	۱۰	ابتلاے	اعتلاے
۱۸۴	۱۰	نه بود	نشد
۱۸۷	۹	جلوه کن	جلوه ده
۱۸۸	۲	حبیب	جیب

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۸۸	۱۱	بوسهٔ	بوسه
۱۹۰	۱۲	فرمائے	فرمائی
۱۹۰	۱۳	وخورا	وخودرا
۱۹۱	۲	والبته	دربسته
۱۹۱	۴	ازدردلی	ازدرددل
۱۹۳	۵	ته‌نجشد	نه‌نجشد
۱۹۷	۶	وصولِ	حصولِ
۱۹۷	۹	عقد	عقده
۱۹۷	۱۷	توفیر	توقیر
۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۲۰۰	۳	افتم	رفتم
۲۰۱	۵	وبیم	ویم
۲۰۱	۹	زنده	زند
۲۰۲	۱۶	غنخهٔ	غنچهٔ
۲۰۴	۴	جنین	چنین
۲۰۵	۱۴	لشکر	شکّر
۲۰۶	۱۳	همچو	همچون
۲۰۹	۹	منت	منت وور

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۴	خیرت	حیرت
۲۱۴	۱۳	جو	چو
۲۱۴	۱۴	جبہ	جبهہ
۲۱۵	۱۵	جبہ	جبهہ
۲۱۸	حاشیہ ۹	۴۵	۵۰
۲۱۹	۶	مبدو فیض	مبدءِ فیض
۲۲۵	۱	زدوچشم	زدوچشمِ
۲۲۵	۶	بیروں درا	بیرون درآ
۲۲۵	۱۱	جبیبِ	حبیبِ
۲۲۶	۱۲	ببینیس	بینیس
۲۲۹	۶	ای فداے	اے من فداے
۲۳۰	۱۳	بدیوار	بدیدار
۲۳۲	۱۶	کارروان	کاروان
۲۳۳	۱۲	قباے تو	قبائی تو
۲۳۳	۱۲	اداے تو	ادائیِ تو
۲۳۴	۱	جداے تو	جدائیِ تو
۲۳۴	۲	خودنماے تو	خودنمائیِ تو
۲۳۴	۳	نارساے تو	نارسائیِ تو
۲۳۴	۴	کج اداے تو	کج ادائیِ تو
۲۳۴	۶	نواے تو	نوائیِ تو
۲۳۵	۱۴	شهیده شدم	شهیدو شدم
۲۳۷	۱	سازم	سازد
۲۳۷	۶	جادوئے	جادوئی
۲۴۱	۳	بیتے	بتے
۲۴۱	۱۷	کردم	کرده ام
۲۴۲	۲	بندگی مکن آزادیم	بندگی مکن گر آزادیم
۲۴۲	۲	چرا	مرا
۲۴۲	۵	برزخ	بررخ
۲۴۲	۷	کشیده	کشیدهٔ
۲۴۴	۱۲	دردل	درودِل
۲۴۵	۱	زجلوه	از جلوه
۲۴۵	۳	نهان	تبان
۲۴۵	۱۴	چکیدهٔ کلکِ تو	چکیدهٔ نے کلکِ تو
۲۴۷	۲	آسوده	آلوده
۲۴۸	۱	نازت بجاست	نازت همه بجاست
۲۴۸	۵	گیرم	گیرم

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۴۸	۶	جان بکنارم	جان بیا بکنارم
۲۴۸	۱۵	رسیده	پریده
۲۵۱	۲	دین پے	دین در پے
۲۵۴	۱۴	بین مستِ	بین اے مست
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو
۲۵۷	۱	گہر	گر
۲۵۷	۷	حقۂ	حقه
۲۶۱	۳	نباشم	نباشد
۲۶۱	۷	آگین شدهٔ	آگین تو
۲۶۱	۸	دوقِ	ذوقِ
۲۶۱	۹	شدن	شدی
۲۶۵	۱۰	موے	مو
۲۶۶	۱۰	گرم	گرمی
۲۶۶	۱۴	نزهت	شربت
۲۶۸	۹	آخرو بتو	آخر بتو
۲۶۸	۱۲	گو	تو
۲۷۱	۱۲	همین فشانم	همی فشانم
۲۷۳	۱	یا	با

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۷۴	۷	کرم وعطا و	کرم ولطف وعطا
۲۸۰	۸	وه چه نسخهٔ	وه چه این نسخهٔ
۲۸۱	۸	گوناں گوں	گوناگون
۲۸۵	۱۰	علی انور	علی نور
۲۸۷	۹	بسبق خان	بسبق خوان
۲۸۹	۸	۱۳ قطعه	۱۲ قطعه
۲۹۰	۵	آمده	آمد
۲۹۱	۴	محمد تقی	محمد نقی
۲۹۳	۷	شکر	صد شکر
۲۹۳	۸	طفلے	طفلم
۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۹	۱۲	اتقیا	اتقا
۳۰۰	۵	که تبارینح ۲۳	که تبارینح ۲۲
۳۰۲	۶	برپا	آرا
۳۰۲	۱۱	جواب ۲	کتاب ۲
۳۰۳	۸	همچنین	این چنین
۳۰۵	۷	تحقیقے	تخفیفے
۳۰۵	۱۱	سرمائه	سرمایهٔ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۱۶	باخیار	باخبار
۳۰۶	۵	از	ار
۳۰۷	۴	قرق	قرق
۳۰۸	۷	جواہر	جواہرہا
۳۰۹	سطر ۴ فٹ نوٹ	پارسی	پارس
۳۱۰	۷	جو	چو
۳۱۰	۹	نگار	بنگارم

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۱۱	۵ فٹ نوٹ	لفظ ‹کا›	لفظ ‹کار›
۳۱۹	۹	منتلزم	مستلزم
۳۲۱	۹	منبض	نبض
۳۲۱	۱۶	وربادت	وزیادت
۳۲۲	۱۰	ثم	ثَمَّ
۳۲۳	۱۳	زاہل	ازاہل

غلطنا

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن

گرازان چو شیران بجنگ گراز / بتازند تازی پی ترکتاز

سر از صافی بادهٔ عشق مست / بشمشیر هندی برآورده دست

دم آهنج چون اژدهای دژم / همه یار چون مار ارقم بدم

بقلب اندران جای فرمود شاه / بیاراست پیش و دو رویه سپاه

بر خود همی خواند عباس را / گو شیر دل خسرو ناس را

بفرخ گو پیلتن گفت شاه / سوار و پیاده همه رزم خواه

بری شور خسرو و شیرین بیان / کنون اختر تاجر کاویان

لوای من امروز در مشت تو / مبیناد خمیدگی پشت تو

دو کیهان سپاه است و شاهش توئی / زمین آسمانست و ماهش توئی

بدشت نبرد است هماورد نیست / هماورد تو اندر جهان مرد نیست

نیارد ابا خشم تو پیل تاو / ونستد کند آوران باج و ساو

برزم تو روئین تن و رستم / چو روباه در جنگ شیر دژم

سر تیغ ابری که پیوسته مرگ / ببارد بدشت وغا چون تگرگ

بگردون کند آوری ماه نو / بمیدان مردانگی شاه نو

دهد کرکس تیر تو جاودان / هما را ز جسم یلان استخوان

ز همت نیاید بمیدان رزم / شود زنده سهراب و رزنده رزم

برافراز این شیر پیکر علم / که شیر دژم را کشاند بدم

علم را برافراز و برپای دار / سپه را همه جای بر جای دار

سوار و پیاده نجنبند ز جای / بصف تا نه بینند علم را بپای

علم را بدست برادر سپرد / که لشکر شود این از دست برد

جوانان جنگی بزیر علم / میان بسته ابرو کشاده بهم

علم را چو دست خدا برفراشت / ستاد از پس پشت و برپای داشت

بفرمان فرو برده سر پیش و پشت / فرا برده برنده خنجر بمشت

چو بزغاله در پیش چرخ اسد / ز برنده خنجر بس ازجا جهد

بفرمان خسرو علم برفراشت / سپه را همه جای بر جای داشت

خجسته بزیر علم جای کرد / فشاند از پی باره برماه کرد

بتابید از چرخ زرین آفتاب / سبک بر عنان و گران بر رکاب

دل جنگجویان زکوشش بجوش / چو جوشنده دریا بجوش و خروش

چو عباس نام آور از پردلی | برافراشت تابان درفش یلی
کمی شیر پیکر درفشی بچنگ | که بر شیر گردون گرائید چنگ
چپ و راست عشاق در پیشنوا | ز شور حسینی بشور و نوا
برآمد خروش از دل کرنای | بجنبید لشکر بجایش ز جای
غو شندف و ناله گاودم | ره گوش گرده بآواز گم
هیاهوی مردان و آواز کوس | رخ رزمیان کرده چون سندروس
بیاراست خسرو یسار و یمین | برانگیخت شبرنگ و بور از کمین
سوار و پیاده بفرمان شاه | رخ آورده چون پیل در رزمگاه
بسر خود رومی و بر تن زره | بردی فکنده برابرو گره
پس و پشت هم تازیان تازیان | چو ببر بیان و چو شیر ژیان
بچنگ اندران چنگ چنگال بر | نهفته تن اندر دل ببر و ببر
بسر خود و بالا بخفتان و ببر | بچنگ مجوس نصاری و گبر
بصف مصاف از دو رو سپاه | صفی رو سپید و صفی دل سیاه
همه تیغ و زوبین برآهیخته | کمین توزی از کین درآویخته

همه جنگجوی و همه کینه توز ‌‌ ‌‌ چو درنده شیر و چو گیرنده یوز

ز شمشیر مردان شمشیر زن ‌‌ ‌‌ شود شیر زن مرد چون پیره زن

بسی طیر تیر از کمانهای چرخ ‌‌ ‌‌ بپرواز از خیل بغداد و کرخ

کمین تاخته آخته تیغ تیز ‌‌ ‌‌ بردی و کندآوری در ستیز

ز چاچی کمان برکشا طیر تیر ‌‌ ‌‌ کند پسته از مغز برنا و پیر

بدانسان که بایست از حزم و عزم ‌‌ ‌‌ شه شیرکش گشت سرگرم رزم

تکاور بجولان بپیکار داد ‌‌ ‌‌ زمین را بخون یکسره بار داد

ز شمشیر آن شیرکش در نبرد ‌‌ ‌‌ ره زندگی گمشد از چشم مرد

فرا برده شمشیر هندی بدست ‌‌ ‌‌ دل شیر از نوک خطی بخست

بدرید و ببرید شمشیر و نی ‌‌ ‌‌ تهیگاه و سینه سر و پا و پی

بیکره ز بر آن پرند آورش ‌‌ ‌‌ هزیمت کنان از دو سو لشکرش

بخطی سنان و ز هندی حسام ‌‌ ‌‌ هزیمت کنان گر همه زال و سام

بپشته ز بس کشته در جوشنا ‌‌ ‌‌ تو گفتی زمین چون که آهنا

درستی شکسته ز کوپال و گرز ‌‌ ‌‌ سر و سینه بشکست و بالا و برز

که از پرده بی پرده آمد بگوش — نوائی جگرسوز و بربوده هوش

ز بی آبی و تشنگی در نفیر — ابر خیمه مهتاب برنا و پیر

ز خورد و بزرگ آنکه در خیمه بود — رخ از خون دل سرخ و لبها کبود

چو افغان آن تشنه کامان شنید — نیارست بر جایگه آرمید

بر آید و بدرید لشکر بصف — چو آهنگ شط کرد نیزه بکف

چو ارغنده شیر از پی صید گور — بر انگیخت از جای شبرنگ بور

چو شیر ژیان از تن گور و رنگ — زمین را ز خون یلان کرد رنگ

بسی کشت از آن سرکشان یکتنه — چو از میسره تاخت بر میمنه

بقلب و جناح و یسار و یمین — بر انگیخت آهیخته تیغ کین

ببارید ابر سیه سرخ خون — زمین یکسره گشت شنگرف گون

ز ضرب تبرزین پس از پشت زین — نگون جنگجویان بروی زمین

بهر جا که او راند از کینه اسب — بلرزید در گور آذرگشسب

ز شمشیر آن شیر نر در ستیز — بر ماهی آورده گرگان گریز

هزیمت کنان گرگ و روبه بجنگ — ز شمشیر شیری و چنگال چنگ

بکین توختن از دو سو لشکرا ‌ ‌ ‌ ابر تاختن آخته خنجرا

بر آن پاک پیکر فزون از شمر ‌ ‌ ‌ زده زخم شمشیر و تیر و تبر

ز زخم نی و تیغ در کارزار ‌ ‌ ‌ فرو ماند یکباره دستش ز کار

درخشنده خورشید چرخ زرین ‌ ‌ ‌ دریغا نگون شد بروی زمین

بیفتاد هندی حسامش ز دست ‌ ‌ ‌ ز خود بیخود و ز خود بیهابست

بر آواز عباس خسرو بهوش ‌ ‌ ‌ همیداشت یکباره بر باره گوش

نیامد بگوشش چو آواز او ‌ ‌ ‌ بدانست انجام و آغاز او

چو جوشنده دریا در آمد بجوش ‌ ‌ ‌ بر آورد از تنگه دل خروش

بچنگال شیری و چنگ هژبر ‌ ‌ ‌ برآراست بالا بخفتان و گبر

انوشه شهنشه باهنگ جنگ ‌ ‌ ‌ پرند آور آورد غران بچنگ

برون جست یک بیشه شیر از کنام ‌ ‌ ‌ همه چنگ و چنگال تیغ و حسام

بسان پدر تاخت با دار و برد ‌ ‌ ‌ بمردی و گردی بدشت نبرد

پسر چون پدر خنجر افراخته ‌ ‌ ‌ بقلب و بیسار و یمین تاخته

تو گفتی که در صف صفین علی ‌ ‌ ‌ برآورد تیغ از نیام [illegible]

زگرد پی باره گردون بقیر / توگوئی ببند و دخسار شیر

بقلب سپه تاخت با یال و برز / ابا تیغ و زوبین و کوپال و گرز

دم آهنج بچیده اژدر بکف / تو با رسوزنده آتش بتف

بباریدا از ابر شمشیر سر / چو بر خاک زابر بهاری مطر

بشمشیر ببرید با دار و برد / سراز گردن گردنان در نبرد

بکمین برادر بمیدان کمین / برانگیخت روئینه سم از کمین

ز آتش فروز آب آتش نهاد / هماورد را خاک بر باد داد

چو خمیده شمشیر آورد راست / یکیرا دو فرمود بیکم و کاست

زبس سرخ خون ریخت زا کبود / زخون خاک شد شط و زاینده رود

برست از دل خاک و خون ارغوان / زبس ریخت خون آب داده سنان

ستان و نگون بس سوار و درفش / چو گردون زمین سرخ و زرد و بنفش

ز زنگار گون تیغ شنگرف بار / همه پشته و کشته شنگرف زار

بهر جا که تازید و یازید تیغ / بباریده سر همچو باران ز میغ

از آن شیر شمشیر زن در نبرد / تن باده کرکان نهان زیر گرد

به پیلان جنگی شه آویخته ‌‌ ‌ سوار و پیاده بهم ریخته

بجا بیش با چو تیغ آخته تاخته ‌ ‌ تهی پشت زین از گوان ساخته

همه پشته و کشته درگشته شد ‌ ‌ در و دشت از کشتگان پشته شد

در آن پهنه زان داد مردی که داد ‌ ‌ کس از صف صفین نفرمود یاد

بکشت از گوان یکتنه سی هزار ‌ ‌ بمردی از آن لشکر نامدار

دو پاره ز بس کشته درگشته شد ‌ ‌ بخون خاک یکپاره آغشته شد

چو گشتند گردان ز بس خش ستوه ‌ ‌ نمودند گردش همه همگروه

ز انبوه یکدشت روباه و گرگ ‌ ‌ نیندیشد از جنگ شیر سترگ

گشاید اگر شیر چنگال جنگ ‌ ‌ نپاید بپا گرگ و روبه پلنگ

بروباهی از جنگ شیر سترگ ‌ ‌ هزیمت کنان خوک و روباه و گرگ

هزیمت کنان رو براه فرار ‌ ‌ چو از پنجه شیر ز ماده شار

بروباهی از چار سو لشکرا ‌ ‌ کشیده حسام دنی و خند را

پی پاره بر پاره تنها گذشت ‌ ‌ بخیمه همه گوشه چشم داشت

ز یکسو حسامش کشیده بخشم ‌ ‌ ز یکسو سوی خیمه شده چشم

همانا بتن پرّ و پیکان تیر / چو پیراهن پرنیان و حریر

دریغا ز سختی گرگان بهم / بسی سستی آمد بشیر دژم

فرو ماند از کار در کارزار / ز پیکار دستش بپایان کار

فسوسا کز آن لشکر بدکنش / بدآمد بر آن شاه بر تنش

ز ناکامی تشنه کامان و پور / بزین سخت پای و تک سست بور

بدآمد از آن لشکر بی پدر / ابر بی برادر شه بی پسر

پسر کشته کشته برادر بخاک / برآغشته با خون تن چاک چاک

دریدند حلقوم طفل صغیر / بنامردی از پرّ و پیکان تیر

بریدند و بردند و بگداشتند / بدان پیکر و سر چو کین داشتند

فرو مرد ای کاشکی در سپهر / ز سیمین لگن شمع زرین مهر

فرو ریختی اختر ماه و مهر / چو سیّار و ثابت ز سیر سپهر

چو گویم از آن قوم دون دغا / چو آمد بشاه دنا در وغا

برانگیزم از دیده دریای خون / که شد کشتی طاقتم واژگون

ز سوزد که از عراق عرب / حجازی نوا راست کن با طرب

ز چنگ افکند ساز سوز و گداز — زند زخمه بر چنگ و عود حجاز

بپایان حدیث کسائی صحیح — برد با بپایان بدیع فصیح

شکرریز گردد نی خامه‌ام — گهرخیز گردد لب آمه‌ام

ز سحر شور شیرین نی خسرو برد — گر آن پرده بی پرده شکر درد

بدشت ختن مشک تبت عجین — نمایم چون موم با انگبین

و یا مشک تاتار و تبت طرف — بکافور هندی فشان بر طرف

سخن سر کن از قاعدهٔ اهل حکمت — بدشت حدیث کساران حکمت

سر بانوان دخت خیر البشر — چو گنجور چشمش بگنج گهر

چو گنجور گنج جلال و جمال — نگهبان گنج جمال و جلال

بدیدار مهری که در سینه داشت — بسر دیدهٔ سر بدر برگماشت

بدر برفراداشت چشمی بهوش — گر آواز در شد بر آواز گوش

ابر بسته در دیده بگشود و بست — ره آمد و شد ز بالا و پست

در بسته ناگه گشاده ز هم — در آمد ز در غوث و غیث امم

چو آمد ز در شاه ایزد پرست — ز بستان شاخ شادی برست

فروزنده خورشید گیتی فروز | فرا آمد از چرخ در نیمروز

درخشید خورشید سر و علن | ببام و در از چهرهٔ بو الحسن

بفرمود کی بانوی بانوان | سر بانوان پیش پایت نوان

بحج نبی مهر انجم فروز | شب تیره ات باد روشن چو روز

شب فرخ و روز فیروز باد | بفیروزی صبح نوروز باد

بپا ایستاده نزدیک و دور | پی قنبر فرمانت غلمان حور

بخدمت بستجده بی پیش و کم | پس و پیش حوری و غلمان بهم

شب و روز برپا پی بندگی | گر این بند کی دیده پایندگی

غلامیت غلمان کنیزیت حور | ز دامانت دست بد اندیش دور

ابر دخت عمران اگر مائده | ز دادار دیده کی فائده

پرستندگان ترا از روز و شب | ز ایزد در سد مائده بطلب

ز مصباح مشکوة مشکوی تو | فروزنده چون نور از روی تو

بتابید یکذره نورت بطور | که بیهوش شد موسی از تاب نور

حبیب خدائی و محبوب ما | تو هم طالب ما و مطلوب ما

من و ما میان من و تو کجا	جدا کی ز خورشید ضوء و ضیا
عجب بر مشامم وزد بوی مشک	بر و بوم و دامت مگر کوی مشک
بچین گر ز کویت برد بوی باد	بنافه دگر باره خون مشک باد
بجنت برد بو از او گر نسیم	فشانند رضوان بر او جان نسیم
بیکباره از نشرش شد و چارسو	در و بام کویت بود مشکبو
بسی مشک خیز است از هر سوت	مگر باز شد بسته گیسوت
که مشکوی مشکین از آن چین و تار	زند طعنه بر مشک چین و تتار
بدامان عصمت ترا پرورش	چه نوشیدی از ثدی عفت خورش
که بی وحی جبریل اسرار غیب	همه نیک دانی تو بی نقص و عیب
تو آیات لاریب فرقانیا	که اسرار غیبی همه دانیا
هر آنچت بپرسیم پاسخ بگوی	بپاسخ سخنهای را پاسخ بگوی
بپرده نهفته چو داری سخن	که پیداست پیدا و پنهان من
بکژی نیاید بیان زبان	که جز راستی ناید از راستان
چو از راستی گوهر آراستی	بفرما سخن بکم و کاستی

بگو

بهشتت سرشته بخاک سرای ... پیمبر گر اندر او هشته پای

گذر کرد گردش رسول امین ... که از خاک او زنده عظم رمیم

ز خاکش بجنبت بایزد سزد ... سر انگشت حیرت بدندان گزد

ابر جان و تن بوی جانان رسد ... ز جانان ابر جان و تن جان رسد

گر این بوی مشکین مرا هست و بود ... ببخشید ز آغاز پیش از وجود

وجودی که دارم من از جود وست ... همه هست بودن از بود واست

ز جود وجودش وجود منست ... ز هستی او هست و بودن است

بمهرش دل و جان گروگان بود ... که ما لعل کانیم و او کان بود

قرار و صبوری و صبر و سکون ... ز سر کرده بدرود و آمد برون

بفرمان فرا گوش از هوش کرد ... چو آویزه آویزه گوش کرد

سپس خواست بر پای و پیش ایستاد ... به نوی جواب شهنشاه داد

همه طاق زانو ده و بالش جفت ... به پاسخ سخنهای سنجیده گفت

هشیواری هوش و آرام و تاب ... سراسر ربود از سر بوتراب

بیاراست خبازه راستی ... که از راست کی کجی و کاستی

گزیده بلولو عقیقش یمن / بر افشاند شکر بجز واژه من

فرو ریخت مرجان چه جاده در / ثری تا ثریا ز در کرد پر

هر تنگ شکر زهم برگشود / ز شیرین شکر شهد شکر ربود

ز جاده افشاند لعل مذاب / فرو ریخت کوهر ز لولوی ناب

پسنده شنفت و پسندیده گفت / خرد ورده بردگی بگفت و شنفت

بفرمود در بند حکمت دلم / کجا بند حکمت ز دل بگسلم

تو چه فرمان دهی هات فرمان پذیر / پذیرای فرمان و فرصت پذیر

دو کیهان ببیکره بفرمان تو است / رسول خدا اندر ایوان تو است

بگنجینه گنجی چو گنجی روان / بود گنج سر الهی نهان

ز فرشش فراشت بسر بافت تاج / که عرشت فرستد ز سر تاج باج

غنوده بحجره رسول خدای / بهش باش و آهسته بردار پای

سرآورده بر دو تن اندر کپ / رسول اندر ایوان خیر النسا

بود کسوتش تا بیانی کسا / با کسون عرشی زند پشت پا

دو فرزانه فرزند خوشتر خوش ببرد / پی یکدیگر شاد و خرم ببرد

دو فرخنده فرخش بفرخندگی ‌ ‌ ‌ بپا سوده سر در پی بندگی

وصی پیمبر ز گفتار و گفت ‌ ‌ ‌ شگفتید و چون گل ز گلبن شگفت

بپا بود پیشش ز رفتار او ‌ ‌ ‌ ز شیرینی و شور گفتار او

سکون و صبوری و صبر و قرار ‌ ‌ ‌ نمود از سر و جسم و جانش فرار

پذیرفت و پذرفته شد رهنورد ‌ ‌ ‌ چو بستان سرو و گلستان ورد

پژوهش پژوهنده فرمود از او ‌ ‌ ‌ بچیزی که بودش همه آرزو

پیاده پیاز صد سوار دلیر ‌ ‌ ‌ سوی شاه بشتافت فرخ وزیر

بمعشوق عاشق اگر پی برد ‌ ‌ ‌ ره وصل او را ببر بسپرد

مشامش چو مشکین از آن بوی شد ‌ ‌ ‌ زایوان دوان سوی مشکوی شد

چو آگاهیش آمد از جای شاه ‌ ‌ ‌ ببر ره سپر گشت و پیمود راه

تو گفتی که بستان سرو سهی ‌ ‌ ‌ خرامیده با فر و با فرهی

ز فتر فری فرهٔ ایزدا ‌ ‌ ‌ سر و دست در حلقه در زدا

برافروخته رخسار چون باغ گل ‌ ‌ ‌ خرامید جشنی بخرگاه گل

در علم پیغمبر دادگر ‌ ‌ ‌ بپا ایستاده چو حلقه بدر

چو حلقه بدر بنده وار ایستاد / خدا را خداوند فرمود یاد

بزرگی فزود و شرافت فزود / در بسته درج گوهر گشود

بتن هر سر موی گویا زبان / ستایش کنان شد بشاه جهان

فرو ریخت لؤلؤ بمرجان همی / بتن داد مرجان او جان همی

بپورش بستاد و ستایش نمود / بدانسان که باید نیایش نمود

ز مرجان گویا بعجز ادب / سراپا چو بنده بدرگاه رب

که یا ایها المدثر این دثار / که ز آثار صنعش بود پود و تار

شرف یافت از پیکر انورت / خطر جست از تابش پیکرت

بروی تو چون پرده بر آفتاب / و یا آفتابی بتجلی ثیاب

مبیناد بیننده جز چهر تو / که بیننده ام روشن از مهر تو

بدل مهر مهرت چو نقش نگین / بود نقش از کلک جان آفرین

نه پیچانم از امر و نهی تو سر / ببر از رسد آب آتش گهر

بعشق تو پرورده ام این وجود / که بخشیده از تخم زجود

نه ترسش ز آتش نه بیمش ز آب / باد ار رود خاک زبوتراب

بفرمای در پرده بی پرده‌ام / که جان و تن از مهر پرورده‌ام

چو گوئی که در خشم چوگان بود / سر و جان بی حکم و فرمان بود

بباید اگر سر بر آن خاکپای / سر از خاکپایت شود عرش سای

همان پا که معراج او روی دوش / بپا سود سر بشنو از گوش هوش

اگر گوش هوشت فهم سخن / نمائی و پای تو از بیخ و بن

بفرمود ای مونس جان بپا / ابر طور سینای وحدت بپا

کشنده و کشیدش بر نیکبخت / ببرد و میان از زمین برد رخت

بد انسان که ز انسان کامل سزد / ببرد و میانی بسر پای زد

بلب خاک پای پیمبر ز مهر / ببوسید و بمالید بر چشم و چهر

فرو برد گوهر بدریای برد / ز جوشنده دریا گهرها ببرد

گهرهای شاهانه شاهوار / بگوش هش آویزه چون گوشوار

کجا دانم آنجا چه چیست برد / که بود آنکه سر در دل برد برد

خدا داند و بس که خوانده کجست / گرا خواند اندر برد برد چیست

علی در دل پرده بی پرده گفت / که پیدا به پیش تو از نهفت

خداوند خلقی و بندهٔ خدا | خدا از خداوند نبود جدا

تو آخر ظهوری و اوّل بروز | ز نورت فروزنده گیتی فروز

زیک جلوه از آن تجلّی نور | بجا ماند بیهوش موسی بطور

بسی قدسیان بر در درگهت | ز مژگان برو بند خاک رهت

چو کحل الجواهر بچشم امید | چو گرد سپاه قدسیان برکشید

توئی علت غائی کاف و نون | که سر کردی از جیب وحدت برون

تبارک کف پای تو تاج من | سر دوشت ار بود معراج من

بدین پایه معراج و دیهیم و تاج | فرستند پیغمبران تاج و باج

سرشته بمهر تو آب و گلم | که جز مهر تو نیست اندر دلم

علی دلی محو و مات جمال | ز خود بیخبر مانده فی کل حال

پیمبر بغیر خود خویش بدو | ز اسرارها رو برو مو بمو

سراپا علی یکسره چشم و گوش | بفرمان فراچشم و بر حکم گوش

نظر داشت زهرا که حیدر چه کرد | ز کردار او کرده درمان درد

از آن گفت و گفتا ز زهرا بپای | شکفته و شکفته چون گل ز جای

شکفتید و بشکفت چون گل ز هم | بدروی چو سرو روان زد قدم
بدروی روان شد چو سرو روان | که بر پای او خاک گنج وان
گسسته ز هم بند اندر ز و بند | ز جا جسته چونان که ز آتش سپند
بپا خواست خرم ز جای نشست | بجان پای کوبان بر افشاند دست
خرامید خرم خرامنده سرو | که آذر فروز و بجان شد رو
مهین بانوی بانوان فاطمه | ره حجره بسپرد بی واهمه
بسر شور شیرینی عشق داشت | پی پای بر قصر خیبر گماشت
مهی کز آسمان سپهر تافت | که مهر و مه از نور او نور یافت
فروزنده اختر و ماه و هور | بنزدیکی حجره آمد ز دور
بحصن حصین خدای کریم | همه با وقار و سکینه مقیم
سر بانوان پاس و پیش کرد | ستایش زبان بکم و بیش کرد
سخنهای بی پرده در پرده گفت | همه گفت زهرا سپهر شگفت
در بسته درج گوهر گشاد | فرو ریخت لؤلؤ عقیق و بجاد
عقیق و بجادش چو شکر فشاند | ز شیرین شکر شور شکر نشاند

فراوان بفرمود نعت فصیح ‌ ‌ ‌ جنیبت کشت از صفی تا بصیح

ز فرت فروزان شب تیره روز ‌ ‌ ‌ بمهرت فروزنده گیتی فروز

چو هر صبح خورشید گردان سپهر ‌ ‌ ‌ ببساید بدرگاهت آسوده چهر

چو نقاش صنعت برآورده دست ‌ ‌ ‌ بر آب روان نقش صنعت ببست

درخشنده خورشید در بوم و بر ‌ ‌ ‌ بتابد از آن روی بر خشک و تر

همه جسم بجان و جانم توئی ‌ ‌ ‌ تن بی‌روان و روانم توئی

نیاید بپا تن چو نبود روان ‌ ‌ ‌ نماند بجا جسم نبود چو جان

ز جودت وجودت ز کتم عدم ‌ ‌ ‌ بصحرای هستی نهاده قدم

بمهر توام مزرع دل گرو ‌ ‌ ‌ چه حاصل که چیدیم پیش از درو

سپردم ببیع وگرفتم بها ‌ ‌ ‌ بجان نا دجاوید بیع و شرا

اگر نوک ناوک بچشم خلد ‌ ‌ ‌ ز هم بند این بند کی بگسلد

بدرگاه شاه ایستاده رهی ‌ ‌ ‌ رود یا درآید چو فرمان دهی

توانائی و طاقت و تاب نیست ‌ ‌ ‌ که صبر و توانی درین باب چیست

بفرمای فرمان بتخییر انتما ‌ ‌ ‌ خرامد جنان سوی بزم کسا

بدختر بفرمود فتح پدر | کسی در کسا شو چو شوی و پسر
تو ئی روشنی چشم تاریک من | ز چه دور ماندی ز نزدیک من
گشاده در نعمت داوری | گشاینده بستهٔ هر دری
تو را ایزد از نور خود آفرید | که از ممکنات هو وجب گزید
مبیناد چشم تو روی بدی | نگردد بگرد تو گرد ردی
بفرخی فره ایزدی | از آن پشت پا بر دو کیهان زدی
بمانی بفرخی جاودان | نیاید بدیده بد بدگمان
بملک شهود و در اقلیم غیب | منزه ز نقص و مبرا ز عیب
بهشت و جهنم بفرمان تست | شکسته بدست تو گردد درست
جهان را دهد بسط جود تو روح | که مفتاح روحی و گنج فتوح
بفرمان فتح پدر دخترش | بپاخواست بنشست اندر برش
سرآورد در برد بصبر و تاب | بتا پید بر ماه نو آفتاب
گشای میانی با کسون عرش | ز فرش گوارهٔ زبانه بعرش
بخشفاند بر سینه پیغمبرش | بتا پید بر آفتاب اخترش

چو چسپید بر سینه مرجان او | بلؤلؤ برآمود مرجان او

بتاپید تابنده در بتول | چو خورشید رخشان ز صدر رسول

نخواندیم و نادیده اندر کتاب | که ماهی بود مطلعش آفتاب

بفرخنده کی فر کیهان خدای | بصدر پیمبر نفر بود جای

بلی آنکه او دختر یزدان بود | نشستنگهش عرش رحمان بود

پیمبر ابا دختر و ابن عم | بر دامان با دو فرزند هم

چو پروانه جمعی پرشیده جمع | همه گرد گرد فروزنده شمع

گشوده ز هم بسته پر و بال | بدان پر و بالی که نامد ببال

چو شمع فروزان فرورد جمال | چو پروای پروانه از پر و بال

دو فرزانه فرزند و دختر بهم | بگرد پیمبر ابا ابن عم

بشادی پیمبر که اندر برش | پسر با برادر ابا دخترش

به بیننده پنهانی اندکی | ببینند ازان پنج تن جز یکی

یکی چند اندر سرای سپنج | گشاید اگر چشم حق بین پنج

ظهورات حق یکظهور است و بس | سخن فهم فهمد دگر هیچکس

بحق الکسا فوق نور الازل | بانوارهم نار ملا تحمل

بدیدار فرزند و فرزند او | که بار آورد بر شاخه آرزو

پیمبر همه روز تا شب گذاشت | بدیدارشان چشم و دل برنداشت

رسول مبشر همه شاد کام | ز دیدارشان صبحدم تا بشام

برآورد خرم بس از پیش و پشت | بدامن گل و لاله وارشک هشت

خداوند با سبط و فرزند و صهر | نهفته بپرده همه چهر چهر

همین بانوی بانوان فاطمه | بحصن حصین فارغ از واهمه

ابا باب و شوی و دو فرزند بود | فشاندند بی پرده از پرده نور

ببرد یمان از عقیق یمن | فشاندند شکر ز انجم و ارون

ستاره یمانی ببرد یمان | بسجود آور از ساحت آسمان

بدیدارشان شاد و خرسند بود | خدا را نظر با خداوند بود

بر آن انجمن داور دادگر | بر افکنده از لطف و رحمت نظر

بفرمود دلکش خطابی بجد | بجنبش ملک ذات مقصود و ند

که در پرده تا چند راز نهفت | سخن باید از پرده بی پرده گفت

نو پرده بردارم از روی راز ‌‌ ‌ که در پنجه پرده مانده دراز

ملایک بتعظیم اندر سجود ‌ ‌ بسودند سر از قیام و قعود

سراپا فرا داشته چشم و گوش ‌ ‌ که فرمان چه آید بگوش از سروش

ز نششجهت شنیدند کین پنجتن ‌ ‌ که در گرد هم گرده اند انجمن

بهم گرد گردیده برده هجوم ‌ ‌ ابر گرد رخشنده خور چون نجوم

ببرده نهفته چو راز نهفت ‌ ‌ که بی پرده آید بگفت و شنفت

ز کروبی و قدسیان و ملک ‌ ‌ شناسیده شان با خبر یک بیک

چو بردند بالا همه زیر برد ‌ ‌ خدا گفت و بر گفته سوگند خورد

بیکتائی ذات و عز و جلال ‌ ‌ که اندر صفاتش زبان گنگ و لال

ز قدوسی محفل و راز قدس ‌ ‌ ز کروبی و مجلس و ساز انس

بعز و جلال مهین کبریا ‌ ‌ بدانید بی شک و ریب و ریا

که از خلقت خلق از پیش و پس ‌ ‌ مر این پنجتن بود مقصود و بس

اگر مهرشان اصل و بانی نبود ‌ ‌ ز خلق و ز خلقت نشانی نبود

نه مبنیه عرش و نه مدحیه فرش ‌ ‌ که از جودشان گشته اند ارض و عرش

نه سیار و ثابت بر اوج سپهر … نه تابنده ماه و نه رخشنده مهر

نه شمس مضئ و نه بدر نیر … نه باثر نه دائر نه بالا نه زیر

نه صبح سپید و نه شام سیاه … نه بر چرخ انجم دو رویه سپاه

نه جوشنده دریا نه کوشنده ابر … نه درنده شیر و نه گیرنده ببر

نه بر خاک خرگاه سیمین پدید … نه سیاره زرد و سرخ و سپید

نه چرخ معلق فراز زمین … نه ز استاره و مهر و نه زیب و زین

نه ارض مسطح به کشتی بر آب … نه بر او جهان را ذهاب و ایاب

نه جوشنده دریا به ماهی و گاو … نه بر ماه از خاک بانگ چکاو

نه گل در گلستان نه بستان و سرو … نه بر سرو و گل عندلیب و تذرو

نه جوشنده جوشنده دریا ز خاک … نه چون کشتی آن خاک بر آب پاک

نه بارنده باران ز چشم سحاب … نه ز دور بر دور این کهنه دیر

نبارید بر خشک و تر سحاب … نه سیل سپهر و ستاره بسیر

نه جنات و رضوان نه غلمان و حور … نه تسنیم و کوثر نه قصر و قصور

کلید در گنج مخفی من … بیکباره در دست این نحن

گرایشان نبودند هرگز نبود / ز هستی همه رسم و اسم از وجود

ز فرط محبت بشان ز مهر / برافکنده ام برقع از چهر چهر

که ز اقلیم غیبی بملک شهود / بجلوه ظهور و بروز آنچه بود

غرض خلقت خلق هر دو جهان / ازین پنجتن بحجه یکسان

بیاد افسرده دوستانش بهشت / بیاد آتش دشمن آتش بهشت

زمین تا ثریا زمین و زمان / بفرمانشان لامکان و مکان

بر احباب بیداد اعداشان کیف و کم / فراوان فراهم پس و پیش هم

بحبابت گسترده خوان نعیم / بدوزخ فروزنده نار جحیم

بسجده بتضرع کنان جبرئیل / همی گفت کی کردگار جلیل

توئی داور پاک دادار من / که برپا ز قدرت تو آثار من

ندانم کیانند این پنجتن / که در گرد هم کرده اند انجمن

تو دانی بس ای پاک دادار من / که دارد بپا قدرت آثار من

چو انجم همه انجمن گرد مهر / سر اندر سر آورده از شوق و مهر

همه طاق در وصف و در ذات جفت / نیارم سخن [illegible] کیفت

بدین عزّ و اعزاز و شکوه و فر — نه جنس ملایک نه نوع بشر

ندا آمد از درگه کبریا — که ای عبد بی‌شک و ریب و ریا

چو مقصود و مقصد ترا بندگیست — وزین بنده کی ملک پایندگیست

شرف یابی از بندگی درش — که گردی چو بنده بگرد سرش

حبیب من و اهل بیت نبی — که در شأن شان نازل آمد نبی

گهرهای کان رسالت همه — دُرَرهای بحر جلالت همه

مُصفّا صفاتند ذات مرا — دوئی نیست ذات و صفات مرا

مرکّب ز ترکیبشان کاف و نون — نجات تو همه خلق را رهنمون

ز ترکیبشان هستی هست و بود — در اقلیم غیب و ملک شهود

یکایک بذاته صفات خدا — صفت کی ز موصوف گردد جدا

بهر چیت بفرمودم از پیش و پس — بهش باش و ستوار بنیوش و بس

بفرا آگهی و روز بهی — چو جبریل شد زان جلال آگهی

ز فرخنده فرمان فرخ سروش — بجا ماند برجای بی گوش و هوش

به بیهوشی اسرار حق گوش کرد — چو آویزه در گوش از هوش کرد

بنالید و مالید بر خاک روی — وز آن خاک مشکین شدش روی و موی

ز تارک بر افکنده تاج مهی — بسائید بر خاک سر چون رهی

ستایش کنان گفت کای حق شناس — که ای برتر از وهم و ظن و قیاس

همی خواهم از فر یکتا خدا — کرامت پر افشان بارض از سما

بفرمای فرمان که با عشق پاک — زنم زی سمک ترپول از سماک

بسر بر نهم افسر افتخار — وز این پنج شش کردم اندر شمار

بگرد و بیاتن طرفه از هر طرف — تفاخر نمایم بفخر و شرف

بجبریل زایزد رسید این ندا — ندائی که پر کرد گوش از صدا

بفر فر و دین مقام رسول — بفرمان مهر تو مهر قبول

تویی حامل وحی مستور ما — بگنجینهٔ وحی گنجور ما

بخشیدمت فخر و عز و شرف — درین بندگی طرفه در هر طرف

بامر تو افلاکیان و فلک — نهی تو انواع جنس ملک

بدرگاه پیغمبر پاک رای — ببطح زمین ز اوج گردون گرای

ز اوج فلک در حضیض زمین — رسالت رسان جو سعادت گزین

بمکه ز

بفرمان سر آورد فرمان برش — که پیغام آور به پیغمبرش

پیمبر با دخت و بن عم و پور — برانگیخت در بهنهٔ عیش بور

بخرم دلی بزمی آراسته — چه بزمی ز اغیار پیراسته

بسیر و تماشای دلکش بساط — دو کیهان بوجد و سرور و نشاط

چه دلکش بساطی که از فر جد — نشیمن که باب و فرزند و جد

بگلگشت جنت بعیش و نشاط — بگسترد رضوان بکشی بساط

تو گفتی که از وجد غلمان و حور — برقصند با قاصرات و قصور

بیا پی قدحهای ماء معین — بغلمان بدادو ستند حور عین

قدحها بدور و صراحی زپی — مسلسل باهنگ سازنگ و نی

بصرح ممرد صراحی و جام — کشیده ز هم برفشانده بکام

گسارندهٔ بادهٔ بی خمار — نوازندهٔ چنگ بی سیم و تار

تغنی کنان با طرب کف بکف — بکف با هم آورده از عیش دف

ز رنگ سیه روی سرخ و سپید — تبنازی آورده خوش خوش پدید

گشودند از بند گیسو گره — ببستند از مشک بر مه زره

زره ساز مشکین زره پوش ماه　　زده تکیه از ناز بر تخت و گاه

هم آواز با هم خفی و جلی　　که لعنت بخصم نبی و علی

بتوی سخن سر کن از جبرئیل　　که آمد چه فرمان ز رب جلیل

پر آواز جبرئیل را گوش هوش　　که آمد مبارک خطابی بگوش

که ای حامل وحی و امر از غیب　　مبرا ز نقص و منزه ز عیب

پرافشان شو از بام چرخ برین　　بدرگاه فرخ رسول امین

بآیات لاریب آموده ام　　فرود از فراز آر فرموده ام

فراگیر وحی از دل پاک او　　فرا چون گرفتی دگر ره بگو

نیوشنده بشنید و فهم سخن　　بفرمود یکباره از بیخ و بن

بدان سیرت و سان که از روی بنزد　　بپرواز بر هم پر و بال زد

ابا فر فرمان یزدان پاک　　بجنبش بیک شد ز روی سماک

چه سهمی بقوس نزول از صعود　　بفرمانبری فر فرمان فزود

بفرخندگی مرغ فرخنده فال　　بفرمان فر آورد زد پر و بال

بفرمان فرمانده بی نظیر　　بدرگاه فرخ بشیر نذیر

ببالید زین فر و زد پر و بال ‌‌‌‌‌‌ بپرواز آمد زعرش جلال

پرافشان شد از عرش روح الامین ‌‌‌‌‌‌ چو روح مجرد بفرش زمین

بدان پر و بالی که ناید ببال ‌‌‌‌‌‌ پرافشان شد و زد بهم پر و بال

بپرواز جبریل پر باز کرد ‌‌‌‌‌‌ بهم زد پر و بال و پرواز کرد

ثری تا ثریا همه پر و بال ‌‌‌‌‌‌ چه زد بال و پر مرغ فرخنده فال

پذیرای فرمان رب جلیل ‌‌‌‌‌‌ بپرواز زد بال و پر جبرئیل

فرو شد همای زفر از ماه ‌‌‌‌‌‌ که ساید بدرگاه احمد جباه

زخاکش بیاراست تارک بتاج ‌‌‌‌‌‌ وزان تاج از عرش بگرفت باج

تو گفتی پر از پر و بالش بعرض ‌‌‌‌‌‌ همه سطح تا اوج از طول و عرض

در ایوان زهرای ازهر بمهر ‌‌‌‌‌‌ فرود آمده از فراز سپهر

فلما اهبط الجبرئیل الامین ‌‌‌‌‌‌ الی بیت بنت کتاب مبین

چه دانی که جبرئیل و آن پر و بال ‌‌‌‌‌‌ کجا فهمش آید بوهم و خیال

بلند آستان برتر از ماه دید ‌‌‌‌‌‌ از او دست اندیشه کوتاه دید

زده طعنه صدره بسدره بناز ‌‌‌‌‌‌ که سدره فرو بود و ایوان فراز

سرائی برفعت برازنده سپهر — کمربندی اندر کمر ماه و مهر

ویا گرد گردن زهره سولیه — زعقد ثریا بود مرسله

ابر چشم کرسی و عرش سداد — برانو نشست و بپا ایستاد

غبارش همه سرمهٔ چشم حور — فروغش همه چشمهٔ ماه و هور

بفر و شکوهی که اشکوه و فر — ستاند ازو فر و جوید خطر

چو خرم فضا دید و خرگاه نو — در ایوان گردون گرا شاه نو

بزد بوسه بر خاک و سائید روی — همه مشکبو آمدش روی و موی

بفشرد در حلقهٔ حلقه پای — که دلکش فضا بود و خرم بنای

بدرگاه شاهی فرو شد رهی — که باید بفرمان گذاری رهی

بگردید در گرد درینده وش — بگردش همه دست کرده بکش

بزد بوسه بر آستانش بمهر — بسائید بر خاک رخسار و چهر

بتعظیم و تجلیل بردش نماز — نمازی سراپای عجز و نیاز

بمالید رخساره بر خاک فرش — بمالید زان فر بکرسی و عرش

بآواز جبریل آغاز کرد — که مغز خرد را پرآواز کرد

پیمبر با وازش آواز داد ... نگفته سخن گفتها کرد یاد

نگفته پیامی پیام آورش ... که پاسخ بفرمود پیغمبرش

چو دادش پیمبر خبر از پیام ... زبان پیام آور آمد بکام

نگفته پس پرده حرفی برید ... جواب پیام از پیمبر شنید

بجا ماند مبهوت کاندر میان ... چو سری بود آشکار و نهان

بجائی که جبریل عاجز ز فهم ... بدوره برد کی کجا ظن و وهم

میانجی بود در میان جبرئیل ... میان رسول و خدای جلیل

دهد آنچه گیرد ز احمد بسر ... در این نکته بس سرها مستتر

بدانسان که گنجشک در چنگ باز ... زبان بسته در کام و چشنده باز

چو گویم که دانی که جبریل کیست ... منه پیشتر پای و آپس بایست

مکن از درون دل افشای راز ... که پای خرد لنگ و پهنه دراز

مپو از پی راه دور و دراز ... که در پهنه افتی بسوز و گداز

حقیقت بر اهل مجازی مگو ... نیابی بدین ره پی از پا مپو

بدان سبک و سوقی که بود بیان ... نما خامه مستور اندر بنان

سپس گفت ای پیک فرخنده خو — سخن چون شنیدی ز من بازگو

بیا رای پیام آور نیکنام — بعاشق ز معشوق فرخ پیام

بفرمان فرخ بشیر نذیر — اشارت کنان با شباب بشیر

مبشر بشیری بخیر البشر — بشارت رسان از بر دادگر

فرستاده استاد و آواز کرد — در درج گوهر ز هم باز کرد

بدانسان که یزدانش فرموده بود — چو حلقه بدر ایستاد و سرود

سراپا زبان شد ستایش گرفت — ستایش نمود و نیایش گرفت

برید خدا انگهان مو بمو — سرود از پس و پیش در روبرو

بشارت ز جانی بجانان رساند — ز جانان بجانی همه جان رساند

بفری که فرمان یزدان شگفت — چو بنده بر شاه استاد و گفت

فرستاده بر در بپا ایستاد — پیامی که بودش همه عرضه داد

ابر گوش و هوش پیمبر سرود — پیامی که با نیک پی پیک بود

همی گفت نغز و ملیح و فصیح — طفیلی وجودت صفی تا مسیح

فراوانت ایزد بنعمت تمام — رساند درود و فرستد پیام

ثنای فزون تر ز حد و قیاس ... سزد هم ز ایزد بایزد شناس

بشأن تو نازل کتاب مبین ... بدرّ نخستین ز با تا بسین

بر انسان که یزدانش فرموده بود ... بلحنی که کس در نیاید سرود

بفرخندگی پیک فرخ پیام ... پیام آور آمد بخیر الانام

بعاشق پیامی که معشوق داد ... سراپا بفرخ رخی کرد یاد

پیمبر بجانی همه گوش و هوش ... بفرمان فرمان بر آورد گوش

پیمبر چو صبح دوم بردمید ... چو فرخنده فرمان ایزد شنید

تو گفتی ز گفتار روح الأمین ... عیان کرد یاقوت درّ ثمین

زبان در ثنا شکر گویان لب ... برون ز آستین کرده دست طلب

جبین سود بر خاک و اندر سجود ... تضرّع فزود و تشکّر نمود

فراگوش هوشش بسجده بجند ... بفرمان دادار بیضدّ و ندّ

چو دانی که جبرئیل و آن گفتگو ... چه بود و چه فرمان در آمد بدو

بجز سامع و قائل آن خطاب ... که داند چه بود آن پیام و جواب

چو اسرار غیبی بسر جبرئیل ... نشاند ز قلب رسول جلیل

بظاهر به پیغمبر پاک رای / دهد عرضه آن پیک فرخ لقای

چو رخشنده گردد جمال جمیل / شود مست و بیهوش و هش جبرئیل

فروزد چو رخسار خورشید ذات / کجا تاب تابنده‌ٔ صفات

چو شمع فروزان فروزد بفر / بسوزد ز پروانگان بال و پر

همان به که بندی زبان زین مقال / که در این بیان ناطقه هوش لال

دگر باره جبریل بگشود لب / برون ز آستین کرد دست طلب

همی گفت نالان بعجز و نیاز / که بیچاره جبریل و تو چاره ساز

چو بنده بدر شاد و شاهش توئی / شب تیره روز است و ماهش توئی

کمین خادمی در پی خدمتم / شب و روز پرورده‌ٔ نعمتم

ازل تا ابد بر نهاده بشوق / ابر گردن از مهر تو طوق

بدرگاه شاهی گدائی چنین / ابر خاک بس سوده ساید جبین

نگردد کم از فر دیهیم و گاه / نوازد گدا را اگر پیش شاه

بیا داور این خجسته پیام / سزد گر بفرمانشیم نیکنام

بفرمای فرمان بزرگسای / نسائیم سر آسوده بر خاکپای

نوازی و سازی ز بل سرخوشم / شماری ازین پنج نکره نشم
فزون از دو گیتی شود فر من / دو دعوش در سایهٔ پر من
نخستین چو جبریل بر پا ستاد / علیش پدر بود و هم اوستاد
ز جودت گر این نعمت آید بدست / ز ندشت پا بر اقالیم هست
ازین پنج گر ششش شود در شمار / فزونتر شود فرتش از صد هزار
بفخر و مباهات ازین شرف / بصف ملایک شود پیش صف
سمواتیان طرفه از هر طرف / ز پرتش فزاید فر و شرف
نباید سری بنده بر پای شاه / کند کسب نور از ره مهر و ماه
هم آن کن که پاداشش رحمت است / نه چیزی که بادافره خدمت است
ز بخشندگی بخش این نعمتم / نه پاداش و پاداش خدمتم
رود یاد در آید که فرمان تو راست / چو گو سر بدست چو چوگان تو راست
بفرخنده جبریل فرخ رسول / بفرمود فرمان و فرمود قبول
پرافشان شد از وجد و زد بال و پر / ز بال و پر افشاند مشک تتر
بپرواز زد پر و بال از نشاط / بپر پای زد طرفه طرف بساط

سرآورد و تن در دل برد برد ‌ سر از پای نشناخت سر را سپرد

ازآن پنج سیرنج بوک دگر ‌ شش آمد بیکبارگی در شمر

نگنجید پیش از شوق در پوست مغز ‌ برون آمد از پوستان نغز مغز

پیام الهی به پیغمبرش ‌ رسانید دلکش پیام آورش

دگر باره فرمان یزدان بگفت ‌ چه دانی چه گفت و چه پاسخ شنفت

نشانه چه وحی از در دوش تخت ‌ رساند برون پیش مردم درست

فرا گیرد آیات اول ظهور ‌ فرو خواند آخر به بزم حضور

دهد هرچه گیرد ز قلب نبی ‌ بود از نبی منتشی از نبی

نماید کجا فهم این نکته عقل ‌ دو کیهان اگر گرددش نقش نقل

جز آن دمن پیرهن کر خرد ‌ بدانجا نیارد پی و پا برد

بجائی که جز ایزد آنجای نیست ‌ چه گوئی ندانی که جبریل کیست

زند بیش ازین گر رقم خامه ام ‌ بسوزد نی خامه از نامه ام

کم و بیش ازین پیش نتوان سرود ‌ که آتش زند در دل هست و بود

پذیرفت و بپذرفت فرمان و گفت ‌ ز راه آمد و گفت بشگفت و رفت

بدینسان که موسی بن عمران بطور / بجا ماند جبریل از تاب نور

خدا و خداوند داند و بس / ازین رفت و آمد دگر هیچکس

ز احمد علی با بیانی فصیح / بپرسش پژوهید نغز و ملیح

کز این انجمن انجمن چون نجوم / همه گرد خورشید کرده هجوم

مه و اختران گرد دامان مهر / برآویخته دست از روی مهر

گواره زنان زین شرف از زمین / درخشنده خورشید چرخ برین

چه فضل و فضیلت چه فخر و شرف / بخلق جهان از سلف تا خلف

بپاسخ پیمبر برآواز کرد / ز هم بسته لبها بدین باز کرد

بفرمود فرخنده با بوتراب / که من شهر علمم تو فرخنده باب

هر انجمن کانجمن در جهان / شوند از شعف بحر دانش روان

چو خواهند خرم وضیع و شریف / در آن انجمن این حدیث لطیف

هم ازمین این فرخجسته حدیث / نیاید ره آنجا دنی و خبیث

بر آن انجمن با شعف دمبدم / ستغفار گویان ملایک بهم

چه مزد و اجر یکایک زنکار / فراوان ستانند از کردگار

پیمبر بفرمود و حیدر شنفت / نیوشنده بشنفت و گوینده گفت

ستایش کنان در بر دادگر / شد از شهد شکرش جان پرشکر

پیمبر دوباره بحیدر سرود / ز یکتا خدایت فراوان درود

بذاتی که از رحمتم آفرید / بمبعوث صفات مرا برگزید

بهر جا که یکجا بهم دوستان / هم از دوستان و هم از راستان

خجسته حدیث کسا از بر / بخوانند خرم ابر یکدیگر

گر آنجمع جمعی پریشان بهم / ز دام فراوان و با درد و غم

نبینند از فر ایزد بخویش / پریشانی و دام و غم کم و بیش

بپاداش و پاداش از کردگار / بیابند دولت بپایان کار

بیکبارگی در سرای سپنج / رهند از غم و درد و اندوه و رنج

کهین و مهین جمله حاجت روا / شوند از خجسته حدیث کسا

بشکرانه حیدر درآمد بگفت / بتیغ زبان در معنی بسفت

درر های معنی ز درج بیان / فرو ریخت از هر طرف تا میان

گرفتش فرو از یمین و یسار / درر های شاهانه شاهوار

کرفتار ونازدا علی ما طبق — وصار السعاده علینا الرقیب

بزرگی بایزد بایزد سزد — که هرچه خواهد بیک چشم زد

ببرد بدرد و ستاند و به — ببندد گشاید گشاند کشد

بنالم بدرگاه او روز و شب — ببوزش کنم عفو و لطفش طلب

بدرگاه بخشنده شرمنده ایم — بزه کار و افکنده سر بنده ایم

بدرگاه عفو خدای کریم — پناه آورد بی پناهی اثیم

شفیع آورد یکره این پنجتن — که موجود از ایشان زمان و زمن

بیکتایی ذات پاک ای خدا — بجان عنصر پنج آل عبا

بپاکی زهرای از هر بتول — بفرزانه فرزند و فرخ رسول

پژوهش بنورش کنم مشتمر — ز درگاه عفوت ز شب تا سحر

بآمرزش جد و مام و پدر — ز جود از سر جرم یکسر گذر

ببخشا ز بخشندگی بنده را — که بخشندگی شیوه بخشنده را

بدیگر سرا زین سرای سپنج — روانم چو گردد روانه برنج

دهی جایم اندر جوار رسول — شمارم از بندگان بتول

کرایم بدان جا رود فسخ جوار | که هم مستجیری و هم مستجار

گشایند در گور چون بسته روی | بخاک سیه سایدم سپید موی

پس از واپسین خشت بر روی من | سزد ننگرد عفوت از سوی من

کریمی رحیمی و آمرزگار | که آمرزش بنده کانست کار

رحیما برحمت برویم نگر | بخاکم گذاری ز جسمم گذر

سزد مرهم رحمتی خسته را | گشایندگی خسته بسته را

بجز روشنی رحمت این مشت خاک | بنورش نخواهد تیره مغاک

ببندند رویم چو با خاک و خشت | بخاکم تو بگشا دری از بهشت

رخانم چو ورد و مو زرد فای | مکانم بخلد مخلد نمای

شرابم ده از کوثر و سلسبیل | شود آن یکم وقف و این یک سبیل

چو سازی بدین مشت خاک ضعیف | نیامرزی آرا کریم لطیف

وفدت علی البیت رب کریم | ترحم علینا رب یا رحیم

توئی قائم مطلق اما بذات | بر ذره خرد کی بذات و صفات

زحمد تو با حمدت نام من | زشکرت چو شیرین شکر کام من